هٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق

لله الحمد کہ در زمان سعادت اقتران عجالۂ نافعۂ اثنا عشریہ موسوم

رسالہ سجادیہ

۱۳۳۱ھ

۱۹۱۳ع

من تالیفات سید سجاد حسین ولد سید محمد حسین مرحوم ساکن موضع بہرہ سادات ضلع مظفرنگر

سید صغیر حسن منشی نے مطبع یوسفی دہلی میں چھپوایا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سپاس بیحد وحمد لاتعد بجناب لم یلد ولم یولد کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے انسان ضعیف البنیان کی جدول زبانپر چشمۂ زلال مقال جاری فرماکر بوستان جانفزائے دین و ایمان کو اُسکی آبیاری سے تر و تازگی عنایت فرمائی۔ اور سلطان روح کو مملکت بدن میں متمکن کرکے چار بالش عناصر پر تکیہ زن فرمایا۔ وزیر عقل کو جہت تمشیت امور معیشت و معاد قائم فرماکر اجزائے وجود انسانی کو رشتہ عمر و زندگانی سے شیرازہ بند کیا۔ آئینہ قلوب عباد کو تختہ سینہ پر جہت ارتسام صور حقایق جہان در آویزاں کرکے زنگ ظلمت سے صاف و شفاف و نور ہدایت سے معمور فرمایا۔ نرگس شہلائے چشم کو کاسہ سر میں کہ ارفع ترین منازل و مقامات جسمیہ ہے جگہ دیکر واقف نظارۂ صنایع و بدایع و محو تماشائے جہان و جہانیان و غنچہ و گلستان کیا تیت نہار اُسکے دفتر حکمت کی دو فرد ہیں اور خزان و بہار کتاب قدرت کی دو فصلیں مشاطۂ صنعت نے چہرۂ عروس زمانہ کو غازۂ شفق سے آراستہ کرکے شقہ ظلمت شب بجائے سواد چشم چلایا اور نور روز کو تا مقام بیاض دیدہ بنایا زلف

درازِ روزگار کے اُلجھاؤ کو شانۂ ماہ وسال سے سُلجھایا ایسا حکیم علی الاطلاق
کہ جس نے اپنی رحمت واسعہ وشفقت واضحہ سے رہروانِ خاکدانِ عالم کو
بارسال بتوسطین جو کہ عبارت ہے انبیاؑ ومرسلین سے اپنی معرفتِ حقیقی کے
مسالک دکھلا کر صراطِ مستقیم ودینِ قویم پر پہنچایا۔ تاکہ خلائق وگروہِ عوام کی
حجت اُسکے ذمۂ ہمت سے منقطع ہو کر منکرینِ وحدانیت کے لئے باعثِ سکوت
وتنبہ وہی ہوا اگر ہدایت الناس کے لئے نزول کتبِ مقدسہ وارسالِ
گروہِ انبیاؑ خیر عمل میں نہ آتا تو ساکنینِ ظلمت سرائے دنیا دنی اُس بحرِ ذخار و
دریائے ناپیداکنار کی معرفت فی الجملہ کیونکر حاصل کرتے۔ اور افتراق
رازق ومرزوق وعبد ومعبود کے وسائل کسطرح بہم پہنچاتے پس اَنَا اَنَا
وَاَنْتَ اَنْتَ کا راگ گاتے بغرضِ اظہارِ قدرت وصنعت انسانِ ضعیف البنیان
کو ایسا مدرکہ عنایت فرمایا کہ عقولِ انسانی نے چکر کھایا بعض ایسے بہکے کہ اپنے
ہمجنسوں کو خدا سمجھا ہیئتِ بدنی وتناسبِ عضوی میں وہ صنعت نمایاں کی ہے
کہ جس کے کُنہ و غوامض کے ادراک میں عقلِ بشری با وصف دعوی ہمہ دانی
بادیۂ تحیر میں ٹھوکریں کھا رہی ہے فقط ایک حقیقتِ چشم کے دریافت میں
کہ جن کے فوائد اہلِ نظر کی نگاہ میں پیش پا افتادہ ہیں ایسے حیران و پریشان
ہو رہے ہیں کہ تمام عقلاء زمانہ بہیئتِ مجموعی طبیعت پر زور دیکر نہیں بتا سکتے
کہ وہ کیا مادہ ہے جسکی وجہ سے الوانِ مختلفہ سُرخ وسپید و زرد وسیاہ
وغیرہ آن واحد میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں مقامِ غور وتامل ہے کہ ایک صناع
زمانہ کی صنعت جو کہ ہماری ہی جنس سے ہے بعض عقول کے نزدیک خارج
از امکان عقلی ہے تو صانعِ حقیقی کے حقائق واقعیہ کیونکر جاگزینِ خیالِ انسانی
ہو سکتے ہیں۔ اسی جہت سے محققین سابقین ومتقدمین اولین نے یہہ کہہ کر

کہ اسے برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم اعتراف بعجز و قصور کیا ہے۔ پس مجھ
ایسے جاہل و لا یعقل کی کیا مجال ہے کہ شمہ اوصاف حضرت باری بیان کر سکے
لہذا اس کو احاطۂ قلم و زبان سے باہر سمجھ کر عنان اشہب کلام لیوسے میدان
مدحت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعطف کرکے نعت حبیّ مآب و فضائل
و مناقب آل طیب کے بیان کو بیرون حوصلہ و استعداد خود سمجھ کر محض
اتنا لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ اے رحمت للعالمین و شفیع المذنبین پدر
سیدۃ الکونین جد الحسن والحسین بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
اما بعد حقیر پر تقصیر سید سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم مغفور غفر اللہ ذنوبہ
و ستر عیوبہ ساکن موضع بہرہ سادات ضلع مظفر نگر اپنے برادران ایمانی و
اخلاص روحانی کی خدمت باسعادت میں بہزار عجز و ادب عرض کرتا ہے کہ اس
نواح میں مولوی محمد قاسم صاحب قوم پیرزادگان ساکن سمبلہیڑہ نے بمشورہ
و اعانت قاضی ریاض علی صاحب ساکن میرانپور و دھنے جولاہے۔ نائی۔ تیلی دھوبی
تنبولی۔ کنجڑے۔ قصائی۔ گاڑہی۔ جھوجھی۔ نیچہ بند اور نانبائی وغیرہ جہلائے مذہب
خود کی نظر میں اپنا اقتدار علمی جتانے کی غرض سے شیعیان حضرت مرتضوی کو جو کشور فاتح
ملک مناظرہ و قاطع بدعات خلفائے ثلاثہ ہیں یا ایں طرز چھیڑنا چاہا کہ تحفہ
جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی سے جسکی دھجیاں اڑا دینے میں علمائے شیعہ
نے اعلے درجہ کی چابک دستی دکھلائی ہے دو سوال جن کا آیندہ ذکر ہوگا جناب
مولانا و مقتدانا مولوی بہادر علی شاہ صاحب پشاوری عالم شیعی کی خدمت میں
بہ طلب جواب پیش کئے جس کے لئے بمقام سمبلہیڑہ مناظرہ ہو کر روبرو صدہا
سنی و شیعہ جواب دیا گیا۔ اتفاقات سے حقیر بھی اس جلسہ میں موجود تھا کل کارروائی
کا بچشم خود معاینہ کیا بعد ختم جلسہ مناظرہ مولوی محمد قاسم صاحب مقدم الوصف

نے چھوٹی قوموں کے مجمع میں کہ جس کی تفصیل مفصل اوپر ظاہر کی گئی بیان کرنا
شروع کیا کہ میں نے عالم شیعہ کو پسپا کر دیا وہ لوگ چونکہ عموماً جاہل و ناخواندہ
محض ہیں اسبات پر متیقن ہو کر کہ ہمارے مولوی صاحب بھی کوئی چیز ہیں جگہ جگہ
منہ مارنے لگے نحیف نے اُن تمام باتوں کو خلاف واقعات و روئداد جلسہ سمجھ کر
بحکم آنکہ گربہ کشتن روز اوّل جناب مولوی صاحب اور اُنکے ہمزبان لوگوں کا منہ
بند کرنے کی غرض سے تنبیہ کیا کہ آپ جھوٹی باتیں بنا کر جہلا کی نظر میں اپنا رنگ
نہ جمائیے مناظرہ سمبلہیڑہ میں آپ ناکامی حاصل فرما چکے ہیں اور اگر کچھ یارائے کلام
و شوق مناظرہ ہے تو میرے سوال کا جواب عطا فرمائیے مولوی صاحب ممدوح
نے حقیر کے سوال کا جواب جیسا کہ اُن سے ہو سکا عنایت فرمایا مگر معاملہ سمبلہیڑہ
کی نسبت جنکی شورشش پر اُن کو تنبیہ کرکے حالات مناظرہ یاد دلائے گئے تھے قلم
نہ اُٹھایا میں نے بفور حصول جواب اُس کا جواب الجواب لکھ کر مع رقعہ تعدادی
ایک ہزار روپیہ و اقرارنامہ تبدیل مذہب مشروط بایں شرائط کہ اگر آپ اپنی
ہی کتب سے میری تحریر کو بروئے کمیٹی باطل کرا دیں تو نذر مذکور دے کر مذہب
اہل سنّت اختیار کروں اُن کی خدمت میں بھیجکر رسید باضابطہ حاصل کی مولوی صاحب
نے اُس کا جواب مسمیٰ بہ ردّ جواب الجواب لکھا ہر دو تحریر یعنی جواب الجواب مرتبہ
حقیر و ردّ جواب الجواب محررہ جناب مولوی صاحب کی جانچ اور پرتال کے
لئے ایک معاہدہ بتراضی فریقین مرتب ہو کر ۲ - جنوری سنہ ۹۲ عیسوی کو فقیر
خانہ پر ایک بڑا بھاری جلسہ علمائے سنی و شیعہ کا ہوا جس کی مفصل کیفیت ملاحظہ
ارباب نظر میں آئے گی اس رسالہ کا نام نحیف نے اپنے نام پر رسالہ
سجادیہ تجویز کرکے اُسکے دو حصے کئے ہیں پہلے حصہ میں مناظرہ سمبلہیڑہ کی
حقیقت اور جناب شیخین کا بخاری و مسلم سے منافق ہونا ظاہر کیا ہے اور

اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو علمائے شیعہ نے بہ حمایت دین مبین بڑی کوشش و جانکاہی کرکے کتب موصوفہ بالا کے ایسے دست بدست جواب دئے کہ خود ان کے مصنفوں کے ہاتھ سے قلم گر گئے۔ امرایان اہل سنت نے بہ پاس مذہب شاہ صاحب و مولوی حیدر علی صاحب کو بہت ہی کچھ صلہ اور انعام و امداد دینے کا وعدہ کیا مگر ان بزرگواران کی ہمت و جرات ہرگز مقتضی ہوئی کہ کسی ایک ہی بات کا بھی جواب الجواب لکھتے۔ تحفہ اور منتہی الکلام کی دھجیاں اڑ اگئیں اور جناب شاہ صاحب و حیدر علی صاحب بہ چشم حسرت معائنہ فرماکر زندہ درگور ہوگئے۔ مناسب موقع معلوم ہوتا ہے کہ بہ نظر تنشیط ناظرین تحفہ وغیرہ کے جوابونکا کچھ مختصر احال بیان کرکے پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کیا جائے تحفہ موصوف کے بارہ باب ہیں ہر باب کے جواب میں جداگانہ کتب ضخیم لکھی گئی ہیں سب سے پہلے جناب مستطاب حکیم میرزا محمد صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ نے نزہہ اثنا عشری ملقب بہ نصرت المومنین بارہ جلدوں میں رقم فرماکر شاہ صاحب موصوف کو ایسا جلوہ دکھایا کہ تحفہ میں حسب قواعد مصنفین و مولفین و مترجمین اپنا نام نامی و اسم گرامی شایع کرنے سے رک گئے اور حافظ عبد الحلیم کے نام سے کہ جنکا کوئی پتہ و نشان صفحہ دنیا پر نہیں وہ رسالہ موسوم ہوا کیفیت یہ ہوئی کہ ادھر دربار سلطانی میں اجزاے تحفہ پہنچے اور ادھر عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ بامداد و دستگیری جناب حکیم شریف خانصاحب دہلوی سنی المذہب جن کو حضور شاہ صاحب سے من بعض الوجوہ ذاتی کدورت تھی من جانب جناب میرزا صاحب ممدوح اس کا رد

غرضکہ اعتراضات کے ساتھ ہی ساتھ جواب بھی ہدیہ اہل دربار ہوتا رہا بایں سبب شاہ صاحب کو جرات ہوئی کہ بخیال بقاے نام دیباچہ

کتاب میں اپنا اسم مبارک ظاہر فرماتے کیونکہ شانِ جوابات سے اصل
کتاب کی بیوقعتی برائے العین بذات خود ملاحظہ فرما چکے تھے لازم تو
یہ تھا کہ ایسی پوچ و بے حقیقت و فرو مایہ کتاب کے شائع و دست
فرسودِ خلائق ہونے میں کوشش نہ فرماتے مگر ایسا کیوں کرتے انکو تو بالطبع
خاندانِ نبوت کی مخالفت پر لوگوں کا قائم رکھنا مد نظر تھا لہذا اسکو ایک
شخص مجہول الحال سے نامزد کرکے اہل سنت کے لئے وظیفہ بنا دیا۔ کتابِ
موصوف نے حضرات اہل سنت کی نظر میں ایسا وقار پایا کہ تا حال علما
حضرات کا یہی مقولہ ہے کہ نہ تحفہ کا کوئی جواب لکھہ سکا اور نہ آئندہ
لکھے گا اس کتاب سے قدرتاً کچھہ ایسا حسنِ ظن ہو گیا ہے کہ انہیں مضامین
مردودہ و مقدوحہ کو لباسِ تازہ سے آراستہ کرکے بہ آرایشِ خود دلربا و
دلفریب بنا کر بنظر شیعہ جلوہ گوناگون دکھاتے ہیں مگر ایسی جھڑکیاں کھاتے
ہیں کہ منہ پھر جاتا ہے۔ ازاں بعد جناب غفرانمآب مولانا و مقتدانا السید
دلدار علی صاحب فاتح بابِ ایمان بارضِ ہندوستان صاحب عماد الاسلام
نے بابِ دوازدہم کا جواب مسمی بذو الفقار و باب ہشتم کا موسوم باحیاء
السنۃ و باب پنجم کا مسمی بہ صوارم الہیات و جواب باب ششم ملقب بہ حسام الاسلام
تحریر و ترقیم فرمایا۔ پس ازان انکے تلامذہ رشید علمائے کرام مثل جناب
مفتی السید محمد قلی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے جواب باب اول معروف
بہ سیف ناصری و برہانِ سعادت و جواب بابِ دوم و سوم موسوم بہ
تقلیب المکائد و جواب بابِ دہم معروف بہ تشئید المطاعن تین جلد میں ایسا
کہ ہر سہ جلد بجائے خود حاجتِ ضخامت میں بے عدیل ہے ارقام فرمایا پھر
جنابِ سلطان العلماء السید محمد صاحب رضوان مآب نے بجواب

حدیثِ قرطاس و فدک کتاب مستطاب طعن الرّماح اور مسئلہ متعہ کے متعلق
بارقۂ ضیغمیہ اور جواب باب ہفتم مشہور بہ بوارق موبقہ تحریر فرمایا علاوہ
حضراتِ موصوف بالا دیگر علمائے اعلام و فضلائے کرام نے بھی بقدر گنجائش
وقت قلم اوٹھایا چنانچہ اوحد الناس المفتی سید محمد عباس صاحب مرحوم
نے جواہر عبقریہ لکھا۔ اور حسّانِ زمانہ جناب سُبحان علی خاں صاحب وزیر
اعظم ریاست لکھنؤ نے ذخیرہ کہ جسکی مثل کا ممکن ہونا بالکل محال ہے ارقام فرمایا
پھر فاضل جلیل مرزا محمد انصاری نے بقیہ ابواب تحفہ کا جواب بطرز جداگانہ
تحریر و ترقیم فرمایا سب سے آخر آیۃ اللہ فی العالمین امام المتکلمین و سیّد
المناظرین۔ قالع ماتریدین والاشعرین کا سر اعناق المنافقین مولانا مولوی الحاج مفتی
مولوی السید حامد حسین صاحب نور اللہ مرقدہ نے صرف باب ہفتم متعلق
امامت کا جواب جو کہ اہم مسائل اختلافیہ مابین سُنّی و شیعہ ہے مسمّیٰ بہ عبقات
الانوار تیس جلدوں میں بایں عز و شان لکھا کہ جمیع مدعیان علم کلام کے لیسے
مذتے ڈھیلے ہوئے کہ سب کی ناکوں میں نکیلیں پڑ گئیں بذیل شاہ صاحب
امام فخر رازی و غزالی و ابن حجر مکّی و ابن روزبہان و قاضی عبد الجبار و اعور
و ابن تیمیہ و غیرہ متکلمین کے اقوال کو بایں پُرزہ وری مسترد فرمایا کہ آج دنیا
میں کوئی عالم اہل سنّت ایسا نہیں ہے کہ اُس کتاب کی جلالتِ کلام سے خوف
زدہ ہو کر خواب میں نہ چونک پڑتا ہو بعد شاہ صاحب و جناب مولوی حیدر علی
صاحب جس کسی نے سر اوبھارا فوراً سیف زبان و قلم سے قطع کرکے صاحب
تحفہ و منتہی الکلام کے قدم پر ڈالدیا دیکھیے جناب مولوی محمد مہدی علی خان صاحب
بہادر تازہ سُنّی المذہب نے آیات بینات لکھی اُس کا جواب رمی الجمرات سے
تین جلدوں میں لکھا گیا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ہدیۃ الشیعہ

بتا نید شاہ صاحب بہت کچھ زور دکھایا مگر تحفۃ الاشعریہ سے ایسا جواب پایا کہ
یادگار عالم رہے گا۔ بلکہ جناب سیدہ علیہا السلام کے حق خدا داد مٹانے میں یہان
تک کوشش بلیغ دکھلائی کہ بجرم تبدیل معانی قرآن حسب فتاوائے علمائے سنیان
کافر محض بنگئے۔ دیکھو تحفۃ الاشعریہ کا ورق آخر جسپر چند علمائے کی اُن کے کفر پر
مُہریں لگی ہوئی ہیں رشید الدین احمد خان صاحب شاگرد رشید جناب شاہ صاحب
نے شوکت عمریہ لکھکر زخم درون مقلدان کو کسی قدر مندمل کیا تھا کہ ضربت
حیدریہ نے پھر چاک چاک کر دیا مولوی جہانگیر خان صاحب شکوہ آبادی نے
بذریعہ اظہار الہدیٰ مؤلف انوار الہدے کا منہ چڑانا چاہا تھا جوش خروج
سے جناب امیر علیہ السلام کے خرق عادات و قوت احیائے اموات کو جو گویا
اور شعبدہ بازون کی افسون گری سے تعبیر دیکر اپنے ہی علما کے دست شفقت
سے ایسا تازیانہ کفر کھایا کہ ٹیڑھے ہوگئے۔ دیکھو معیار الہدیٰ کا ورق آخر
غرضیکہ جس کسی نے گردن افراشتہ کرکے آسمان کی طرف منہ پھیلا کر تھوکا فوراً
حلق میں آیا۔ صاحب قبقاب نے ضرب کتاب سے وہ صدمہ اُٹھایا کہ سر کھجاتے
ہوئے دروازۂ عدالت پر مستغیثانہ نالہ کنان ہوئے۔ ناصر الایمان مؤلفہ
جناب ڈپٹی محمد علی خان صاحب بہادر امروہوی میں کوئی لفظ بلکہ ایک حرف
ایجاد شیعہ نہ تھا کتب معتبرہ اہل سنت کی عبارتیں بجنسہ نقل کرکے حضرات
کا عقیدہ ہدیۂ ارباب نظر کیا گیا تھا فوراً کوٹھے پر جاکر بصدائے ہائے دلتے
نعرہ زن ہوئے کہ حضور ہمارا دل دُکھایا گیا بے آبروئی ہوئی ایسی کتاب
کو شائع ہونے سے روکدیا جائے۔ الحاصل آجتک کسی عالم اہل سنت کو ہمت
نہوئی کہ اِس بارِ گران کو جو کہ متعدد کتابون کے لکھنے سے ہمارے علمائے
اُن کے سرون پر ڈالا ہے قلم اُٹھانے سے ہٹاتا یا کہ اُن علما متذکرۂ صدر

کے اقوال کی اصلاح میں جنکا رد صاحب عبقات الانوار نے کیا ہے کوشش کرتا یا اینکہ کا فرستادہ علما کی تحریر کا سچا ہونا ثابت کرکے فتاوائے کفر کو بہانا کرا اپنے معتقدین کو دکہا دیتا کہ وہ دیکھو ہم نے مولوی محمد قاسم جیسے فاضل جلیل القدر کو زنجیر کفر کی کیسے بندشوں سے کس طرح نکالا ہے بحمد اللہ آج تک کسی کو اس پر قدرت نہوئی اور نہ انشاء اللہ تا قیام قیامت ہوگی مگر یان تصنیف جدید کا خیال ایسا سمایا ہوا ہے کہ انہیں مضامین ردشدہ کو جو کہ ابواب تحفہ منتہی الکلام وآیات بینات وہدیۃ الشیعہ وغیرہ میں بکرات ومرات آچکے ہیں برنگ تازہ ظاہر کرکے ناواقفوں کی نظر میں موقر ہونا چاہتے ہیں۔ عام بیچارے جو کہ کتب شیعہ کا دیکھنا بحکم علماء حرام جانتے ہیں اور ادراد شیعہ کی شوکت وصولت سے ترسیدہ ہوکر مثل بید کانپتے ہیں وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ ہمارے مولوی نے کوئی نیا مضمون نادر بعد زگار لکھا ہے اور پہلے ان معاملات کی نسبت کبھی کوئی مباحثہ نہیں ہوا چنانچہ یہی رفتار مولوی محمد قاسم صاحب نے اختیار کی کہ بدۂ پیدا فریبی جبلا میں اپنا رنگ جمانے اور مناظرین میں داخل ہونے کی غرض سے سوالات پیش کردئے اور یہ نہ سمجھے کہ اجوبہ تحفہ وہدیۃ الشیعہ میں ہر دو سوالات کا جواب اس عنوان وشان سے دیا گیا ہے کہ جس کا جواب نہیں چونکہ حضرات اہل سنت وخود مولوی محمد قاسم صاحب تحفہ وصاحب تحفہ کو انتہا درجہ کا معتبر جانتے ہیں لازم تہا کہ اُس کے تمام جوابوں کو ملاحظہ فرماکر یہ نتیجہ نکالتے کہ اندراجات تحفہ کی بابت شیعہ کیا جواب دہ ہوئے ہیں محض تحفہ کو سچا جانکر بلاتحقیق وتنقیح قلم اُٹہا بیٹھے ہم بخیال آگاہی عام کچہہ تحفہ کا حال بیان کئے دیتے ہین گو

دو اہل سنت کے نزدیک جمیع مقالات مندرجہ تحفہ شاہ صاحب دہلوی کے
افکار بالغہ کے نتائج ہیں اور اسی بنا پر انکا وہ عزاز و احترام ہے کہ ہر شخص تحفہ
کی نسبت یہ گمان کئے ہوتے ہے کہ گویا ملہم غیبی کے الہام سے جناب شاہ صاحب
نے بمقابلہ شیعہ احتجاج فرمایا ہے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کتاب
صواقع خواجہ نصر اللہ کابلی سے استراق مضامین کرکے بسا مواقع پر بجنسہ
ترجمہ کر دیا ہے اور بعض اکاذیب و افترا آت اپنی جانب سے اضافہ
کئے ہیں۔ جبکہ علمائے اعلام فرقہ حقہ امامیہ نے انکی قلعی کھولی تب ناچار
مولوی رشید الدین خانصاحب شاگرد عزیز دہلوی کو شوکت عمریہ میں نہایت
پیچدار الفاظ سے ہیر پھیر کر یہ توجیہ کرنی پڑی کہ جواب کتاب صواقع بطرز
بدیع واقع است بنا بر آں این خود را برنسق آں تدوین کردہ ترتیب اکثر
ابواب ذکر حجج اثنا عشریہ برنسق آں بعمل آوردہ لہذا التقی [illegible] بعض
مضامین صواقع حائل و دقیق بہ [illegible] متشاکل گشتہ نہایت شکریہ کا موقع ہے کہ بہ
تحریر رشید الدین صاحب جناب شاہ صاحب بلا کسی وہم و گمان کے
سیدھے طریقے سے سارق مضامین تسلیم ہو کر پکے بادی چوروں میں داخل
ہو گئے۔ پس ایسے سرقہ پیشہ کی تحریر کو معتبر سمجھ کر گام فرسائی منازل مناظرہ
ہو کر ٹھوکر کھا کے منہ کے بھل گرنا ہے جیسا کہ مولوی صاحب ممدوح کا چوٹ کھا کے
کمر شکستہ ہونا ناظرین انشاء اللہ معائنہ فرمالیں گے واضح رہے ارباب بصیرت
ہو کہ تنہا نماز روزہ حج و زکوۃ و جہاد وغیرہ کچھ کام آمد نہیں تا وقتیکہ انکا ادا
حسب مرضیات الہی نہو ہر فرع اپنی اصل پر متفرع ہوتی ہے نماز روزہ وغیرہ
چونکہ فروع دین ہیں اور اسکی اصل صحت ایمان و اسلام لہذا لازم ہے کہ شخص
دانشمند و عاقبت اندیش پہلے اصول ایمان کو درست کرے اس جا سے حضرات

اہلِ سنّت نے عنانِ توجہ قطعاً منعطف کرکے محض نماز روزہ پر زور دے رکھا ہے ہائے افسوس مدعیانِ سنّیت سے اسوقت تک یہ نہو سکا کہ اُن اعتراضاتِ شدید کو جو کہ اُن کی عدم حقیقت پروارد کئے گئے ہیں اُٹھا سکیں میری دانست میں بحالتِ موجودہ حضراتِ اہلِ سنّت کا تراویح و قرآن کو بڑہکر ناحق جان کو فرسودہ کرنا اور قوتِ نظری کو گھٹانا ہے مثلاً کہا جاتا ہے۔ کہ کلکتہ کا جانی والا بیخبری و ناواقفیت سے اگر راہ بہائے بادیہ پشاور ہوا اور راستےمیں طرح طرح کے مصائب و شدائد اُٹھا کر پہنچا تو اُسکو پشاور پہنچنے تک جواذیت و تکالیف ہوئیں اُنہوں نے کیا نتیجہ دیا سفر کی سختیوں کا تحمل اُسیوقت نفع بخش ہوتا ہے جبکہ منزلِ مقصود پر پہنچکر ساحلِ مُراد سے ہمکنار ہو۔ حاجیان بیت اللہ ہرچند کہ تکالیف بے انتہا اُٹھا کر واردِ مکہ معظمہ ہوتے ہیں مگر بعد طوفِ کعبہ کہ وہی مقصود مرکوز طبائع ہوتا ہے ایسے بشاش و فرحناک ہوجاتے ہین کہ جنکا بیان خارج از امکان ہے چنانچہ اِسی جہت سے کہا گیا ہے سے

جمالِ کعبہ مگر عذر رہروان دارد۔ کہ جانِ خستہ دلاں سوختن در بیابانش

اسی پر قیاس کر لینا چاہئے کہ اہلِ سنّت جو فروعِ دین میں کوشاں ہوکر اپنے انفاسِ بزرگ پر مصائب و نوائب گوارا فرماتے ہیں چونکہ خلافِ اصول ہے اُسکا نتیجہ کیا ہوگا لازمہ شانِ مُسلمانی و ایمانداری یہ ہے کہ پہلے اصول مذہب کو درست کریں بعدہ اعمالِ صالحہ و بجا آوری احکام خدا و رسول اوس کو تزئین دیں اُسوقت احکم الحاکمین سے مفادِ اُخروی کے پوری اُمید رکھیں۔ حقیقت مذہب کا ادراک و دریافت نماز و روزہ وغیرہ سے بدرجہا مقدم ہے۔ ملّت کی اصلیت سے بیخبر رہنا اور فروعات میں کوشش ہائے بلیغہ سے جان کو کاہیدہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کلکتہ کا سفری

پشاور کی تاریک گھاٹیوں میں بے سود اپنی جان کو تلف کردیوے باعتقاد اہل اسلام اگر غیر محمدی زہد و اتقا و راست کلامی و دیانت و امانت وغیرہ اختیار کرے جیسا کہ بعض صاحب کئے ہوئے ہیں تو کیا اوسکو کوئی عز و امتیاز اخروی مل سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں یہی حال اہل سنت کا ہے کہ اندھا دھند نمازیں پڑہے جاتے ہیں۔ حفظ قرآن پہ شیفتہ و جاندادہ ہیں کشف و کرامات و صفائی باطن کا دعوی کرکے بحیلہ پیری گنہگاروں کی آمرزش کا ٹھیکہ لیکر شان غفاری دکہاتے ہیں۔ مگر کبھی بہولے سے بھی یہ خیال نہیں آتا کہ تحقیقات کما حقہ کرکے بنیاد مذہب درست کرلیویں بعد اصلاح اعتقاد کریں تقوی ہے ورنہ سب بیکار بقول سعدی ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ بظاہر یہ راہ نہایت پر خطر ہے جسکو حضرات اہل سنت نے تعمیر و تزئین مساجد و اذان و اعیاد و جمعہ وغیرہ سے ظاہرا سبزنما اور رنگین ملمع کار بنا رکہا ہے ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی۔ کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است۔ اگر غیر اسلام والے شخص کے روبرو جس کو سنی و شیعہ سے کوئی واسطہ نہیں یہ بیان کیا جاوے کہ اہل تشیع نے اہل سنت کو یہاں تک عاجز کیا ہے کہ انکے ممدوحین کا بحق آل محمد ظالم و جابر ہونا تخت خلافت پر بلا استحقاق جائز غاصبانہ طریقہ سے تمکن کرنا حضرت امیر کے نزدیک انکا کاذب غادر و خائن و آثم ہونا خود بیان خلفا سے انکا منافق رہنا انہیں کی سندی اور معتبر کتابوں سے مثل روز روشن دکہادیا ہے اور معاملات مذکورہ کی تشریح میں متعدد کتابیں لکھ کر اطراف عالم میں شایع کردیں اور تا حال کسی عالم اہل سنت نے ان اعتراضات شدید کے اٹھانے میں بلند ہمتی نہیں فرمائی تو کیا عقل باور کرسکتی ہے کہ وہ شخص ان جملہ معاملات کو سنکر یہ فیصلہ کردے کہ یہ

عجز و درماندگی اہلِ سنت حق پر نہیں حاشا وکلا کبھی ممکن نہیں کہ جاہل سے جاہل شخص بھی ایسا فیصلہ صادر کرنے سے اپنی ذات پر الزام بددیانتی قائم کرائے افسوس ہے کہ مضامین تمہیدی نے جو کہ قلم روک کر بخیالِ ملال ناظرین نہایت مختصر طور پر بیان کئے گئے ہیں بظاہر نہایت طوالت پکڑی اب عنانِ اشہبِ کلام بسوئے داستانِ مباحثہ سمبھلہیڑہ منعطف کر کے اُسکی حالت بیان کیجاتی ہے مولوی محمد قاسم صاحب نے کتاب کشف الغمہ سے یہ سوال پیش کیا تھا۔ سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیة السیف ہل یجوز فقال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفہ بالفضة فقال الراوی اتقول ہکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرة ترجمہ کلام امام علیہ السلام یہ ہے کسی نے پوچھا کہ تلوار پر چاندی کا کام کرنا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جائز ہے ثبوت جواز میں فعل ابو بکر سے استدلال کیا۔ چونکہ آپ نے خلیفہ اول کو خلافِ معتقداتِ خاندانِ نبوت بلفظ صدیق یاد فرمایا لہذا راوی کو استعجاب ہوا اس نے متعجب ہو کر پوچھا کہ کیا آپ اُن کو صدیق کہتے ہیں پس یہ سنکر بنظر تنبیہ راوی امام علیہ السلام دفعتاً اپنی جگہ سے اُٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے کہ ہاں صدیق ہے۔ صدیق ہے۔ صدیق ہے جو اُنکو صدیق نہ کہے خدا دنیا و آخرت میں اُس کے قول کو تصدیق نہ کرے۔ اس حدیث کے پیش کرنے سے مولوی صاحب موصوف کا یہ منشا تھا کہ جب امام پنجم اُنکو سچا جانتے تھے اور جھوٹا سمجھنے والے کو بد دعائیں کرتے تھے تو شیعہ چونکہ خلیفہ ابو بکر کو بُرا کہتے ہیں لہذا مخالف امام ہیں ڈپٹی سید الطاف حسین خانصاحب بہادر رئیس قصبہ ملہیڑہ ضلع مظفر نگر کے مکان پر یہ سوال مع سوال ثانی جو کہ آئندہ مذکور ہوگا پیش ہوا تھا سُنّی

و شیعہ کا قریب پانچسو دمیوں کے جمع ہوا مولوی سید بہادر علی شاہ صاحب
پنجابی سے جواب لینا تجویز ہوا تھا لہذا مولوی صاحب موصوف حسب قواعد
مقرر ین ملک پنجاب استادہ ہوتے مگر حضرت ممدوح کو کشف الغمہ کے دیکھنے
کا جس کے حوالہ سے سوال مذکور پیش کیا گیا تہا کبہی اتفاق نہوا تہا - اُن کو عنوان
سوال اور راوی کے طرز بیان سے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ روایت ساختہ
و موضوعہ ہے ممکن نہیں کہ آئمہ دوازدہ گانہ سے کوئی امام خلفاء کو صدیق و
فاروق سمجھیں لہذا درپئے تکذیب اصل روایت ہوتے اس بنا پر کہ صحاح
ستہ میں چونکہ یہ روایت مندرج نہیں بلکہ بخلاف اُسکے ایسے مضامین کی
روائتیں وارد ہوئی ہیں کہ جن سے صدیقؓ کا کاذب ہونا بلا کسی توہم کے
ثابت ہوتا ہے۔ پس رحالیکہ حضرات خلفا اپنے مُریدان و مقلدان کی جناب
میں یہ شان رفیع و مرتبہ بلند رکہتے ہیں تو کتب شیعہ میں کیونکر صدیق مانے گئے
جنکو اپنے گہر میں عزت نہین وہ غیر ملک میں کب وقعت پا سکتے ہیں اور فی الواقع
جناب مولوی سید بہادر علیشاہ صاحب کا یہ سلقہ نہایت ہی صحیح اور قابل قدر
تہا کہ اُنہوں نے بفراست ذاتی یہ قیاس کر لیا کہ ہرگز م باور نمی آید زرر وئے
اعتقاد * آل طاہر سے کوئی بزرگ ایسے شخص یا اشخاص کو جنکو سید الوصیین
و امام المتقین جھوٹا و دغا باز جانتے تہے بخلاف طریقہ آبائے کرام خود سچا
جانیں - خاتمہ کلام پر انشاءاللہ ناظرین کو پوری حقیقت واضح ہوجائیگی
شاہ صاحب موصوف کذب و نفاق شیخین کے مضامین کو بہت طوالت کے
ساتھ بیان کرنا چاہتے تہے اور بطور تمہید کچھ کہا بھی تہا کہ مد مقابل یعنی
مولوی محمد قاسم نے حقیقت مطلب کو سمجھ کر روک دیا اور بخلاف داب
مناظرہ دائرہ کلام کو تنگ کر کے یہ کہا کہ میں صرف اسقدر پوچھتا ہون

کہ کتاب کشف الغمہ شیعہ کی ہے یا نہین اور اسمین مضمون مستفسرہ وہیچ ہے
یا کیا دیر تک اس بات پر بحث ہوتی رہی کہ شاہ صاحب کو بیان کرنے مین آزادی
دیجائے نتیجہ بحث پر معلوم ہو جائے گا کہ جواب کس شان کا ہے۔ مگر مولوی
محمد قاسم صاحب نے مجدود کر لیا کہ فقط اتنا ہی بیان کردو چونکہ مولوی
بہادر علیشاہ صاحب نے اصل کتاب کشف الغمہ کو ملاحظہ نہ فرمایا تھا گو کہ مضمون
محولہ کتاب موصوف کو من بعض الوجوہ کہ جنکا ذکر اوپر آچکا ہے غلط قیاس
کئے ہوئے تھے لہذا اُسکی ردّ و قبول پر احتیاط جو کہ لازمہ شانِ علمائے شیعہ
ہے مانع ہوئی اتفاقاتِ حسنہ سے اُس جلسہ میں جناب مولانا و مقتدانا مرجع
انام السید مولوی محمد حسن صاحب لکھنوی برادرِ بزرگ جناب قبلہ وکعبہ
سید محمد حسین صاحب مجتہد و ذاکرِ جناب امام حسین علیہ السلام بھی موجود
تھے اور غالباً وہ اُسی وقت کسی سفر سے بخطِ مستقیم تشریف فرما ہوکر شریک
جلسۂ مذکور ہوئے تھے لیکن اُنہوں نے سوالات کو پہلے نہ دیکھا تھا اور نہ
مولوی سید بہادر علیشاہ صاحب کو اُنسے مشورہ کرنے کا موقع ملا تھا مولوی صاحب
ممدوح نے اوّل بہ طرفداری وحمایتِ مولوی صاحب پنجابی گفتگو کی اور اس
بات میں بصد شدومد کوشاں ہوئے کہ اُنکے بیان میں دخل در معقولات نہ
دیا جائے۔ مگر چونکہ مولوی محمد قاسم صاحب فقط مسئلے کی وہی ایک ٹانگ
کہے جاتے تھے کہ کتاب و عبارت کا ردّ و تسلیم کر لیا جائے اور اس بنا پر وہ
بجائے خود ایک نوع کا غلبہ سمجھے ہوئے تھے اُسوقت جناب مولوی محمد حسن
صاحب مقدم الوصف کو یارائے ضبط نہ رہا۔ فریقِ مخالف کو جری اور
بہادر علی شاہ صاحب کو بنظر احتیاط تسلیم عبارت میں متفکر دیکھ کر فوراً
در د دین سے جواب دیا کہ فی الواقع کشف الغمہ ہمارے مذہب کی ایک

فاضل جلیل کی تالیف کردہ ہے اور یہ مضمون بذیل ایک طولانی عبارت کے اسمیں درج ہے مگر صاحب کتاب نے لکھدیا ہے کہ ہم اقوال مخالف و موالف سب لکھتے ہیں تاکہ فریق مخالف کو اُس کے دیکھنے سے کچھ باک نہو۔ پس صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی سے جو کہ کُبرائے علمائے اہل سُنّت سے گذرے ہیں نقل کی ہے۔ اور خاتمۂ کلام پر بنظر توضیح لکھدیا ہے کہ آخرِ کلام ابن الجوزی فی ہذاالباب اندرین صورت اہل سنّت کا قول شیعہ کے مقابلہ میں یا شیعہ کا مقولہ بحقّ اہل سنت قابل احتجاج نہیں ہوسکتا۔ پس ہم منکر محض ہیں کہ یہ قول امام محمد باقر علیہ السلام کا نہیں اور نہ کسی کتاب شیعہ میں اُسکا وجود پایا جاتا ہے۔ ابن جوزی نے اپنے ہم طریق لوگون کی تقویتِ عقیدت کے لئے یہ مضمون تراشا ہے اور مثل اسکے خلفا ثلثہ کی بڑی بڑی تعریفیں علمائے اہل سنّت نے آئمہ علیہم السلام سے منسوب کی ہیں تاکہ اُن کے مریدوں پر ظاہر ہوجائے کہ خاندان نبوت کو حضراتِ خلفا سے کوئی بدظنی یا سوء المزاجی نہ تھی بلکہ ایسا اتحاد و اختصاص تھا کہ اُن کے مدّاح و معترف رہتے تھے۔ ناظرین آپکی طبائع صافیہ پر غالباً یہ امر روشن و منجلی ہو گیا ہوگا کہ سوال پیش کردہ مولوی صاحب موصوف فرقہ حقّہ امامیہ کے اس عقیدۂ صحیح کو کہ جناب ابوبکر ابن قحافہ صدیق نہ تھے ہرگز مضرت رسان نہیں ہے۔ بلکہ اگر کار فرمائے انصاف ہوں تو حضرات اہل سنت ہی روایت مذکورہ کی نسبت یہ خیال فرمالینےکی بہت آسانی کے ساتھ گنجائش رکھتے ہین کہ جناب ابن جوزی نے اپنی جودتِ طبیعت سے ایک مضمون بے سروپا تراش کر امام باقر علیہ السلام سے منسوب کیا ہے تاکہ اشخاص ظاہربین کی نگاہ میں ایک نوع کی منزلت و مقدرت خلیفہ صاحب کو حاصل ہو کر اہل سنّت کی

عزت و وقعت کا سبب ہو۔ اگر بخاطر داشت اہل سنت ہم تسلیم بہی کرلیوین
کہ یہ کلام امام باقر علیہ السلام ہے تب بھی اُنکو یہ استحقاق حاصل نہیں ہوسکتا
کہ شیعہ کے گلے پر چھُری رکھہ کر اُنکو مجبور کریں کہ آپ بھی بدل خواستہ و
ناخواستہ ہمارے خلیفہ جی کو صدیق کہو کیونکہ قرینہ کلام خود شہادت دے
رہا ہے کہ اصل راوی سنی تہا ورنہ تعجباً دریافت کرنا کہ کیا آپ بہی اُنکو
صدیق جانتے ہیں کیونکہ اگر کوئی شخص خواص شیعہ سے ایسا کلمہ خلیفہ صاحب
کی شان میں زبان امام سے سماعت کرتا تو اُسکو کیا ضرورت لاحق ہوئی
تھی کہ خلیفہ صاحب کی نسبت بایں لفظ انقول ھکذا امام علیہ السلام سے
اُنکا اعتقاد دریافت کرتا اصحاب با اختصاص پورے طور سے اس بات
کا علم رکھتے تہے کہ معصومین شیخین اور اُنکے اتباع کو نفس الامر میں خارج
الایمان جانتے ہیں مگر بوقت ضرورت حسب مصالح موقعہ تقیۃً اُن حضرات
کو بالفاظ دیگر یاد فرماتے ہیں۔ لیکن تابعین خلفا چونکہ بخوبی جانتے اور دیکھتے
رہتے تہے کہ اولاد علیؑ کو حضرات خلفا سے قاطبۃً بیزاری ہے اور اسوقت
زبان امام سے صدیق سُنا جو کہ خاص معتقدات اہل سنت سے ہے۔ بنا
آن اُسکو تعجب ہوا لہذا پوچھ بیٹھا درحقیقت وہ زمانہ نہایت نازک تھا۔
سلاطین جور برابر یہ کوشش کر رہے تہے کہ خاندان نبوت کو بالکل مٹا دیا
جاوے اکثر آدمی منافقانہ بظاہر معتقد بنکر اماموں کے پاس کچا حال معلوم
کرنیکی غرض سے آتے تہے اور حسب حال خود آئمہ علیہم السلام سے جواب
پاتے تہے چنانچہ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ جلسہ واحد مین مخالف وموافق
کی آمد وبرآمد سے اُن بزرگوار اِن نے حسب مصلحت وموقع وقت ایک مسئلہ
میں دو دو وتین تین حکم بظاہر مختلف دیتے ہیں اور جبکہ تخلیہ عن الاغیار ہوا اُس

مسئلہ کا حکم اصلی اور سبب اختلاف کلامی واشگاف فرما دیا۔ الحاصل بغرض صحت کلام ابن جوزی مندرجہ کشف الغمہ چونکہ بقرائن ظاہری مسئلہ حلیہ سیف کا پوچھنے والا سنی المذہب تھا۔ لہذا آپ نے اُسی کے مذاق کے موافق فعل ابوبکر سے استدلال کیا تاکہ اُس کے ذہن نشین ہوجائے و آئمہ علیہم السلام کا یہ کام نہ تھا کہ دینیات میں غیر لوگوں کے افعال و اقوال کو سند لا بیان فرمائیں اُن حضرات نے جو ارشاد فرمایا ہے اپنے آبا کرام سے سند لاتے ہیں اور عمر و بکر کا حوالہ نہیں دیا چنانچہ اُنکی نسبت کہا گیا ہے۔

اذا شئت ان ترضی لنفسك مذهبا		وتعلم ان الناس فی نقل اخبار
فدع عنك قول الشافعی واحمد		ومالك والمروی عن كعب احبار
وَوالِ اناسا قولهم وحديثهم		روی جدنا عن جبرئيل عن البار

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر انسان مذہب اسلام اختیار کرنا چاہے اور جانتا ہو یہ ہے کہ سوائے آئمہ علیہم السلام اجنبی آدمی نقل احادیث میں شامل ہیں پس اُسکو لازم ہے کہ اقوال شافعی و احمد و مالک و مرویات کعب احبار کو ترک کرکے اُن بزرگواران کے ارشاد ہدایت بنیاد کی محبت و تاسی کرلے جنکا قول یہ ہے کہ روایت فرماتے ہیں ہمارے جدّ بزرگوار جبرئیل علیہ السّلام سے اور وہ باریتعالیٰ سے پس یہ بات مسلّم ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے سوائے اپنے آبائے طاہرین کے اور کسی کے قول و فعل کو علت جواز قرار نہیں دیا آنحضرت سے اگر کوئی یہود و عیسائی وغیرہ مسئلہ پوچھتا تو توریت و انجیل کے احکام ارشاد فرماتے کیونکہ باعتقاد جمیع اُمت مفتی ہر چہار دفتر کے خلف الصدق تھے۔ بعنایت الٰہی مثل آفتاب نیمروز دکھایا کہ اگر اس روایت کا بقول ابن جوزی کچھ وجود بھی ہے تو سائل سنی کے مقابلہ

جسپر احتمالات گوناگون وارد ہو سکتے ہیں دل چاہتا ہے کہ ارباب خرد
کو اس بات پر توجہ دلائی جائے کہ براہِ کرم گستری روایت مذکورہ کی
سیاقِ کلام پر نظر فرماکر اُسکی گھڑت کو ملاحظہ فرمائیں مضمون روایت
بصد زبان گویا ہے کہ بمثل دیگر روایات واحادیثِ فضیلت شیخین
اُسکو بہت سوچ سمجھہ کر بنایا ہے غور کیجئے اوّل تو حلیہ سیف کا مسئلہ ایسا
اہم نہ تھا کہ جس کے استفسار کی نوبت امام تک پہنچی ہو۔ کیونکہ حلیہ سیف کی
کرنے یا نہ کرنے سے مرتکب پر کوئی الزام شرعی عائد نہیں ہو سکتا تلوار
کی خوبی اور اُسکا زیور برّش ہے سو فی الواقع خلیفہ صاحب کی تلوار مین
یہ بات کہاں تھی کیونکہ فرار عن الزحف جسکا بیان انشاء اللہ حصہ دوم میں۔
بخوبی کیا جائیگا جناب ابوبکر کی تلوار سے اُن صفات کا دفع کرنے والا ہے
جو کہ مردانِ نبرد آزما کی تیغ کے لئے زیبا ہے۔ ایسی مفرورین جہاد کی تلوار
واقعی یہی قابلیت رکھتی ہے۔ کہ اُسکو چاندی و سونے سے نقش و نگار
کرکے صندوق میں رکھدیا جائے تلوار کو مکلل و مذہب کرکے مصروف زینت
رہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مرد کو چوڑیاں پہنانا کہ بعض مردان نسوان مزاج
کا مستی کی اُداہٹ پر پان کی سُرخی کا استرجمانا سوائے ازیں جو جواب کہ
امام علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ حسب دابِ کلام خلاف قواعد
معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ابن جوزی لکھتے ہین کہ امام صاحب فوراً جگہ سے اُٹھہ
بیٹھے اور منکرِ صدیق کو ہاتھہ پھیلا پھیلا کر دعا بد دینے لگے۔ سوچنا چاہئے کہ
بقول جناب ابن جوزی مندرجۂ کتاب صفوۃ الصفوہ سائل نے یہی کہا تھا کہ
آپ بھی اُنکو صدیق جانتے ہیں اُسکا جواب بقاعدۂ تہذیب و آدمیت یہ ہی
تہا کہ اسمیں کیا کلام ہے۔ وہ صدیق ہے بہلا یہ کیا قرینہ انسانیت تہا کہ ایسے

نرم استفسار پر امام مضطر ہو کر دفعتاً چونک پڑے اور جگہ سے اٹھ بیٹھے اور
رو بقبلہ ہو کر کوسنا شروع کر دیا۔ غرضیکہ اس روایت ساختہ موضوعہ میں
فقط ایک لفظ صدیق اہل سنت کے دل لگتا ہوا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
اِس صفتِ موصوف کی اصلیت ظاہر کر دیجائے کہ جناب ابو بکر کی ذات کو
اُس سے کہاں تک تعلق ہے۔ واضح ہو کہ اسلام میں وہی خطاب تمغہ ایمان
واقتدار سمجھا گیا ہے۔ جو کہ آنحضرت کی زبانِ معجز بیان سے کسی کو عنایت ہوا ہو
چار خود غرض لوگوں نے اگر اپنی اغراض ذاتی سے کسی کو کوئی خطاب جلیل
عطا فرما کر خلایق کو اوسکے استعمال کرنے اور کہنے پر تحریص و ترغیب دلائی
ہو تو وہ لقب کسی طرح اُس خطاب کے درجہ پر نہیں پہونچ سکتا جو کہ عنایت
کردہ نبوی ہے قرآن پاک میں لفظ صدیق انبیا علیہ السلام کے لئے آیا ہے
جو کہ باتفاق جمیع اُمت معصوم ہیں جناب ابو بکر کے باب میں اُن کے موالیان
کو قطعی انکار ہے۔ کہ معصوم نہ تھے پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ غیر معصوم صفاتِ معصوم
کا حامل ہو عصمت بجائے خود رہی اُنکی تو خلافت کے لئے بھی جسپر اہل سنت ہزار
جان شیفتہ ہیں کوئی حکم نبوی اِس وقت تک دستیاب نہیں ہوا چنانچہ شاہ صاحب
تحفہ میں لکھتے ہیں کہ خلفا ثلاثہ نہ معصوم اند و نہ منصوص پس خلافت غیر منصوصہ
کے حاملین کو جنکو عصمت و طہارت سے کوئی تعلق نہیں صدیق و فاروق
سمجھ کر بغلیں بجانا بمقابلہ خصم اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے میں نہایت حیران
ہوں کہ امام پنجم نے منکر صدیقیت کے حق میں الفاظ نفرین آمیز کیوں
استعمال فرمائے۔ اگر حضرت ابو بکر کے لئے خطاب موصوف آسمان سے
نازل ہو کر صاحبِ ما ینطق عن الہویٰ کے زبانِ مبارک سے جاری
ہو کر سنتِ مؤکدہ ہو جاتا۔ تو اوسکے ترک کرنے پر امام محمد باقر علیہ السلام

دعا بد فرما سکتے تہے اور جبکہ نفس الامر میں خلیفہ صاحب بالذات ایسے خطاب جلیل کی لیاقت ہی نہ رکھتے تھے بلکہ بوجہ عدم معصومیت ہمتائے رتبۂ انبیا ہونا انکے لئے عقلاً ممتنع تہا تو امام محمد باقر علیہ السلام ایسا کیوں ارشاد فرماتے کہ جو انکو صدیق نہ جانے خدا اُسکو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے اصلیت یہ ہے کہ جب ریاست عامہ ان بزرگواران سے متعلق ہوئی تو خلافت کے ساتہہ حضرت امیر کے القاب بھی معرض ضبطی میں آگئے۔ کوئی صدیق بنا اور کوئی فاروق بنا جو جسکو پسند آیا اپنی ذات کے لئے گھڑ لیا اور اسوقت تک کثرتِ استعمال سے زبان زد ہوتے ہوتے ایک مستقل اصطلاح مابین سُنیہ ہو گئی ورنہ درحقیقت صدیق اکبر و فاروق اعظم وغیرہ یہ سب خطاب حضرت امیر علیہ السلام کے بروایات موثقہ و معتبرہ اہل سنت میں یہ بات طے شدہ ہے کہ سوائے جناب امیر علیہ السلام کے اور کوئی شخص اُمتِ احمدی میں صدیق جسکو ہمتائے رتبۂ نبوت سمجہنا چاہیئے نہیں ہے۔ طبرانی نے جو کہ اکابرِ محدثین سنیہ سے ہیں حضرت سلمانِ فارسی و ابوذرِ غفاری سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے بحق جناب علیؑ ارشاد فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے کہ سب سے پہلے ایمان لایا اور قیامت کو سب سے اوّل میرے ساتہہ مصافحہ کریگا۔ اور یہ صدیق ہے اِس اُمت کا اور افتراق حق و باطل کرنے والا ہے مومن کے لئے بمنزلہ یعسوب ہے۔ شہد کی مکھیوں میں ایک مگس کلاں ہوتی ہے۔ اُسکو بزبانِ عربی یعسوب بولتے ہیں وہ بحکم قدرت چھتہ کے دروازہ پر جہاں مکھیوں کی آمد و برآمد ہے اپنا مقام رکہتی ہے جو مکھیاں کہ باہر شہد لینے کے واسطے جاتی ہیں بوقتِ دخول اگر اُسکے منہ سے بوئے خوش گوار آئے تو اجازتِ داخلہ

دیتی ہے اور اگر کسی مکھی نے خراب و بودار درختوں کے پھول پتوں سے شہد حاصل کیا ہے تو اُسکو ٹکرہ ٹکرہ کردیتی ہے یہی حال حضرتِ امیر علیہ السّلام کا ہے چونکہ آپ یعسوب علوم ہیں لہذا جن لوگوں میں بروزِ قیامت بوئے ایمان نہ دیکھیں گے ختمی مرتبت تک نہ پہنچنے دیں گے اور پہلے ہی دروازہ پر منافقین و مرتابین کی قطع برید ہوجائیگی۔ عبارت یہ ہے۔ اخرج الطبرانی عن سلمان و ابو ذر رضی اللہ عنہما ان النبی صلعم قال لعلی ان ھذا اول من آمن وھو اول من یصافحنی یوم القیامۃ وھذا صدیق اکبر و فاروق ھذا الامۃ یفرق بین الحق والباطل وھذا یعسوب الدین مضمون بالا کی وہ حدیثِ صحیح بھی پورے طور پر تائید کرتی ہے۔ کہ جسکا ماحصل یہ ہے کہ بعہد رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام امتیازِ مومن و منافق محبّت و عداوت مرتضوی سے ہوا کرتا تھا دوسری حدیث بھی ہم مضمون طبرانی عرض کیجاتی ہے۔ اخرج النسائی والحاکم عن عباد بن عبد اللہ قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر امام نسائی نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے کتابِ مستدرک میں عباد بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں نے حضرت علیؓ سے سُنا ہے کہ میں بندۂ خدا اور رسولِ اکرم کا بھائی و صدیقِ اکبر ہوں سوائے ازیں حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں اور فخر رازی نے تفسیر کبیر و امام ثعلبی نے اپنی تفسیر و احمد بن حنبل نے مسند و ابن شیرویہ نے کتاب الفردوس و ابن مغازلی نے بکتابِ مناقب و سیوطی و ابن نجار نے روایت کی ہے۔ کہ صدیق تین شخص ہیں۔ حبیب نجار و خرقیل کہ مومنِ آلِ فرعون ہیں اور حضرتِ مرتضوی کہ سرکردۂ آلِ طٰہٰ ہیں اور یہ اُن دونوں سے افضل ہیں امام فخر رازی کی عبارت مندرجہ تفسیر کبیر ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہے

الصدیقون ثلاثۃ حبیب نجار و مؤمن آل فرعون حیث قال اتقتلون رجلا یقول ربی اللہ و الثالث علی بن ابیطالب و ھو افضلھم خطاب صدیق و فاروق کی حقیقت تو ظاہر ہوگئی۔ کہ سوائے جناب امیر علیہ السلام کے اور کوئی صاحب اس کے مستحق نہ تھے اب براہ مہربانی یہ بھی دیکھہ لیجئے کہ جناب عمر صاحب کو تمغۂ فاروقیت کہاں سے عنایت ہوا۔ شیخ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ یہ خطاب مستطاب حضرت عمر کو پیشگاہ یہود سے عطا ہوا ہے۔ اور رسول صلعم سے اس تسمیہ کی نسبت کوئی روایت نہیں ہے۔ سلمان جو عمر صاحب کو فاروق کہتے ہیں متابعت یہود کرتے ہیں۔ عبارت کتاب مذکور یہ ہے عن سعد بن کاتب الواقدی عن الزہری انہ قال بلغنا ان الیہود سمیہ فاروق ثم تابعوھم المسلمین ولم تبلغنا عن النبی صلعم فی ذالک شئ تسمیہ ہم گروہ شیعہ اسی بات کے تابع ہیں۔ جو کہ بسند صحیح و مستقل رسول صلعم سے مروی ہو ہمکو کیا ضرورت ہے کہ اطاعت یہود و دیگر کفار کرکے اپنا نام جریدۂ اسلام سے خارج کرائیں ایک اور روایت ہدیۂ خدمت کیجاتی ہے جس کے مطالب پر نظر کرنے سے ہر طالب حق پر باحسن الوجوہ روشن ہو سکتا ہے کہ بوجہ صدیق اکبر و فاروق اعظم ہونے کے جناب امیر کو ہدایت امت کا منصب مرحمت ہوا ہے محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کتاب کفایۃ الطالب میں لکھا ہے کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ ستکون بعدی فتنہ فاذا کان ذالک فالزموا علی بن ابی طالب فانہ اول من یرانی و اول من یصافحنی یوم القیامۃ وھو الصدیق اکبر و فاروق ھذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل وھو یعسوب المؤمنین و امام المتقین خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رسول صلعم نے بہ نظر تنبیہہ الغافلین بطور پیشنگوئی فرمایا ہے کہ بہت قریب ہے کہ میری امت

میں فتنہ پیدا ہوگا پس اے اہل اسلام اسوقت تمکو علی المرتضیٰ کی پیروی
و اطاعت کرنی چاہئے کیونکہ میرے تابعین میں یہ پہلا شخص ہے جو کہ مجھ
سے بروز قیامت ملاقی ہوگا۔ اور سب سے اوّل یہی میرے ساتھ مصافحہ
کریگا۔ کیونکہ یہ اِس اُمت کا صدیق اکبر و فاروق اعظم ہے افتراق حق
و باطل گویا اس کی ذاتیات و فرائض منصبیہ سے ہے مومنان متقیان
کی سرداری اور مقدمتہ الجیشی اِسی سے علاقہ رکھتی ہے۔ اِس روایت
سے سوائے خواص مفیدہ وکثیرہ کے ایک بڑا فائدہ یہ دیکھا یا کہ عندالاختلافات
و تنازعات و وقوع فتن جناب امیر علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری
کشتی ایمان کو محیط تباہی سے ساحل نجات پر پہنچانے والی ہے۔ خوشا
حال اُن مومنین کا کہ جنہوں نے بوقت تشاجر و تخاصم صحابۂ امیر و کل امیر کا
دامن دولت مضبوط پکڑکر حضیض ذلت سے اوج عزت پر ترفع حاصل
کیا۔ تحفیف نے اِس رسالہ کے حصہ دوم میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ
بذیل حدیث صحیح مسلم ثابت کردیا ہے۔ کہ وہ زمانہ جسمیں فتنۂ و فساد کے
خبر دیکر آنحضرت نے اُمت کو وصیت باطاعت مرتضوی فرمائی تھی ثلاثہ
کرام کا تھا۔ جن کتب میں کہ حضرت امیر کے صدیقیت و فاروقیت کا نشان
بہ نقل عبارات دیا گیا ہے اُنکا ہر جگہ ملنا دشوار ہے لیکن میں بخیال تسکین ناظرین
پُر تمکین ایسی کتاب کا نشان دیتا ہوں جو کہ باآسانی مل سکتی ہے۔ اور اہل سنت
کے نزدیک باعتبار صحت نہایت سندی سمجھی جاتی ہے صاحب مدارج النبوۃ
در وسیلۃ النجات در باب حالات ولادت مرتضوی رقمطراز ہیں کہ تسمیہ
کرد اورا ابوطالب بعلیؑ و تسمیہ نمود پیغمبر آنرا بہ تصدیق و لقب کرد بہ امین
و شریف و ہادی و مہدی و اذن واعیہ و یعسوب الدین وغیرہ ہرچند کہ زبان

معجز بیان خیمی مرتبت سے حضرت امیرؑ کا صدیق و فاروق ہونا باین وجوہ
واضحہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ حضرات اہل سنت کو بجز اسکے کوئی چارہ کار
نہیں کہ بدل خواستہ و ناخواستہ اسکو تسلیم فرما کر جناب ابو بکر کے صدیق ہونے
سے بعد تحسر دست کش ہوں مگر چونکہ اُنکے نزدیک جناب شاہ عبدالعزیز
دہلوی کا کلام غایت درجہ قابلِ وثوق ہے۔ لہذا اپنے بیانِ بخشیدہ و
سنگین پر ایک چھٹنکی اور چڑھا کر زیادہ وزنی کئے دیتا ہوں تا کہ اربابِ عدالت
کے میزانِ عقل میں ہمارا اتمام تر بیان پکی تول کا اُترے شاہ صاحب کے مجموعہ
فتاوے سے جو کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے دفتر میں موجود ہیں
ایک مضمون نقل کیا جاتا ہے کسی سائل نے حضور ممدوح سے دریافت
کیا تھا کہ جناب امیر علیہ السلام کو مرتضیٰ کہنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے اُس کا
جواب یہ دیا گیا تھا کہ در احادیثِ صحیحہ کنیت ایشان بابوتراب و ابوریحانتین
و تلقیب ایشان بذوالقرنین و یعسوب الدین و صدیق و فاروق و عیبۃ الآئمۃ
و یعسوب قریش و بیضۃ البلد الامین و شریف و ہادی و مہدی و ذی الاذن
الواعیہ و ثابت است و مرزا محمد بن معتمد خان حارثی مورخ شہیر
این شہر یعنی دہلی در رسالہ فضائل خلفاء و مناقب اہلبیت کہ این ہر دو
رسالہ را تصنیف نمودہ تلقیب ایشاں بمرتضیٰ نیز ذکر نمودہ اما این
وقت تغییر را یاد نیست کہ کدام حدیث درین باب ... کردہ انتہے
پس بوجوہات متذکرہ صدر ثابت و محقق ہو گیا کہ جناب ابو بکر کے سنے
کوئی خطاب صدیق بارگاہ نبوی سے عطا نہیں ہوا بلکہ اس اُمت
کے صدیق و فاروق حضرت امیر علیہ السلام ہیں۔ اور جناب عمر جو فاروق
اعظم بولے جاتے ہیں وہ باتباع یہود اس لقب سے نامزد ہوئے ہیں نہ بخصوصیت

کبھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب ابوبکر کو صدیق فرمایا ہو یا کہ صدیق نہ سمجھنے والے کو بددعا کی ہو محض ابن حجر زہی صاحب کی بناوٹ ہے کہ لوگوں کے شوق دلانے کو ایسے ایسے الفاظ گرم وضع فرماتے ہیں جناب امیر علیہ السلام نے حسب روایات اہل سنت فرمایا ہے۔ انا الصدیق الاکبر لا یقول بعدی الا کذاب یعنی میں صدیق اکبر ہوں جو کوئی بعد میرے اس لقب کو اپنی ذات سے نسبت کرے وہ جھوٹا ہے لہذا نونہال حدیقہ سنت اعنی مولوی مہدی علی خاں صاحب بہادر مؤلف آیات بینات نے بہ تقلید اکابر سنیین رشید الدین خاں تلمیذ شاہ صاحب غایت باریک بینی و نکتہ رسی و دقیقہ سنجی سے عجیب مضمون دلفریب پیدا کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ ان سے پہلے کوئی صدیق تھا کیونکہ جناب شیر خدا نے اپنے زمانہ مابعد کے لئے مدعی صدیق کو کاذب فرمایا ہے اور زمانہ ماقبل کو مقید بہ علم وجود صدیق نہیں فرمایا نظر بر آں طبقہ اولی میں ابوبکر ہیں ہمکو اس توجیہ غیر موجہ کے تسلیم کرنے میں تامل نہ ہوتا مگر سخت لاچاری ہے کہ ایک مولوی مہدی علی خاں صاحب کی خاطر داشت بڑے بڑے علماء سنیہ کی بیخ کنی کا سبب ہوتی ہے کیونکہ بحوالہ فخر رازی و تفسیر ثعلبی و امام احمد بن حنبل وغیرہ پہلے نقل ہو چکا ہے۔ الصدیقون ثلاثۃ حبیب نجار و حزقیل و علی بن ابیطالب پس حصر صدیقیت بقول اکابر سنیہ تین شخصوں میں ہوا منجملہ ان کے دو صاحب حضرت امیر سے پہلے ہیں پس کیوں نہیں جائز ہے کہ نظر بر زمانہ ماقبل مراد حضرت امیر حبیب نجار و مومن آل فرعون یعنی حزقیل سے ہو۔ حضرات اہل سنت کو اختیار ہے

کہ فخر رازی وغیرہ علمائے متقدمین کو سچا کہیں یا کہ مولوی مہدی علی خاں صاحب جدید سُنّی کو فخر رازی وغیرہ نے صداقت کو حبیب نجار وغیرہ کی ذات پر منحصر کر کے مولوی مہدی علی خاں صاحب بہادر کے اس تاویل علیل کو کہ حضرت امیر نے خلیفہ ابو بکر کو پہلے زمانہ کا صدیق سمجھ کر شرط ابعد لگائی ہے بالکل باطل کر دیا پس ظاہر ہو گیا کہ لفظ بعدی سے حضرت امیر کی یہ مراد نہ تھی کہ قبل ہمارے دوسرے صدیق یعنی خلیفہ اول گذرچکے ہیں کیونکہ خلیفہ موصوف کا شمار اشخاص گذشتگان میں نہیں ہو سکتا جو حضرت امیر کے ہمزمانہ تھے اہل عقل خوب جانتے ہیں کہ مایۂ فخر ومباہات وہی بات ہوتی ہے جسکو بوجہ ندرت معدومیت ہو چنانچہ کہا گیا ہے۔ النادر کالمعدوم درحالیکہ اُمت محمدی میں حسب معتقدات اہل سُنت جناب ابو بکر ہی صدیق تھے تو حضرت امیر کو یہہ تبحر و ناز و دعوی فردیت کیوں ہوا۔ جبکہ ایک اُستاد کے دو شاگرد یا ایک پیر کے دو مرید کسی کمال خاص میں درجہ مساوات رکھتے ہوں تو عقل باور نہیں کرتی کہ منجملہ اُن دو شاگردوں یا مریدوں کے کسی ایک کو کوس انانیت بجانے کا منصب حاصل ہو سکے حضرت امیر کے ارشاد باسنداد اور روایات مذکورہ صدر سے بوجوہ کما ینبغی ثابت و متحقق ہو گیا۔ کہ آپ نے تمام اُمت احمدیہ میں اپنے نفس مقدس کو لباس صدق سے آراستہ پا کر ایسا بلند دعوی فرمایا ہے رہی شق ثانی یعنی بعدیت جس کے بھروسہ پر مولوی مہدی علی خاں صاحب نے دقت نظری سے جہلاء گم کردہ خرد کے لئے یہ راہ پُر فریب نکالی ہے اُسکی حقیقت یہ ہے کہ محاورات عرب میں بمقام مدح لفظ بعدی کا استعمال کرتے ہیں مُراد اُس سے نفس غیر کی نفی ہوتی

ہے جیسا کہ حسب روایات متفقہ جناب امیرؑ نے فرمایا ہے انا اخو رسول اللہ لا یقول بعدی الا کذاب مراد یہ ہے کہ اگر سوائے میری ذات کے دوسرا شخص اخوت رسول پاک کا دعویٰ کرے وہ کاذب ہے نہ یہ کہ جو میری وفات کے بعد ایسا دعوے کرے جناب امیر کے ارشاد بالا کی تائید اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسکو ابن عبد البر نے کتاب استیعاب میں لفظ بعدی کو قائم مقام غیرے سمجھ کر بایں الفاظ لکھا ہے قال علی علیہ السلام انا عبد اللہ واخو رسول اللہ لا یقولہا غیری الا کذاب چونکہ حضرت جعفر طیار و جناب عقیل بھی مثل جناب علی المرتضیٰ آنحضرت کے بھائی تھے لہذا معترض کو گنجائش کلام مل سکتی ہے کہ باوصف موجود ہونے اور چند اشخاص کے جناب امیر نے یہ تخصیص کیوں فرمائی اُس کا جواب یہ ہے کہ خود آنحضرت نے بحق مرتضوی فرمایا ہے کہ یا علی انت اخی فی الدنیا والآخرۃ یعنی اے شیر خدا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو یہ خویشی وبرادری کمالیت ایمان و ایقان پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ جناب ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی الحاصل لفظ بعدی کا جو کہ اسوقت محل نزاع میں ہے بہ معنی غیرے مستعمل ہونا قرآن پاک سے بھی ثابت ہے صاحب تفسیر مدارک کہتے ہیں رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ای دونی وانما سئل بھذہ الصفۃ لیکون معجزۃ لہ لا لاحد پس صاحب مدارک کا لفظ بعدے کو بہ لفظ دونی تفسیر کرنا کہ صریحاً معنے غیر دشوار ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ گاہے بعدے کو بہ مقام غیرے بھی بولتے ہیں قصہ کوتاہ ہزار ہزار رنگ بدل کر حضرات اہل سنت در پئے اثبات صدیقیت خلیفہ اوّل ہوتے ہیں مگر کیا امکان

کہ صداقت کی ہوا ہی آجائے علمائے سُنّیہ نے بہ حمایت سقیفہ پردازان ہر طرح سے زور لگا کر القاب عظیمہ وجلیلہ وفخیمہ سے خلفا کا موصوف ہونا چاہا۔مگر بالو کی دیوار کا سیل فنا کے مقابلہ میں کیا وقار ہوتا ہے شیعہ نے دو چار ہی چھینٹوں میں جڑ سے گرادیا چونکہ روایت نعم الصدیق کا منبع حقیقی کتاب صفوۃ الصفوۃ مؤلفہ ابن جوزی ہے لہذا شیعہ پر کوئی جواب دینا لازم نہیں ہاں اگر صاحب کشف الغمہ روایت موصوفہ کا سلسلہ کسی راوی شیعہ سے بیان فرماتے تو البتہ جواب دینا لازم تھا۔ رہا یہ معاملہ کہ عالم شیعہ نے اس قصہ کو اپنی کتاب میں کیوں وارد کیا اسکی حقیقت واقعی یہ ہے کہ صاحب کشف الغمہ نے بغرض اظہار معرفت آئمہ علیہم السلام اپنی کتاب کو ترتیب دیکر دونوں فرقہ کے اقوال نقل کئے ہیں تاکہ دیکھنے والے کو تذبذب دامنگیر نہو اور یہی خیال کہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء کتب سُنّیہ سے بیشتر از بیش مضامین جنکا صفات آئمہ سے تعلق ہے بیان فرماتے ہیں۔ ابن جوزی نے امام ابوجعفر یعنی محمد باقر علیہ السلام کے حالات برکت آیات نہایت شرح وبسط سے لکھے ہیں صاحب کشف الغمہ نے اس کل عبارت کو بتمامہ نقل فرما دیا ہے اس میں ضمناً ابن جوزی صاحب نے روایت نعم الصدیق کا تذکرہ کیا ہی لہذا صاحب کشف الغمہ نے اس تمام عبارت کو لکھدیا اگر روایت موصوفہ کو بیچ میں سے نکال ڈالتے تو ان پر اسقاط کلام کا اعتراض وارد ہوتا پوری عبارت بلا تصرف خود حوالہ قلم کرکے آخر میں بہ نظر آگاہی عامۃ الناس لکھدیا کہ ہذا من آخر کلام ابن جوزی تاکہ دیکھنے والی پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ تمام کلام ابن جوزی کا ہے اور شیعہ کو

اس کی پابندی سے آزادی ہے دراصل ہمارے علما کا یہ کام نہین
کہ کسی کی عبارت کو کاٹ چھانٹ کر آدھا تیتر آدھا بٹیر کرلیں نقل
عبارت میں خیانت کرنا اُن کا کام ہے جو کہ خائن کو اپنا پیشوا جانتا ہو
جناب شاہ صاحب نے تحفہ کے متعدد مقامات پر کسی خوف سے نقل
عبارات میں اپنا تصرف کرکے ایسا کچھ تغیر و تبدل کیا ہے کہ جس کی
وجہ سے اب جو تحفہ میں اُن پر سخت دار و گیر ہو رہی ہے۔ اگر ہمارے علما
بھی ایسا کرتے تو مقلدان شاہ صاحب اتنا شور مچاتے کہ پناہ بخدا مختصر
موقعہ مباحثہ پر کتاب کشف الغمہ موجود تھی مولوی محمد قاسم صاحب
پر بار ڈالا گیا کہ آپ مدعی ہیں اور ہمیشہ سے مقدمہ بذمہ مدعی ہوا
کرتا ہے کتاب بہم پہنچا کر ثابت کیجئے کہ یہ کلام ابن جوزی کا نہیں ہے۔
مولوی صاحب نے بڑی تلاش سے کتاب منگائی اور ابن جوزی کا
حوالہ دیکھ کر فرط ندامت سے ایسی خاموشی اختیار کی کہ جواب ندارد
حقیر نے مولوی صاحب کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جسکو
انشاء اللہ عنقریب نقل کرنے والا ہوں اس کے پہلے حصہ میں مَیں نے
مباحثہ سلہیٹرہ کا ذکر کیا تھا اور دوسرے حصہ میں ایک سوال پیش کیا
تھا جسپر دوبارہ بنا مناظرہ قائم ہوئی تھی۔ مولوی صاحب نے سوال
سخیف کا تو جواب دیا مگر ہیٹرہ کی بابت کچھ تذکرہ نہ فرمایا اے ناظرین خوش
آئین پہلے سوال کی حقیقت و وقعت تو آپ پر ظاہر ہوگئی۔ مہربانی فرماکر
دوسرے سوال کو بھی ایک نظر دیکھ لیجئے اور پھر رسالہ مؤلفہ حقیر اور
اُس کے جواب اور رد و کید او مناظرہ کو ملاحظہ فرمایئے ؛

سوال دوم جو کہ نہج البلاغہ سے پیش ہوا تھا

عن امیر المؤمنین انہ قال للہ بلاد فلان لقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنۃ وخلف البدعۃ ذھب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ لا یہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی

اسکا ترجمہ حسب مراد حضرات سنیان ذیشان مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی مولف ہدیۃ الشیعہ نے اس طرح فرمایا ہے کہ خدا ہی کے واسطے ہیں شہر ابوبکر کے یعنی ابوبکر میں خدا داد خوبیان ہیں پس قسم ہے خدا کی کہ اُنہوں نے سیدھا کر دیا ستون کو اور قایم کیا سنت کو اور پس پشت ڈالا اُنہون نے بدعت کو پاکدامن بے عیب گئے خوبی خلافت کی اُنکو نصیب ہوئی اور آگے چلدئے خلافت کے فسادوں سے اداکی اُنہون نے خداوند کریم کی طاعت پرہیزگار رہے حق پرہیزگاری کا چلدئے اور مختلف رستوں میں حیران ہیں کہ نہ گمراہون کو راہ ملتی ہے اور نہ ہدایت والوں کو ہدایت کا یقین ہے مولوی صاحب نے باتباع شاہ عبدالعزیز دہلوی - بقولے نقل راچہ عقل تحفہ سے خطبۂ موصوف نقل کرکے پیش کیا اور یہ نہ سمجھا کہ شاہ صاحب نے خیانت فرماکر لفظ فلاں مندرجہ خطبہ کو ابوبکر سے بدلکر باقرار خود تحریف کی ہے چنانچہ تحفہ میں رقمطراز ہیں کہ سید رضی برائے حفظ مذہب خود تصرفے کردہ لفظ ابوبکر را حذف نمودہ بجائے او لفظ فلان آوردہ تا اہل سنت تمسک نتوانند نمود پس مولوی صاحب پر لازم تہا کہ شاہ صاحب کی تحریر کو معائنہ فرماکر اُنکی خود رفتاری وخیانت شعاری سے سر در گریبان ہوکر اصل کتاب مستطاب نہج البلاغہ کے موافق عبارت نقل فرماتے تو وہ خفت سر جلسہ نہ اُٹھاتے

کہ جسکو آگے بیان کیا جاتا ہے جسوقت کہ جناب مولوی محمد حسن صاحب قبلہ نے فلان کی جگہ ابوبکر دیکھا مولوی محمد قاسم صاحب سے تعجباً پوچھا کہ کیا اصل کتاب نہج البلاغہ میں اسی طرح لکھا ہے اُنھوں نے جواب دیا کہ ہاں ایسے ہی ہے مولوی صاحب نے فرمایا کہ خطبہ مندرجہ نہج البلاغہ میں للّٰہ بلاد فلان ہے آپ للّٰہ بلاد ابوبکر کس طرح فرماتے ہیں مولوی محمد قاسم صاحب چونکہ تحفہ سے ایک پرچہ پر خطبہ نقل کرکے لائے تھے اور اصل نہج البلاغہ کو اُنھوں نے نہ دیکھا تھا۔ لہذا باعتبار تحریر شاہ صاحب نہایت تحتم و وثوق سے یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ ہماری تحریر اصل کتاب کے موافق ہے چونکہ مولوی صاحب کا آستین چڑھا کر ایسا بیان فرمانا بالکل خلاف واقع تھا لہذا جناب مولوی محمد حسن صاحب نے نہایت استقلال سے بکشادہ پیشانی حتماً و جزماً یہ وعدہ کیا کہ اگر متن نہج البلاغہ میں بجائے فلاں ابوبکر ہے۔ تو میں سُنّی ہو جاؤنگا۔ موقعہ مباحثہ پر نہج البلاغہ موجود نہ تھی مدعی صاحب سے کہا گیا کہ مثل کشف الغمہ نہج البلاغہ بھی بہم پہنچا کر دکھا دیئے کہ فلاں ہے یا ابوبکر مگر ساتھہ ہی یہ بھی کہدیا کہ جس مطلب سے آپ خطبہ کو پیش کرنا چاہتے ہیں وہ حاصل نہو گا۔ کیونکہ اس سے کوئی تعریف پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ سراسر مذمت ہے اسوقت خطبہ کی بابت زیادہ گفتگو نہوئی اور جلسہ ختم ہو گیا۔ بعد دستیابی نہج البلاغہ متن خطبہ میں للّٰہ بلاد فلان دیکھہ کر سائل صاحب اپنی جرأت بے محل سے ایسی ندامت کش و خجلت زدہ ہوئے کہ پھر کبھی بھولے سے بھی نام نہ لیا۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے شاہ صاحب کی تحریر کو سچا باور کرکے برسر جلسہ اُس مباحثہ میں وہ خفت شدید اٹھائی کہ آجتک لوگ بنظر سخریہ و استہزا یہ ہی کہے جاتے ہیں کہ جناب

مولوی صاحب روایت نعم الصدیق کشف الغمہ میں بحوالہ ابن جوزی درج
ہے یا کیا اور نہج البلاغہ میں لفظ فلاں ہے یا ابوبکر بیچارے مولوی صاحب
سوائے اسکے کہ دل ہی دل میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو
کوس لیں اور کچھ جواب دہ نہیں ہو سکتے بھلا شاہ صاحب کا تو یہ مذہب
تھا کہ جھوٹی کتابوں کا شیعہ کی طرف منسوب کرتا یا کہ بعض کتب شیعہ کی ایسی
عبارتیں جنسے اہل سنت کا صریحاً ضرر تھا کاٹ چھانٹ کر رد و بدل کر دینا
مطالب مفید شیعہ مندرجہ کتب سنیہ سے قطعاً انکار کرکے یہ لکھدینا کہ
این روایت در ہیچ کتابے از کتب اہل سنت موجود نیست واو بطریق
ضعیف مگر تعجب ہے کہ مولوی صاحب نے تو پہلی پہل دائرہ مناظرہ میں
قدم رکھا ہے ابتدا کلام میں ایسی فروگذاشت برائے آئندہ بڑی قوت
پیدا کرے گی ہنوز دلی دور ہے فن مناظرہ معرکۃ الآراء شمار کیا گیا ہے
منزل مقصود تک پہنچنے میں ایک ایک قدم ہفتخوان رستم و اسفندیار سے
صعب تر ہے جناب ممدوح کو لازم تھا کہ اجوبہ تحفہ کو ملاحظہ فرما کر بحکم فاعتبروا
یا اولی الابصار تنبیہ پذیر ہوتے کہ بجرم خیانت کلام و تحریفات عبارات وانکار
بدیہات شاہ صاحب نے متکلمین شیعہ کی زبان و قلم سے کیا کچھ انعام پایا
ہے اور تماشا دیکھئے خود را فضیحت و دیگرا نصیحت جناب شاہ صاحب
عبارت نہج البلاغہ میں فلاں کا تبادلہ ابوبکر سے کرکے اپنے تصرف و خیانت
سے اغماض فرما کر بقولے الٹا چور کوتوال کو ڈانڈے جناب سید رضی علیہ الرحمہ
پر الزام حذف و اسقاط لفظ ابوبکر قائم فرما کر حملہ آور ہوتے ہیں انپر حسب
داب مناظرہ لازم تھا کہ کسی کتاب شیعہ کا پتہ دیتے کہ فلاں کتاب فرقہ
حقہ امامیہ میں للہ بلاد ابوبکر لکھا ہوا تھا سید رضی نے بخیال حفظ و صیانت

مذہب خود ساختہ و مسلک خیانت ہو کر بجائے ابوبکر فلاں جما دیا ہے نہ
کسی کتاب کا نشان دیا نہ اور کوئی ثبوت قابل تسلیم پیش فرمایا محض اپنے
ذہنی خیالات سے سید بزرگ کو جن کی تعریف و توصیف میں ابن خلکان و
دیگر علمائے سُنیان رطب اللسان ہوتے ہیں معاذ اللہ بجرم خیانت مجرم
قطعی قرار دیدیا قاعدہ کلیہ ہے کہ فرد قرار داد جرم اُسوقت سنا کر صفائی
طلب کیجاتی ہے جبکہ پورے طور پر ملزم کی ذات ارتکاب جرم سے ملوث
ثابت ہو۔ اہل انصاف غور فرمائیں کہ جناب شاہ صاحب نے سید رضی
اعلی اللہ مقامہ پر سوائے اسکے اظہار کے کہ جسپر صد گونہ احتمالات خلاف
بیانی ناشی ہوسکتے ہیں اور کیا ثبوت پیش فرمایا البتہ جرم تصرف و خیانت
و حذف الفاظ و اسقاط عبارات اسکو کہتے ہیں جیسا کہ ہمارے علمائے اعلام
و فضلائے ذوی الاحترام نے اجوبہ تحفہ و منتہی الکلام میں شاہ صاحب و
مولوی حیدر علی صاحب کی ذات بابرکات پر عائد فرما کر اُنکے مقلدان
و مریدان کو ایسا مضمحل و پامال کیا ہے کہ جس کی صفائی با وصف امتداد
مدت و انقراض زمانہ کثیر آجتک نہیں ہوسکی اور نہ قیامت تک ممکن ہے
اہل عقل جانتے ہیں کہ جن بیچارے مجرمان کی صفائی پیروکاران نہیں دیسکتے
اُنکے معتقدات تا قابل الضمانت میں بزمانہ تحقیقات طول حوالات سے کیا
کیفیت ہوتی ہے ملزمان بجرم خلاف نویسی استقصاء الافحام و تشئید المطاعن
و عبقات الانوار وغیرہ کے سخت پہرہ میں مشت و لگد کھا رہے ہیں اور بیچارے
پیروکاران و ہواخواہان حوالات کے مستحکم اُستوار حصار کو بہ نگاہ حسرت
معاینہ فرما کر اپنی کوتہ دستی و بے بسی سے سر بجیب تفکر ہیں کوئی صفائی نہیں
دیسکتے عام اہل اسلام آگاہ ہوں کہ جناب شاہ صاحب و حیدر علی صاحب

وغیرہ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اونہوں نے ایسے چند اشخاص بے احتیاط
کی اعانت کی کہ جنہوں نے ہنگام وفات اپنے بادشاہ وخداوند نعمت کے حکم
سے سرتابی کرکے اُسکو بیہودہ گو قرار دیکر رنج وغصہ دلایا دفعتاً تمام حقوق
نمک خواری کو فراموش کرکے ایسی کجروی اختیار کی کہ اپنے بادشاہ لازم الاطاعت
کی نصیحت و وصیت آخری کو جسپر کل مملکت کا انتظام مربوط و منوط تہا رد کردیا
اُسکو بیدفن وکفن چہوڑ کر بلا ادائے نماز جنازہ باستحقاق ناجائز بانگ و بانیکی فکر
میں پڑ گئے جس ولیعہد کو بادشاہ کی حیات میں مسند نشینی پر مبارکباد دیچکے تہے
اُس کے ملک خداداد میں مداخلت بیجا کرکے دست ظلم دراز کیا اپنے ولیعمی
کی بیٹی کو درحالیکہ وہ مرگ پدری سے متالم ہو کر مبتلائے نوحہ وشیون تہی
دہمکایا کہ تیرے گہر کو آگ لگا کر خاک سیاہ کردیں گے بادشاہ جو اپنی بیٹی اور نواسون
کے لئے اوقات بسری کا بحکم خدا انتظام کرگیا تہا اُسکو بوجوہات ناموجہہ توڑ ڈالا
ایسا پختہ انتظام کیا کہ اُس بادشاہ کے خاندان کا جہاز موج آفات و صدمات
سے تباہ وبرباد ہو کر تختہ تختہ ہو گیا دینی سلطنت میں دنیادی رموز وحکمت و کوتخیل
ودیگروہ وہ باریکیاں پیدا کیں کہ پہر بامن وآسائش اُس بادشاہ کی اولاد کو
سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا۔ شاہ کے ذی عزت مصاحبوں کو جنکا گوشۂ خاطر
سلطانی خاندان کی طرف مائل تہا۔ ادنے ادنے غلاموں سے پٹوا کر خارج
از بلد کردیا۔ قانون کی متعدد کتابوں کو پہونکدیا شاہ کی پیاری بیٹی کے شکم
پر صدمۂ ضرب پہنچا کر معصوم بچہ کو مار ڈالا اپنے خداوند نعمت کی بیٹی کو متواتر
ایسے صدمات جانگزا پہنچائے کہ جس سے اُسکو اس بات کی وصیت کرنیکی ضرورت
پڑی کہ وہ آزاد دشمن اسکے جنازہ پر نہ آئین وغیرہ وغیرہ پس ایسے اشخاص
کی ذات سے جرائم متذکرۂ بالا کا اُٹہانا بازیچۂ اطفال نہ تہا پیرو کاران ماتھ

چھوڑ کر بیٹھ رہیے۔ مکانوں کے دروازے بند کرلئے۔ چونکہ موالیان خلفا و
شاہصاحب وغیرہم باوصف مہلت ہائے کثیر اسوقت تک کوئی صفائی پیش
نہیں کرسکے لہذا بنظر اتمام حجت اشتہارات جاری کیئے گئے۔ پچیس ہزار روپیہ
کی طمع دلائی گئی کہ اسقدر روپیہ لیکر اپنے مرشدوں کے ذمہ سے الزام خیانت
و افترا اٹھاکر خلفا کا باایمان ہونا ثابت کرو مگر سب سوگئے اور روپوشی اختیار
کی متواتر احکام جاری ہوتے ہیں سپاہیوں کو تاکیدی پروانے دئے جاتے ہیں
کہ پیروکاران کو اطلاع دو حوالاتی بند بلا کی حوالات سے کھلے جاتے ہیں اگر اب
بھی اُن کی صفائی میں کچھ پیش ہوسکتا ہے تو داخل کرو ورنہ مقدمہ تجویز کردیا
جائیگا۔ کارپردازان دفاتر تحقیقات اعانت کنندگان و ہواخواہان شاہ صاحب
وحیدر علی صاحب وغیرہ کے دروازوں کو تیغہ کیا ہوا دیکھ کر بند مکانوں کی دیوارون
پر اطلاعنامہ و اشتہارات چسپاں کرکے واپس چلے آتے ہیں پیروکاران کے محلوں میں
عجیب سیر و تماشہ ہو رہا ہے جس طرف نگاہ کرو۔ کہیں استقصاء لٹکی ہوئی نظر
آتی ہے کسی جگہ عبقات الانوار کہیں طعن الرماح ولدوزی کر رہی ہے اور کسی
دروازہ پر ضربت حیدریہ ذوالفقار کی چمک دکھا رہی ہے۔ خیر ما را چہ ازیں قصہ سو
راحت ہے جسقدر یہ بلا میں پڑے رہیں جلدی ہے کیا ابھی تو پڑے ہیں پڑے رہیں
دشمنان اہلبیت کی حمایت نے دنیا میں جناب شاہصاحب وغیرہ کو یہ نتیجہ دکھایا کہ اُن
کے اقوال پر جو ایراد کیا گیا ہے اُسکا کوئی دفع کرنیوالا نہیں اور جبکہ بروز قیامت
آل احمد دادخواہ ہوگی کہ خدایا یہ لوگ زبان و قلم سے ہمارے معاندین کے ممد و
معاون ہوئے تھے اُسوقت بارگاہ جبار و قہار سے سوختہ بردار دل کے نام
یہ حکم شدید تاکید اُنفاذ پذیر ہوگا کہ ایسے تمام ترعلما و متکلمین کو جنہوں نے معاندین
و مبغضین خاندان نبوت کی زبان و قلم سے امداد کی ہو خوار کے ساتھ پیش کیا جاے

ناظرین اوراقِ ہذا و نیز ناظران اجوبہ تحفہ و منتہی الکلام و آیات بینات و ہدیۃ الشیعہ وغیرہ پر مثل آفتاب نیمروز روشن و تاباں ہے کہ اہل سنت شاہ صاحب و حیدر علی صاحب وغیرہم کی بابت اِسوقت تک کسی قسم کی صفائی پیش نہیں کر سکے پس واضح ہو گیا کہ ملزم کی ذات سے الزام اٹھانے میں قاصر رہنا بصد زبان اُسکے مجرم ہونیکا اقرار کرنا ہے سیدھی بات ہے کہ اگر جناب شاہ صاحب وغیرہ متکلمان سُنیان نے برسر راستی ہو کر شیعہ کا مقابلہ کیا تھا تو بالضرور علمائے اہل سنت سے کوئی تو کمر ہمت چست باندھکر جواب الجواب لکھنے پر آمادگی ظاہر کرتا جناب مولوی خلیل احمد صاحب ہدایات الرشید میں عدم جواب اجوبہ تحفہ وغیرہ پر بایں الفاظ رقمطراز ہیں کہ تحفہ کے جوابوں کا کیا جواب دیا جاوے وہ کتابیں یہ قابلیت ہی نہیں رکھتی کہ کوئی عالم اہل سنت تصدیعہ جواب اٹھا کر اپنا وقت گرانمایہ صرف کرے ہیں اہل عقل سے بہزار ادب بلکہ بصد منت متمنی و ملتجی ہو کر مستفسر ہوں کہ خدا را کام فرسائی کو چہ انصاف ہو کر ارشاد فرمائیں کہ صاحب ہدایات الرشید کا یہ عذر اُس لومڑی کے بیان سے کتنا ملتا ہوا ہے جس نے اپنی کوتاہ دستی سے لہلہاتے ہوئے خوشۂ انگور چھوڑ کر منہ پھرا لیا تھا کہتے ہیں کہ ایک لومڑی تختہ انگور میں پہنچی عمدہ عمدہ انگور دیکھ کر دل للچایا بہت کودی اچھلی پر نہ پہنچ سکی آخر خستہ ہو کر کہنے لگی۔ کہ کون وقت ضائع کرے۔ موئے انگور کھٹے ہیں بلا تشبیہ یہی حالت جناب مولوی خلیل احمد صاحب کی ہے متکلمین اہل سنت نے بہت کچھ کوشش کی کہ تحفہ و منتہی الکلام کے جوابوں کا رد لکھا جائے مگر استغفر اللہ کیا امکان کہ ایک بات کا بھی جواب دے سکیں۔ اگر حضرات اہل سُنت سے ممکن ہوتا تو کبھی کوتاہی نہ کرتے مگر بیچارے بہوسہ پر کہانتک لپا پوتی کریں ایسے بگل حکمت میں سو بیٹھے ہو جاتے ہیں آخر تھک کر بیٹھ

رہے۔ اور مثلِ رُوباہ مذکور عذرات لاطائل کرنے لگے اگر صاحب
ہدایات الرشید اپنے بیان میں سچے تھے تو مطاعنِ شیخین سے کسی طعن کو
اٹھاتے فدک پر جو دعوے ہبہ ہو کر حضرت امیرؑ و حسنینؑ کی گواہی پیشگاہِ خلیفۂ
اوّل سے ناقص و ناقابل تسلیم تجویز ہوئی۔ اُسکی کوئی علتِ صحیح بیان فرماتے
سیدہؑ کے گھر پر جو آگ اور لکڑیاں لیکر جناب عمر تشریف لے گئے تھے اُسکے
جواز میں دلیل قائم فرماتے حضرت شیخین پر جو بترکِ رفاقتِ اُسامہ تازیانہ
لگایا گیا اُسکا نشان مٹاتے تبلیغ سورۂ برات سے جو حضرت ابو بکر کی معزولی
عمل میں آئی اُسکے وجوہ دل نشیں ارشاد فرماتے خامہ و قرطاس کے مقدمہ
میں جو حضرت عمر کی روک ٹوک حسبِ تسلیم شاہ صاحب فعل شیطانی
سے تعبیر کی گئی اُسکی دُرستی فرماتے مالک بن نویرہ کے مقتول ہونے
پر جو حضرت خالد سیف اللہ سے ارتکابِ زنا ہوا۔ کسی وجہ موجہ سے جائز
فرماتے حدیث انا معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کا تطابق قرآن
سے فرما کر خلیفہ صاحب کو سچا بناتے۔ ابن مسعود صحابیِ جلیل القدر پر جو
درباب اخذ و گرفت قرآن مار دھاڑ ہوئی اُسکا سببِ صحیح بیان فرماتے
ابوذر غفاری کے جلا وطن کرنے کا حال ظاہر کرتے شاہ صاحب نے جو حدیث
طیر و حدیث تشبیہ وغیرہ کے وجود کو کتب سنیہ میں بایں الفاظ مفقود ظاہر
فرمایا ہے کہ ایں حدیث در ہیچ کتابے از کتب اہل سنت موجود نیست
و او بطریق ضعیف اُن کی حقیقت و اصلیت مجلدات عبقات الانوار میں
معائنہ فرما کر کوئی عذر واجب التسلیم پیش فرماتے صاحبِ عبقات نے
حدیثِ طیر و حدیثِ تشبیہ و حدیثِ منزلت و حدیثِ ولایت و حدیث نور و
حدیثِ غدیر وغیرہ کو برد توجیہات شاہ صاحب اس وضاحت سے ثابت کیا ہے

کہ ہر حدیث متذکرہ صدر کو متعدد علماء کے بیان سے مع توثیق راویان ظاہر کرکے شاہ صاحب کے کلام صدق نظام کا نقشہ دکھا دیا ہے۔ صاحب ہدایات الرشید پر واجب تہا کہ منجملہ امورات مذکورہ بالا کے کسی ایک ہی معاملہ کو صاف کرکے ارباب نظر کو دکھا دیتے کہ ہمنے شاہ صاحب کی ذات ستودہ صفات سے الزام کذب وغلط نویسی بایں عنوان اُٹھا دیا کہ جسکا ابطال ممکن نہین حضرت نے غضب کیا ہے ایک ہی فقرہ میں عقب گزاری کرلی اور یہہ نہ سمجھے کہ شیعہ نے اِس مضبوطی سے پچھاڑا ہے کہ قیامت تک چھٹکارا ممکن نہیں۔ مؤلف ہدایات الرشید کے موافقین و مؤلفین سے پوچھتا ہوں کہ کیا اُنکا یہ عذر ایسا صحیح قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جس سے تحفہ کے جوابوں کا استرداد منجانب سُنّیہ غیر ضروری متصوّر ہو۔ ہم برین بنا۔ ایسی جملہ کتابوں کی بابت جو کہ کسی کے ردِّ مذہب میں لکہی گئی ہوں محض اتنی بات کہنے کی گنجائش مل سکتی ہے کہ کیا خاک جواب دیا جاوے وہ کتاب اِس پایہ و رتبہ کی نہیں ہے۔ کہ اُس کے مقابلہ میں قلم اُٹھا کر عمرِ عزیز و گران بہا وقت کو فضول طور پر ضائع و برباد کیا جاوے میں تعجب کرتا ہوں کہ مؤلفِ موصوف نے میر فرزند علی صاحب کی کتاب کا جواب لکہہ کر کیوں حرج اوقات کیا فقط اتنا شہر فرما دیتے کہ اہل سُنّت گھبرائیں نہیں ہم ضرور جواب لکھتے مگر چونکہ مردِ شیعی کی تحریر بمصداق ؏ آنست جوابش کہ جوابش ندہی۔ ناقابلِ التفات ہے لہذا تضیع اوقات سمجھکر اغماض کیا گیا۔ جناب مولوی احتشام الدین صاحب مُراد آبادی مؤلف رسالہ نصیحۃ الشیعہ نے جو ہندوستان میں یہ دعویٰ کرکے کہ ہم اُن کتب شیعہ کا جو کہ بردِّ تحفہ و منتہی الکلام لکھے گئے ہیں جواب دینے والے ہین اہل سُنّت کو اُمّیدوار بودہ بہ اندینا کر اُن کے ارادوں کی کشتِ پژمردہ کو

آبیاری دوات و قلم سے بہو ستی شاداب کیا ہے حسب تجویز صاحب آیات الرشید بڑی ٹھوکر کھائی صاف لکہدیتے کہ ہمارے مذہب کا ایک ادنیٰ آدمی تحفہ و منتہی الکلام و آیات بینات و دریۃ الشیعہ و ضربت حیدریہ وغیرہ کے جوابوں کا رد قلم برداشتہ لکھ کر پھینکدیتا۔ مگر چونکہ وہ جواب ایسے ہیں کہ اُنکے مقابلہ میں قلم اوٹھانا مطبع کا پتھر گہسانا ہے بنا برآں سکوت کیا گیا۔ مجھکو فقط اتنی بات دکہانی منظور تہی کہ متکلمین شیعہ پر جو جرم کذب نویسی و غلط گوئی و حق پوشی منجانب شیعہ دار دگیر ہوئی ہے اُسکا حضرات اہل سنت تاحال کچھ تصفیہ نہیں کرسکے اور بجائے عاجز و درماندہ ہیں کہ خلاف عقل و نقل و سیرت علما و داب علم کلام عدم جوابدہی کے اولویت واوقفیت ثابت کرنے پر بدلائل پوچ دلچر آمادہ ہیں حاصل کلام بقول معروف المرء یقیس علی نفسہ یعنی ہر آدمی اپنی حالت پر دوسرے کی عادت قیاس کرتا ہے سچے کو تمام جہان سچا اور جھوٹے کو جھوٹا نظر آتا ہے خدام جناب شاہ صاحب نے سید رضی اعلی اللہ مقامہ پر حسب عادت خود خطبہ بللہ بلاد فلاں مندرجہ نہج البلاغۃ میں بلا اقامت دلیل حذف و اسقاط ابوبکر کا الزام قائم فرماکر اپنے مریدان و مقلدان کو بجائے شادان فرمایا کہ جسکا پایاں نہیں۔ حقیر پہلے عرض کرچکا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے جو سید پاک سرشت پر ابوبکر کے اُڑا دینے کا اعتراض وارد فرمایا ہے۔ اُنپر واجب تہا کہ حسب داب مناظرہ کسی ایسی کتاب شیعہ سے جو کہ نہج البلاغۃ سے مقدم ہوتی یہ بات ثابت فرمادیتے کہ فلاں کتاب میں ابوبکر کا نام لکھا تہا سید رضی جامع خطبات نے اُسکو اُڑا کر فلاں لکھہ دیا تا کہ اہل سنت کو گنجائش تمسک و تشبث نہ رہے ایسا دعوے بے سرد یا کہ جس سے تسلسل اسم جناب ابوبکر شاہ صاحب پایۂ ثبوت

کو نہیں پہنچا سکے کسی طرح قابل سماعت نہیں۔ سچ بولنا ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ پس کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص بخلاف جبلت و فطرت خواہ مخواہ جھوٹ بولے یا غلط لکھے البتہ جب کوئی غرض خاص نفس انسانی پہ وارد ہوتی ہے تو وہ جھوٹ بولنے پر بہ مقتضائے اغراض بحکم طبیعت مجبور ہو کر ارتکاب خلافِ واقعہ کرتا ہے بعد سمجھ لینے اس کلّیہ کے یہ بات قابلِ غور ہے کہ اگر درحقیقت خطبہ میں زبان گوہر فشان حضرتِ امیر علیہ السلام سے جناب ابو بکر کا نام جاری ہوا تو سیّدِ پاک تربت کو اظہار اسمیت میں کون وجہ مانع ہوئی جس سے خلاف قاعدۂ فطرت جھوٹ کہنے پر جسارت و مبادرت کی بلا غور و خوض یہ نتیجہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مضمونِ خطبہ محتوی و مشتمل بہ تعریف ہے تو بے شبہ جامع خطبات نے بنظر حق پوشی حضرت ابو بکر کا نام گم کر کے بنظر ابہام لفظِ فلاں لکھدیا تاکہ حضراتِ اہل سنّت کو شیعوں کے گلوگیر ہونیکا موقعہ نہ ملے۔ مگر ساتھ ہی اسکے یہ خیال کرنے کی قوی گنجایش ملتی ہے کہ ایسی صورت میں ممکن تہا کہ سیّد صاحب خطبہ کے مابقی جملوں کو بھی بایں توہم کہ از منہ آیندہ میں کوئی نازک فہم اِس خطبہ کا مقصود علیہ حضرت ابو بکر کو نہ سمجھ لیوے۔ قلم انداز فرما دیتے مگر چونکہ جنابِ سیّد نے اُسکو لکھا ہے۔ لہذا بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے۔ کہ اونکے نزدیک تمام ترانِ الفاظ خطبہ مذمت پر مشتمل ہیں تخفیف خطبہ کے مطالب ہدیۂ ارباب نظر کر کے متدعی ہیں کہ بغور و تامل اُس کے مفہومات پر استدراک فرما کر یہہ نتیجہ نکالیں کہ آیا یہ مطالب محتمل بہ تعریف ہے یا مذمت اگر بلا دخل توہم و احتمالات بہت سیدہے طریقہ سے توصیف پیدا ہوتی ہے تو سیّد صاحب بلکہ تمام شیعہ ہرگز پاک طینت کے تیر ملامت کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ اور بے شبہ خلیفہ صاحب ایسے ہی تھے

جیسا کہ حضرات اہل سُنّت انکو مانے ہوئے ہیں اور اگر مضمون خطبہ سے مذمت
در ترالت بلکہ شیطنت پیدا ہے تو نہ سید رضی علیہ الرحمہ پر الزام خیانت عائد ہوگا
اور نہ حضرات اہل سُنّت کو ذرا لوٹنے ندامت سے سر اوٹھانیکا موقعہ ملیگا۔
دیکھئے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی مؤلف ہدیۃ الشیعہ نے خطبہ موصوف
کے ترجمہ میں جو کہ آپ کو پہلے دکھایا گیا ہے کیسا دخل در معقولات کیا ہے
بِللہ بلادِ فلاں کے یہ معنی بیان فرماتے ہیں کہ ابوبکر میں خداداد خوبیاں ہیں۔
حالانکہ عبارت سے یہ معنی کسی طرح پیدا نہیں ہوسکتے قلیل العیب کو بے عیب
لکھا ہے ورنہ عربی دان بھی جان سکتا ہے کہ اُسکا یہ ترجمہ ہرگز نہیں ہوسکتا
خوبی خلافت کی اُنکو نصیب ہوتی یہ بھی طبع زاد ہے اسکے متعلق کوئی عبارت
نہیں آگے چلدتے خلافت کے فسادوں سے یہ بھی ایجادِ بندہ ہے متن خطبہ کا
کوئی لفظ اسبات پر دلالت نہیں کرتا۔ واضح رہے ارباب انصاف ہو کہ
اس خطبہ کے چند جملے ہیں ازانجملہ پہلے حصہ میں حسن انتظام کی توصیف مفہوم
ہوتی ہے اور ملکی انتظامات کی خوبی کا دینیات سے کچھ تعلق نہیں خطبہ مسند لہ
کا انشا ہونا بعدِ زمانہ جناب عثمان بیان کیا گیا ہے کیونکہ صاحب ہدیۃ الشیعہ
کا یہ لکھنا کہ حضرت امیرؑ اپنے زمانہ خلافت کے مفاسد پر نظر کرکے ابوبکر کے عہد
حکومت کو یاد فرماکر بمقام تاسف ایسا ایسا فرماتے تھے اسی بات پر دلالت
کرتا ہے کہ فتنہ و فساد سے اسجگہ خروج بی بی عائشہ صدیقہ وطلحہ و زبیر
وغیرہ مراد ہے۔ پس ایسی حالتِ پُر آشوب میں کہ جابجا فساد کے جھگڑے
کھڑے ہوئے تھے اور یہاں تک مادّہ جدال جوش زن ہوا تھا کہ عوراتِ
پردہ نشین کو بھی ترنگ جنگ آگئی تھی اندرینصورت حضرت ابوبکر
یا عمر کے زمانہ میں جو انتظام سلطنت رہا اور کسی نے اُسکے رعب جلالی

یا دیگر موانع سے خلل اندازی نہ کی امن و آسایش سے تختِ خلافت پر دراز
یا ہو کر بید غدغہ جسکو چاہا قتل کیا لوٹا گھر جلایا دروازہ گرایا شہر بدر کیا اگر ان
اوقات پُر شور میں حضرت امیرؑ نے شیخین کی اُس حالت کو یاد کیا ہو تو ایسے منتظم کو
کیا ثواب اُخروی ملسکتا ہے اور نہ آجتک کوئی شیعہ اِسکا منکر ہوا کہ جناب عمر
و ابو بکر نے باتلاف حقوق مومنین اپنی ریاست کا عمدہ انتظام نہیں کیا اور اپنے
ہم مشربان و مشرکا جلسہ و اربابِ مشورت کو پورا امن و امان بلکہ راحت
و آرام نہیں دیا دو بزرگوار دین و دنیا کو ملا کر تمدنی طور پر مدبرانہ کارروائی
کرتے تھے نہ بالکل دیندار تھے اور نہ محض دنیا دار جیسا موقع دیکھتے تھے
اپنی سلطنت کے استحکام میں ویسا ہی عمل کرتے تھے۔ نماز۔ روزہ و حج و زکوٰۃ
و جہاد و کل شرائع اسلام کو بجالاتے تھے یتیم و بیوگان اُمت کے ساتھ سلوک
و مراعات فرماتے تھے۔ اگر بظاہر ایسا نہ کرتے تو لوگوں کے طبائع اُنسے
منحرف ہو کر منجر بہ بغاوت ہو جاتیں وہ سوائے خاندان نبوت یا اُنکے متوسلین
کے اور کسی کے دشمن نہ تھے اُنکا منشا حقیقی یہ تھا کہ زنادقہ تا فرجام تک براحت
و آرام بسر کریں مگر خاندانِ رسالت ایسا تباہ و برباد ہو کہ نام و نشان تک
باقی نہ رہے اُنہوں نے اپنے ارادوں میں ہر طرح کامیابی حاصل کی حضرت
علیؑ نے بیعت سے انکار کیا گھر پر آگ اور لکڑیاں لیکر چڑھ گئے فدک کو ضبط
کر لیا خمس کو آل محمدؐ سے روک کر محتاجِ محض بنا دیا جنابِ سیدہؑ کے شکم
مبارک پر ضرب پہنچائی جس سے محسن معصوم شکم مادر میں شہید ہو گئے شریعت
میں بدعت کی تراویح کو جاری کیا حی علیٰ خیر العمل کو اذان سے ساقط
کر کے الصلوٰۃ خیر من النوم کو داخل کیا متعہ کو حرام کر کے اہل اسلام
کو زناکاری کا عادی بنا دیا موالیانِ اہلبیتؑ سے مالک بن نویرہ کو

بہ جرم محبتِ مرتضوی حیلہ ردت پیدا کرکے قتل کر ڈالا خالد بن ولید
نے اُسی شب اُس مومن مرحوم کی زوجہ سے مقاربت کی مگر خلیفۂ اوّل
نے باوصفِ اعتراض و تنبیہ جناب عمر اُس مقدمہ کو نقشہ حرف (ب)
میں داخل کرکے خارج کر دیا عمار یاسر کو اتنا مارا کہ بیہوش ہوگئے حالانکہ
بیچارے نے کوئی قصور نہ کیا تہا اصحاب رسول نے مجتمع ہو کر در بابِ
معائب عثمانی ایک یادداشت مرتب کرکے بغرض انتباہ ثالث بالتحریر بسبیل
سفارت اُنکے حوالہ کی تھی حضرت عمار یاسر نے دربار میں پہنچکر وہ تحریر
پیش کی تہی کہ غلامانِ جناب عثمان نے مصاحب رسول پر کفش کاری
و لکد زنی کرکے پابستے دگرے دست بدستِ دگرے۔ بارہ پتھر باہر
کر دیا۔ ابو ذر غفاری کو کلمۂ حق کہنے سے بعد عذاب و عقوبت ننگے اونٹ
پر بٹھا کر دنکو مدینہ سے نکالدیا چونکہ حضرت امیرؑ کی خلافت کا زمانہ بوجہ
بغاوت بی بی عائشہ صدیقہ وغیرہ غایت درجہ پر شور تہا اور عرب بیر گویا
شتنہ کا ساحال ہو رہا تہا۔ لہذا حضرت امیر علیہ السلام نے اگر اُس زمانہ شیخین
کی جو کہ خواص کے لئے پُر امن و امان تہا تعریف کی ہو تو کیا بیجا ہے اور انتظام
کرنیوالے کو اُس سے کیا شرافت دینی مل سکتی ہے قرآن پاک میں نصاریٰ
کی تعریف اِس سے بہی کچھ بڑہکر موجود ہے آیۂ مبارکہ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً
لِّلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ملاحظہ طلب ہے جسمیں اُنکی عبادت و دانائی و فروتنی کی تعریف
کی گئی ہے نوشیروانِ عادل کی عدالت کا کہ بالاترین اوصاف حمیدہ خصائل
پسندیدہ ہے خود آنحضرت نے اعتراف فرماکر اسکے زمانۂ حکومت میں اپنی
ولادت پر فخر و مباہات فرمایا ہے قول سعدی شاہد ہے ؎ سزد گر بدورش

بنازم عیناں ؎ کہ سید بدوران نوشیرواں ؎ پس ثابت و محقق ہوا کہ عمدگی انتظام ریاست کی تعریف ایمان کو کوئی تقویت نہیں دے سکتی اور نہ حلیت خلافت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ بسا سلاطین کفار فجار ایسے گزرے ہیں کہ باعتبار ریاست مدنی و تدابیر جہانبانی بمدح و ستائش یاد کئے جاتے ہیں۔ شیخین کے زمانہ میں جو ترقی مملکت ہوئی اس سے علویت اسلام نمایاں ہوتی ہے نہ کہ انکی صحت خلافت اس لئے کہ بخاری شریف میں حدیث صحیح موجود ہے کہ ان اللہ یوئد ھذا الدین بالرجل الفاجر یعنی تحقیق کہ خدا اس دین کی امداد کریگا۔ بذریعہ اشخاص بدکردار و ناہنجار تمام اہل سنت کو اس بات پر ناز ہے کہ حضرات خلفا کے زمانہ میں جو فتوحات ہوئیں وہ کسی کو نصیب نہیں ہوئیں پس باعتبار ترقیات و توسیعات ممالک وحصول فتوح انکو خلیفہ جائز سمجھ کر اصرار تصور کرنا بخاری شریف کو صحاح سے خارج کرنا ہے۔ سوائے ازیں خطبہ میں جسکو حضرات اہل سنت محمول بہ توصیف فرما کر شادی کناں ہیں شخص موصوف قلیل العیب ظاہر کیا گیا ہے۔ بھلا کوئی عاقل اس جملہ کی بمدحت تعریف کرسکتا ہے یہ تو صاف بات ہے محاربان نفس رسول اعنی بی بی عائشہ و طلحہ و زبیر و حضرت معاویہ وغیرہم سے جو عیوب ظاہر ہوئے انکے مقابلہ میں وہ شخص جس سے خطبہ متعلق ہے بظاہر کم عیب رکھتا تھا پس اولی الامر کے لئے جس کی اطاعت قرآن پاک میں بذیل فرمانبرداری خدا و رسول معدود ہوتی ہے۔ قلیل العیب ہونا کوئی صفت نہیں بلکہ سخت عیب اور مہذب طریقہ کی مذمت ہے۔ افسوس ہے اُن مسلمانوں پر کہ معیوب و جائز الخطا کو اپنا پیشوا گردانکر انہیں کی اطاعت و فرمانبرداری پر نجات اُخروی کو وابستہ سمجھیں بقول مشہور ع خفتہ را خفتہ کے کند بیدار ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند

فاسق کا نتیجہ سوائے فسق و فجور اور کیا ہو سکتا ہے اسی جہت سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎ سنی کہ روزِ حشر شفیعش عمر بود ✤ کو رد گر عصا کش کور دگر بود ✤ چونکہ بحکم قرآن و حدیثِ متفق علیہ کل خلایق بروزِ قیامت اپنے اپنے امام یعنی سردار گروہ کے نام سے پکاری جائیگی. لہذا جس گروہ کے امام کاذب و غادر و خائن و آثم و ظالم و فاجر ہوں گے وہ اُنکا گوشۂ دامن سنبھالے ہونگے اور جس گروہ کے امام امیر المومنینؑ امام المتقین سید الوصیین و یعسوب الدین و قائد الغر المحجلین و قاتل المشرکین و حارب ناکثین و مارقین و قاسطین ہوں گے وہ زیر لواء الحمد ہو کر بقول سعدی شیرازی ؎ من و دست و دامانِ آلِ رسول ✤ ذریتِ طاہرہ کا دامن رحمت دونوں ہاتوں سے مضبوط پکڑے ہوئے ہونگے - ایک فقرہ یہ ہے کہ سیدھا کیا کجی کو اور اصلاح کیا ستون دین کو اور قائم کیا سُنت کو. البتہ جہلا کے لئے یہ فقرات بظاہر کچھ دلچسپ معلوم ہوتے ہیں مگر وہی مثل ہے کہ مدعی سُست گواہ چست خلیفہ ابوبکر صاحب اپنی زبان گوہر فشاں سے سرِ دربار رعایا کے سامنے یہ الفاظ ارشاد فرمائیں کہ ان لی شیطانا یعترینی فان استقمت فاعینونی وان زغت فقوموني یعنی مجھ پر شیطان مسلط ہے پس اگر تم لوگ مجھکو کجی پر دیکھو تو تنبیہہ کرو اور اگر راستی پر دیکھو تو میرے معین ہو شاہ صاحب چونکہ فرزانہ کاری و عاقبت اندیشی سے واقعات و بدیہات کے انکار کرنے میں آندھی ہیں. لہذا غیعہ کے اس اعتراض پر - کہ خلیفہ صاحب اپنی کجی کے خود مُقر ہوتے ہیں ایسے گھبرائے کہ قطعی انکار کر بیٹھے چنانچہ بجواب طعن ہشتم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایں روایت در کتب معتبرہ اہل سُنت صحیح نشدہ پس اگر حضرات اہل سُنت کے کتب معتبرہ سے روایت مذکور الصدر برآمد کر کے دکھا دی گئی تو پھر غالباً کسی مردِ باانصاف

کو شاہ صاحب کے جھوٹے اور خلیفہ جی کے مائل بہ کجی ہونے میں کلام نہ رہےگا کتاب ابن تیمیہ جواب منہاج الکرامۃ و کنز العمال و ریاض النضرہ و تاریخ طبری و تاریخ الخلفاء و صواعق محرقہ ابن حجر مکی وغیرہ میں جناب خلیفہ صاحب کا ارشاد بالا درج ہے شاہ صاحب نے بنظر دور اندیشی خلیفہ کے بیان صدق نظام کو ظاہر و باطن مبطل خلافت سمجھ کر روایت مذکورہ کے وجود کا کتب سُنّیہ میں انکار کیا تھا مگر قدرت خدا لائق تماشا ہے کہ اسی روایت پر ابن تیمیہ سرخیل متکلمین سُنّیہ و حسن بصری پیشوائے صوفیہ نے نہایت ناز کر کے فضائل ابوبکر میں ایک گوشہ نکالا ہے۔ چنانچہ عبارت کنز العمال ہدیۂ ارباب بصیرت کیجاتی ہے عن الحسن ان ابا بکر الصدیق خطب فقال اما واللہ ما انا بخیرکم ولقد کنت لمقامی ھذا کارھا ولوددت ان فیکم من یکفینی افتظنون انی اعمل لسنۃ رسول اللہ اذا لا اقوم بھا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یعصم بالوحی وکان معہ ملک وان لی شیطانا یعترینی فاذا غضبت فاجتنبونی لا اوثر فی اشعارکم وابشارکم الا فراعونی وان استقمت فاعینونی وان زغت فقومونی قال الحسن خطبۃ واللہ ما خطب بھا بعدہ ملاحظہ ہو کہ حسن بصری نے کل مضمون مثل شیعہ روایت کر کے آخر میں بڑی مدح و ستائش جناب ابوبکر بیان فرمائی ہے اور وہ تمام تر معاملہ جس کی کتب اہل سُنّت میں موجود ہونے سے خوف زدہ ہو کر شاہ صاحب نے انکار کیا تھا بیان فرما کر حُسنِ ظن سے محمول بہ ہضم نفس و فروتنی کر کے قوتِ طبیعت سے ایک قرینۂ توصیف نکالا ہے ہر چند کہ عجز و انکسار ہر فرد بشر اور خصوصاً ذی رتبہ و صاحب وجاہت کے لیے اعلیٰ درجہ کی صفات میں شمار کیا گیا ہے۔ مگر ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد کسی کمال یا جاہ و جلال سے

گردن افراشتہ ہوکر دعویٰ فردیت کرنا البتہ یہ مذموم ہے کیوں ناظرین آپ نے سُنا ہے کہ سوائے جنابِ ابوبکر کسی امام یا مرشد و ہادی خلائق نے سرمنبر مریدوں کے سامنے اپنی ذات کو تابع شیطان و خلایق کا گمراہ کرنیوالا۔ بیان کیا ہو۔ سچ بات یہ ہے کہ ابوبکر صاحب علوم دینیہ میں پاس یافتہ نہ تھے کہ جس سے حسب منشا خدا و رسول مہمات شرعیہ کو انجام دے سکتے یہ غلوی حق ہے کہ اُن کی زبان سے بمقام اعتراف خود بخود یہ کلمہ بیساختہ جاری ہو کر دستاویز شیعیان و ندامت دہ سُنیان ہو گیا۔ بھلا جو شخص کہ باوصف صدیق ہونیکے بلا اکراہ و اجبار اپنے اوپر تسلط شیطان کا اقرار سر دربار کرے اُسکو بحکم اقرار العقلا علیٰ نفسہم مقبول کیون نہ سمجھا جاوے اور جبکہ بقول حسن بصری مذکورۂ بالا مندرجۂ کنز العمال خطبہ واللہ ناخطب بہا بعدہ یہ کلمہ ایسا وقار رکھتا تہا کہ بعد ابوبکر کسی فرد بشر نے ایسا خطبہ نہیں پڑھا تو شاہ صاحب نے کتب اہل سُنّت میں اُسکے موجود ہونے سے انکار کرکے اپنا اسم سامی و نام گرامی باین تبحر و ہمہ دانی افرادِ دروغ گویان و کذب نویسان میں کیون درج کرایا معلوم ہوتا ہے کہ بندگانِ شاہ صاحب نے اُسکو صریحاً و بدیہاً قادح بنیادِ خلافت سمجھ کر راہِ انکار کہ اس سے سہل تر دوسرا طریقہ ممکن نہیں اختیار فرمائی کاش اُنکے ذہن عالی میں حسب ملفوظہ حسن بصری یہ خطبہ داخلِ کسرِ نفسی ہوتا تو زمین و آسمان ایک کرکے وہ وہ پہلو نکالتے کہ حضراتِ اہلِ سُنّت فرطِ مسرت سے وجد کرکے نمونۂ مشایخ صوفیہ بنجاتے مگر خیر گذری کہ حضرت کے فہم رسا و فکر عالی نے اس طرف توجہ نہ کی الحاصل ایسا آدمی مذہب کی خرابیوں کو کیا درست کرسکتا ہے جو کہ اپنی جہالت کا خود مقر ہوا اور دین میں وہ کیا خرابی واقع ہو گئی تہی جسکو جنابِ ابوبکر نے بزورِ تدابیر صائبہ درست کیا۔ روز نزول آیہ

الیوم اکملت لکم دینکم سے دین نبوی کامل ہوچکا تھا پھر نفس اسلام میں بفضلہ کوئی نقصان عائد نہیں ہوا اور نہ انشاء اللہ تا قیامت ہوگا پھر حضرت ابو بکر مصلح دین نبوی کیونکر سمجھے جاسکتے ہیں اور اگر حضرات اہل سُنّت کو یہی اصرار ہوگا کہ نہیں خلیفہ اول سے ضرور تہذیب و درستگی اسلام عمل میں آئی تب انکو چار و ناچار اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ آنحضرت کوئی نقص چھوڑ گئے تھے جسکو خلیفہ صاحب نے صاف کیا ہم سے سنئے وہ اور ہی خرابی آگئی تھی جسکی اصلاح کا خطیب نہج البلاغہ میں اشارہ ہے بے شبہ اُس کجی کو خلیفہ اول اور اُنکے نفس ناطقہ حضرت دوم نے بایں خوبی و اسلوبی درست کیا کہ جماعت اہل اسلام میں سوائے اُن دو بزرگواروں کے ممکن نہ تھا کہ کوئی اور صاف کرسکتا باتفاق محدثین و ارباب سیر جناب امیر علیہ السلام خواستگار خلافت رہے مگر حضرت ابو بکر اور اُنکے ممبران کونسل نے نہ مانا۔ کاش علی المرتضیٰ خلیفہ ہوتے تو حسب عقیدۂ اہل سُنّت دین نبوی میں رخنہ عظیم پڑکر مسلمانی مستحیل بہ بے ایمانی ہوجاتی اُس خرابی کو حضرات خلفائے نے غایت ہوشیاری و فرزانہ کاری سے بہ تہدید خانہ سوزی و مواعید شدیدہ دفع کردیا اگر وہ حضرات آل محمد پر ایسی سختی و بیرحمی نہ کرتے تو بیشک ریاست جسکی بنیاد سقیفہ بنی ساعدہ میں قائم ہوئی تھی برباد ہوجاتی فقرات مذکورۂ بالا کسیقدر تفصیل طلب تھے اور مضمون ما بعد ایسا صاف بیان کیا گیا ہے کہ جس کو محمول بہ مدح کرنا کار سفہا و جہلا ہے از انجملہ ایک فقرہ یہ ہے کہ خلف البدعۃ جسکے یہ معنی ہیں کہ پیچھے چھوڑ گیا بدعتوں کو گویا بجائے باقیات الصالحات خلیفہ صاحب نے بدعتوں کو یادگار چھوڑا کہ جنکا سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہوگا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ہدیۃ الشیعہ میں خلف البدعۃ کے یہ معنی لکھے ہیں کہ پس پشت ڈالگیا بدعتوں کو اس ترجمہ کی شان سے

ثابت ہوتا ہے کہ بعد حضرت ابو بکر چونکہ خلافت جناب عمر ہوئی وہ حسب ارشاد
جناب امیر سراسر مملو از بدعتہائے کثیرہ تھی۔ کیونکہ جب خلیفہ اول نے پشتارۂ
بدعات کو اپنی کمر سے پھینک کر پس پشت ڈالا تو اوسکے پشتیبان یعنی حضرت
عمر نے اُن بدعتوں کو گری پڑی چیز سمجھ کر اُٹھا لیا۔ پس بدعت کا چھوڑنیوالا
اور چھوڑی ہوئی چیز کا سنبھالنے والا ہر دو فاسق ہوگئے اور خلافتِ فساق کسی
طرح قابلِ جواز نہیں۔ وصل و ترکہم فی طریق متشعبة لا یہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی
اسکا ترجمہ مولوی محمد قاسم صاحب موصوف نے ہدیۃ الشیعہ میں نہایت بچاؤ
کرکے غایت دیانت و امانت سے یہ کیا ہے۔ چلدئے اور لوگ مختلف رستون
میں حیران ہیں۔ کہ نہ گمراہون کو راہ ملتی ہے اور نہ ہدایت والون کو اپنی ہدایت
کا یقین ہے۔ مولوی صاحب نے اس قرینہ کے ترجمہ سے یہ مطلب نکالنا چاہا
تہا کہ وفات ابو بکر سے اسلام پر ایسا صدمہ پڑا کہ مسلمان متحیر ہو کر رہ گرائے بادیۂ
غوایت ہوگئے۔ تعجب ہے کہ رحلتِ نبی صلعم باعثِ توحش و تحیر اہل اسلام نہوئی
اور حضرتِ صدیق کی وفات ایسی برہم زنِ اسلام ہوئی کہ نہ گمراہون کو راہ
راست ملی اور نہ ہدایت والون کو اپنی صحتِ ایمان پر یقین رہا۔ وفات کیا تہی
گویا آندہی تہی کہ سب درہم و برہم ہوگئے شاہ صاحب نے فقرۂ مذکور کا جو ترجمہ
کیا ہے اُسکو بہی سُن لیجئے اور پہر دیکہئے کہ مولوی نانوتوی کس حد تک راہ پیمائے
دیانت ہوئے ہیں۔ کوچ کرد و واگذاشت مردم را در راہ ہائے شاخ در شاخ
نہ ہدایت میابد درین جا گمراہ و نہ یقین میابد راہ یاب۔ اِس عبارت کو اُردو
میں اسطرح کہا جائیگا کہ چہوڑ گیا یا ڈال گیا خلقت کو ایسے ٹیڑہے راستوں پر کہ
راہِ حق کا پتہ و سراغ نہیں چلتا سبحان اللہ کیا بابرکت زمانہ تہا کہ عموماً اہل سلام
ڈانواں ڈول ہو کر حیران و سرگرداں کوچہ بیخبر دی ہے۔ فقرۂ واگذاشت مردم الخ برا

ہائے شاخ در شاخ۔ خود کہہ رہا ہے کہ حضرت ابوبکر نے خلافت کر کے مسلمانوں
کو ایسے پُر پیچ راہ پر چھوڑا کہ اپنے دین و ایمان سے دست کش ہو کر مذبذب
ہو گئے خیر گمراہوں کا تغیر ہوتا تو بجائے خود ٹھیک ہے یہاں تو یہ بتانا ہے
کہ خلافت آپ نے اپنے دورانِ خلافت میں تخم نفاق و اختلاف کی بجائے تخم
ریزی کی کہ اہلِ ایمان ہی جادۂ ہدایت و استقامت پر قائم رہے واہ کیا خوب
خلافت کی اور حضرت عمر نے کیسے اچھے زمانہ میں چارج لیا اے اہلِ انصاف
تمکو اسی کی قسم دیتا ہوں جسکو تم سچا خدا ماننے ہوتے ہو یہ خطبہ باوصف
ایسے فقرات موحش یہ قابلیت رکھتا ہے کہ اہلِ سنت اُسکو مقابلہ شیعہ پیش
کر کے اُنکو مجبور کریں کہ حضرت امیر علیہ السلام نے خلیفہ جیو کی درحقیقت تعریف
فرمائی ہے تم بھی بدل اُنکے مداح رہو مصنف نیوسوچا شاو کلا اس قسم کی تعریف
سے ہمکو اصلاً گریز ہو۔ ہمارا تو یہ عین مذہب ہے کہ خلفاء ثلاثہ نے اپنے دورانِ
حکومت میں وہ وہ کارروائیاں شروع کیں کہ اسلامی طاقت منقسم و منتشر
ہو کر دفعۃً وفات سے نفاق پر پہنچکر مسلمانوں کے لیئے بمرتبہ مضرت رساں ہوئے
کہ عموماً تاریکی نے گھیر لیا اگر یہ لوگ تخم نفاق نہوتے تو آج اہلِ اسلام کی یہ
حالت کیوں ہوتی کہ ایک کا ایک دشمن نظر آتا ہے اس خطبہ کے الفاظ اگر ہماری
نگاہ یا نظر انصاف سے دیکھے جائیں تو بلاشبہ اُسکا مقصود علیہ بلے درجہ بڑا ایمان
بلکہ ہم پلہ شیطان گردانا گیا ہے۔ کیونکہ یہ کام شیطان نافرجام ہی کا ہے کہ خلایق کی طبائع
میں ایسے وساوس و توہمات پیدا کرے کہ مشکوک و مذبذب ہو کر صراط مستقیم
سے روگرداں ہو جائیں۔ بحمد اللہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ سید رضی علیہ الرحمہ نے نام کا
مرقعہ للہ بلاد فلان نہیں لکھا بلکہ دراصل انکو یہی الفاظ پہنچے تھے اگر ابوبکر کا نام انکو ملتا تو
کیوں چھپاتے بلکہ اُنکو فضیحت کرنیکی غرض سے بقلم جلی لکھتے کیونکہ یہ خطبہ بنظر تفضیح درج نہج البلاغہ

ہوا ہے نہ کہ بمراد تعریف و توصیف معلوم ہوتا ہے کہ سید پاک تربت کو بعد ختم تحریر خطبہ ثابت ہوا کہ مراد اسجگہ عمر سے ہے چنانچہ اُنہوں نے اُنکا نام نہج البلاغہ پر لکھدیا - ابن ابی الحدید معتزلی نے جو کہ مثل اہل سُنت معتقدِ صحتِ خلافت خلفائے ثلاثہ ہے - شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ میں نے سید صاحب موصوف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ نہج البلاغہ دیکھا ہے جسمیں فلان کے نیچے عمر کا نام لکھا تھا یہ قول دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ سید رضی کو ابوبکر سے کیا عداوت تھی کہ اس بیچارے کا نام کاٹکر عمر کا اسمِ گرامی لکھدیا باتفاق شیعہ و سُنی جسقدر ظلم و جبر اہلبیت نبوی پر ہوا یا کہ ارشادِ ہدایت بنیادِ آنحضرت صلعم پر الزامِ ہذیان لگا کر نفاذ پذیر ہونے دیا - یہ سب حضرت عمر کی رائے معدلت پیرائے کا نتیجہ تھا پس ایسے موسس اساس ظلم و جور کا نام حسب تسلیم ابن ابی الحدید توضیحاً و تصریحاً زیرِ فلان لکھنا ساقط کنندۂ الزامِ سرقہ مصرحہ تحفہ وغیرہا ہے اندرین صورت عقل کبھی تجویز نہیں ہوسکتی کہ بخیال کتمانِ فضائلِ ابوبکر جناب سید نے حضرت عمر کا نام لکھا ہو - کیونکہ ہرن کا بھائی چکارا جیسے ابوبکر ویسے ہی عمر بلکہ حضرت عمر میں اتنی فضیلت بمقابلہ جناب ابوبکر زیادہ ہے کہ وہ حسب مرویاتِ شیعہ فرعونِ آل محمدؐ و ظالم اوّل مانے گئے ہیں غور تو کیجئے کہ یہی سید صاحب خطبہ شقشقیہ کو جو کہ حسبِ تسلیم صاحبِ قاموس و دراسات اللبیب و سبط ابن جوزی و ابن اثیر وغیرہ حضرت امیر کا کلام ہدایت نظام ہے در نہج البلاغۃ فرما کر حضرت ابوبکر کا بحق آل نبی و خود جناب مرتضوی ظالم و جابر ہونا ظاہر کریں اور پھر اس قسم کا مضمون بھی لکھیں کہ جس سے توصیف ابوبکر یا جناب عمر پیدا ہوتی ہو ایسا الزام تناقض کلامی وہ اپنی ذات کے لیئے کیوں پسند فرماتے جسکو ادنے عقل والا بھی گوارا کرنے میں سخت مضائقہ کرتا ہے - پس بوجوہ کما ینبغی ثابت و محقق ہوگیا کہ سید جنت آرامگاہ

سے نے حضرت ابو بکر کے نام کا سرقہ نہیں کیا بلکہ مضامین و مطالب خطبہ کو توہین و مذمت پر مشتمل سمجھ کر بنظر تذلیل و تحقیر حضرت عمر درج کتاب کیا ہے تاکہ مسلمانوں پر ظاہر ہو جاوے کہ باوصف عمدیت انتظام سلطنت و ریاست حضرت امیر انکو بدتر از زندقہ و مجوس جانتے تھے یہ بہی سمجھ لینا چاہئے کہ جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے سُنی و شیعہ دو نو گروہ کے راویوں سے خطبہ جمع کرکے نہج البلاغہ کو ترتیب دیا ہے چونکہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ نے بروستے اظہار حلفی سید صاحب کے دستی لکھے ہوئے نسخہ میں حضرت عمر کے نام گرامی کا موجود ہونا ظاہر کیا ہے لہذا میں اُس بیان کی تائید میں کتاب الموافقت سے ایک خطبہ بشانِ عمر نقل کرکے اربابِ نظر کو دکھائے دیتا ہوں کہ جیسے فقرات و الفاظ خطبہ مستدلہ مولوی محمد قاسم کے ہیں اُسی کے قریب قریب بلکہ بہت ملتے ہوئے کتاب مذکورہ میں بحق حضرت عمر درج ہیں۔ ابن سمان نے زفر بن حکیم سے روایت کی ہے کہ جب جناب دوم اپنے مقر اصلی کو سدہارے تو ہم لوگ حضرت علی کے پاس گئے بعد ذکر و اذکار خلیفہ صاحب کی سوانحمری کا ذکر آیا۔ اُسوقت حضرت امیر نے متالم اور متاسف ہو کر فرمایا۔ للہ در باکنہ عمر یا عمراہ قوم الاود وداوی العمد مات نقی الثوب قلیل العیب یا عمراہ ذہب بالسنۃ واتقی الفتنۃ واصاب اللہ ابن خطاب خیرھا ونجی عن شرھا ولقد نظرللہ صاحبہ فصار علی الطریقۃ ما استقامت ثم قال فقال فی رحال المرکب فتشعبہم الطریق لاتہتدی الضال ولا یستیقن المہتدی سبحان اللہ حضرتِ مرتضوی کی زبانِ گوہر فشاں سے ہر دو خلفائے نامدار کو ایک ہی قسم کا خطاب قلیل العیب و بدرراہ کنندہ فتنہ اتقیا عنایت ہوا۔ حضرت عمر نے بہی دنیا کو ترک کرکے مسلمانوں کو ایسی ہی حالت میں چھوڑا کہ نہ گمراہوں کو راہِ حق ملی اور نہ اہل یقین کو ملنے سچے مسلمان و باایمان

ہونے کا مظنہ رہا کتاب الموافقت کی عبارت نے عجب گل کھلایا تینوں ثقاتوں
کو یکسر باطل کر دیا۔ کیونکہ اگر حسب مزعوم اہل سنت خطبۂ موصوف کا تعلق
حضرت ابوبکر سے ہے تو انہوں نے خلافت کو بہ وصیت منتقل فرما کر
انبار بدعات حضرت عمر کی گردن پہ رکھا اور گمراہوں کو راہ حق کا نہ ملنا
اور لوگوں کا مختلف راہوں میں سرگرداں ہونا اور صاحبان یقین کا اپنی
صحت ملت پر وثوق کلی ہونا یہ سب تبدقات وقیں لازم آئیگا اور اگر حسب
روایت کتاب الموافقت پیشگاہ جناب مرتضوی سے حضرت عمر بھی اسی طرح
کے خلعت فاخرہ سے مخلع ہوچکے ہیں جو کہ حسب تسلیم اکابر اہل سنت پہلے
ابوبکر کو عطا ہوچکا ہے تو انکے بعد چونکہ خلافت عثمان ہوئی۔ یہ تمام امور
مذمت مندرجہ خطبہ کا وقوع انکے وقت میں لازم آئیگا۔ پس بوجوہ بالا
یہ بات کماینبغی ثابت و محقق ہوگئی کہ نہ جناب سید رضی نے ابوبکر کے نام سے کیا
اور نہ خطبہ سے سوائے مذمت کوئی مدحت پیدا ہے بحمد اللہ کہ خطبہ کے تمام
متعلقات سے فراغت پائی۔ علاوہ تمام امورات متذکرۂ صدر کے ہم اہل
انصاف کی رائے پر محمول کرتے ہیں کہ ان تمام معاملات یعنی غصب خلافت و
ضبط فدک و محرومی خمس و آتش زنی بخانۂ نبوت و سقط محسن وغیرہ وغیرہ مندرجہ
تحفہ و منتہی الکلام اور اوسکے جوابوں کو میزان عدل کے ایک پلہ میں رکھیں
اور یہ چند الفاظ خطبۂ مختل النظام کہ جس سے بجائے تعریف نرمی مذمت انکی
صریحاً و بدیہاً پیدا ہے دوسرے پلہ میں پھر دیکھیں کہ سنگین دوزین کونسا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مضمونِ خطِ ابتدائی جو کہ منجانب مؤلف فاضل سُنّی کی خدمت میں مرسل ہوا

بجناب مستطاب مولوی محمد قاسم صاحب زاد عنایۃ۔ پس از سلام مسنون الاسلام مدعا طراز ہے عرصہ دو سال کا ہوا کہ آپ نے دو سوال بمقام کلہیٹرہ بخدمت مولوی سید بہادر علی شاہ صاحب پنجابی پیش کئے تھے ایک کشف الغمہ دوسرا نہج البلاغہ سے سوالِ کشف الغمہ یہ تھا کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے بجواب ایک سائل کے بجوازِ حلیۂ سیف خلیفۂ اوّل کو صدیق بیان کیا ہے۔ اُسکا جواب منجانب مولوی محمد حسن صاحب لکھنوی یہ ہوا تھا۔ کہ کتاب مذکور دراصل شیعہ کی ہے مگر راوی سبط ابن الجوزی سنّی المذہب ہے اُس کی روایت اہل تشیع کے ساکت کرنے کو کافی نہیں چنانچہ آپ کی جانب سے بعد ملاحظۂ کتاب مذکورہ کوئی رد پیش ہوا۔ پس مفہوم ہوا کہ آپ مصدق ہوئے نہج البلاغہ سے آپنے یہ سوال استخراج کرکے پیش کیا تھا۔ کہ خلیفہ اوّل کے زمانہ خلافت کی حضرت امیرؑ نے تعریف کی اُسکا جواب یہ دیا گیا تھا کہ خطبہ میں لفظ فلاں ہے آپ ابوبکر کیوں بیان فرماتے ہیں اور بفرض اگر اُس خطبہ کو حضرت ابوبکر سے متعلق سمجھا ہی جائے تو خطبہ کی عبارت آپ کی ذہنی تعریف سے واقعی مذمت میں زیادہ بڑھی ہوئی ہے چونکہ آپ مبادی فی البحث ہو چکے ہیں۔ لہذا ہمکو بھی موقعہ ملا کہ آپ سے کہیں کتاب کے بعض مطالب دریافت کریں اوّل یہ کہ صحیح مسلم آپکی صحاح میں کس درجہ پر معتبر ہے اور بصورتِ اعتبار اُسکے جملہ اقوال قابلِ استدلال

ہیں یا نہیں۔ کتاب موصوفہ میں درج ہے۔ کہ حضرت امیر اور جناب عباس ایک
معاملہ میراث میں بحث کرتے ہوئے خلیفہ دوم کے پاس آئے اور وہ ایسا
معاملہ تہا کہ جسکو خلیفہ اول فیصل کرچکے تھے بجواب خلیفہ صاحب نے بیان
فرمایا کہ تم دونوں نے اس معاملہ کے فیصلہ میں ابی بکر کو کاذب وغادر وخائن
و آثم سمجھا حالانکہ وہ ایسے نہ تھے اور مجھکو بھی تم ویسا ہی جانتے ہو خدا شاہد ہی
کہ میں ان جملہ صفات کا ضد حقیقی ہون۔ چونکہ عمر صاحب کے اس بیان پر
منجانب حضرت امیر کوئی عذر پیش نہیں ہوا۔ تو دریافت طلب یہ ہے کہ کیا فی الواقع
حسب شہادت جناب عمر حضرت امیر علیہ السّلام ان دونوں بزرگواروں کو
ایسا ہی جانتے اور سمجھتے تہے جیسا کہ حضرت عمر نے ظاہر فرمایا اور حضرت
کا ایسا سمجھنا مزیل عدالت شیخین ہوسکتا ہے یا نہیں جواب باصواب عنایت
ہووے فقط راقم سید سجاد حسین ۲۳ جولائی ۱۸۹۱ء

نقل مطابق اصل جواب فاضل سُنّی المذہب بنام مؤلّف

سید سجاد حسین۔ بعد تسلیم صحت ووثوق روایت مقرون مدعا ہوں کہ
کلام صحیح مسلم وہم میں ڈالنے والا نسبت ثابت ہونے صفات مذمومہ کا بجانب
شیخین حضرت علیؑ کی طرف سے ہے اور بوجہ اس وہم کے مزیل عدالت شیخین نہیں
ہوسکتا۔ کیونکہ محض سکوت سامع صفات ذمیمہ یعنی علی مرتضی منجانب متکلم یعنی
وا!د حضرت علی صراحتاً یا کنایتہً اقرار؛ یا انکار اعتبت یعنی ثابت کہ نیوالا ان
صفات ذمیمہ کا منبت لہ یعنی شیخین ہو کر مزیل عدالت نہیں ہوسکتا اور اگر اقرار
دیا جائے تو امام سجاد رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت حسن مثنیٰ داماد امام حسینؑ نے مجمع صحابہ

معتقدین میں اُن صفاتِ مذمومہ موذیہ سے متصف کیا کہ جسکو صاحب کشف الغمہ نے بلفظہا ترکہ من الاذیٰ شیئاً نقل کیا اور منجانب حضرتِ سجاد کوئی عذر پیش نہیں ہوا۔ نسبت اُن عیبوں کے جو آپکی طرف لگائے بلکہ برات کو مکان پر جاکر اُن صفات کی تصدیق کرکے فرمایا کہ اگر یہ سچ ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر جھوٹ ہو تو خدا تجھے بخشے پس سائل کے نزدیک بموجب اس روایت کے کہ اظہارِ صفات ذمیمہ وسکوتِ امام صراحتاً مزیل ومخل معصومیتِ امام ہوسکتا ہے یا نہیں ما کان جوابا لکم فہو جوابنا۔

راقم محمد قاسم

التماسِ مؤلف

اے حضراتِ ناظرین ذرا غور فرماؤ حضرتِ مجیب کس حد تک کار فرمائے تہذیب ہوئے ہیں۔ القاب میں فقط سخیف کا نام کہ بلا اُسکے چارہ نہ تھا تحریر فرمایا ہی اور آداب میں رسم تحیت وسلام کو کہ شیوۂ اہل اسلام ہے قطعاً ترک فرمایا عبارت جواب میں وہ فصاحت وبلاغت دکھائی کہ جسکو ہندوستان میں آسانی غالباً کوئی عالم وغیر عالم نہ سمجھ سکے حسن ظنّ کے باب میں ایک بے میل تقریر کرکے اپنی لیاقت کی تصویر دکھادی ہرچند کہ خفیف نے جواب الجواب میں جسکو آپ عنقریب دیکھنے والے ہیں مجیب صاحب کے خط کی حقیقت بصراحت بیان کی ہے۔ لیکن بحکم قضیہ زمین برسرِ زمین یہاں بھی کچھ حال ملاحظہ فرمالو میں نے پوچھا تھا کہ جناب امیر وحضرت عباس سے جناب عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھکو اور نیز میرے متخلف حضرت ابوبکر کو جھوٹا بے ایمان دغاباز گنہگار جانتے ہو۔ مجیب صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں ایسا ہوا

ہے تو کیا ہو سکتا ہے حسن مثنی نے بھی حضرت سجاد کو سرجلسہ بُرا کہا ہے وہ بھی سُنکر چپ ہو رہے نہ معلوم حضرت مجیب نے اس بے تکی بات اور ایسی خبر کچھ اہمل سے کیا مطلب نکالا ہے مجیب صاحب اگر کوئی ایسا ثبوت پیش فرماتے جس سے جناب عمر بہ شان خود کوئی کلمہ خلاف تہذیب سنکر خاموش ہو جاتے تو شاید کچھ مطابقت ہو جاتی۔ مقام ان مولوی صاحب و خود حضرت مجیب کو ہم تیٹی تمثیل کے وارد کرنے پر آفرین و ہزار تحسین کرتے ہیں حقیقت میں فضیلت ایسے ہی لوگوں کا حصہ ہے جنکو فہم کلام ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب الجواب بخدمت مولوی محمد قاسم صاحب سنی المذہب ساکنہ قصبہ سملیہڑہ تعلقہ میرانپور ضلع مظفر نگر۔

فضیلت پناہ جناب مولوی محمد قاسم صاحب سلمہٗ۔ تسلیم۔ گرامی نامہ بجواب عریضہ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۸۷۵ء وصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔ ابتداءً بنظر تصریح و توضیح مطلب کچھ عرض کرنا مناسب سمجھہ کر نہایت راستبازی سے ملتمس ہوں عریضہ ابتدائی میں جس پر سلسلہ کلام چلا ہے حقیر نے دو مضمون درج کرکے آپ سے خواہش جواب کی تھی۔ ازانجملہ ایک مضمون بطور قصہ گزشتہ اور ثانی بنظر حصول جواب پیش خدمت کیا گیا تھا۔ آپکو یاد دلاتا ہوں کہ نیازنامہ کے پہلے حصہ میں نحیف نے سملہیڑہ کے مناظرہ کا تذکرہ کرکے یہ عرض کیا تھا کہ بعد ملاحظہ کتاب کشف الغطا آپنے کوئی ردّ ارشاد جناب مولوی محمد حسن صاحب قبلہ لکھنوی

کا نہین فرمایا۔ پس یہ آسانی سمجھ لیا گیا کہ آپ اُس جواب کے جو کہ مولوی صاحب نے سرجلسہ دیا تہا طوعاً وکرہاً توعیکہ ممکن ہوا مصدق ہوتے۔ دوسرے حصّہ مین اُس حدیث مُسلم کی بابت مُستفسر ہوا تہا کہ جس مین کاذب وغادر وغیرہ کا ذکر ہے مگر اس نوازشنامہ مین آپ نے اُس پہلے حصّہ یعنی مباحثہ سملہیڑہ کی بابت کچھہ جواب نہین دیا۔ آپکے اس سکوت سے کہ سوائے ازین جناب کو چارہ نہ تہا مجھکو اس بات کے یقین کرنے کی پوری گنجایش ہوگئی کہ آپ نے مناظرۂ اوّل مین قطعاً ناکامی حاصل فرمائی ورنہ یہ امر یقینی ہے کہ آپ کشف الغمّہ کی عبارت مخالف ارشاد جناب مولوی صاحب ممدوح ملاحظہ فرماکر بدانستِ خود زمین وآسمان کو ایک کردیتے گوکہ آپ نے بعض مصالح دنیاوی سے امرحق کو پوشیدہ فرماکر اپنے بعض مقلدین کو جوکہ حق و باطل مین تمیز نہین کرسکتے اور اکثر کیا بلکہ عموماً وہ حضرات ناخواندہ محض ہین یہ یقین دلادیا کہ ہم نے علمائے شیعہ کو مغلوب کردیا مگر جسکو نوشت خواند مین فی الجملہ بھی آگہی ہے وہ بلا معائنہ کشف الغمّہ عریضہ حقیر و جواب سامی کو دیکھہ کر کہہ سکتا ہے کہ آپ نے مناظرۂ ابتدائی مین بلاشبہہ سخت خفت اوٹہائی۔ فضیلت پناہا حسب اب تحریر منجملہ چند قضایائے مستفسرہ کے بعض کا جواب نہ دینا صریحاً دیل عجز و درماندگی ہے۔ اگر آپ نے حسب اشتہار خود واقعی علمائے شیعہ پر غلبہ حاصل کیا تہا تو لازم تہا کہ حقیر کی تعریض اوّل پر جواب عنایت فرماتے کہ کشف الغمّہ مین بحوالۂ ابن جوزی یہ روایت درج نہین یا یہ کہ بصورت موجودگی روایت ابنِ جوزی اُسکی یہ تاویل ہے گوکہ وہ علیل ہی کیون نہوتی۔ مگر آپ نے ایسی خاموشی اختیار فرمائی کہ جوابے ندارد خیر اگر بوجہ فراموشکاری کہ لازمۂ شانِ انسانیت ہے آپ سے ہنگام تحریر جواب سہو واقع ہوا

تو میں آپ کو مہلت دادگانیں داخل کرکے توسیع وقت کرتا ہون کہ اگر
کتاب موصوف میں مضمون مستفسرہ عالی بہ روایت ابن الجوزی درج نہیں
ہے تو معاذ اللہ تکذیب مولوی صاحب کرکے جواب جداگانہ عنایت فرمائی
بصورت دیگر حسب؎ بزرگ کے منقول عنہ کو مستند سمجھکر آپ نے سوال قائم
کرکے جلسہ عام میں داد واقفیت حاصل فرمائی اور تا بقائے تحریر ہذا بنظر
عامۃ الناس آپ کے اعتبار و اقتدار میں سُقم عائد ہوا اُسکو برابر غلط کو سمجھی
کیونکہ آپ نے اُنکی تحقیقات کو صحیح سمجھکر جرأت گفتگو فرمائی اور فضول طور
پر ندامت اُٹھائی پس میں براہ خیراندیشی و نیازمندی عرض رسا ہوں
کہ آپ کبھی ایسے شخص کے اقوال کو سند نہ سمجھئے اور ہمیشہ اُس سے کنارہ
کش رہئے کیونکہ آپ کو اپنے ہی گھر میں یعنی خاص دار سکونت پر اُسکی شئامت
تحریر سے سخت خجالت ہوئی مگر مجھکو آپکی سادگی پر نہایت عجب ہے بہر حال
آپ مولوی مشہور ہیں اور اتفاق کتب بینی بھی ہوتا ہوگا خصوصاً بخاری
و مسلم چونکہ کتب احادیث صحاح ستہ سے ہیں ضرور زیر ملاحظہ آئی ہونگی
اور مضمون کاذب و غادر بھی گہہ بگہہ نظر کیمیا اثر سے گزرا ہوگا۔ پس جبکہ
شہادت حضرت عمر حسب تصریح وایمائے مسلم و بخاری شیخین کی ذات مقدس
ابو الائمہ یعنی حضرت امیر کے نزدیک بحدے ارفع تھی کہ کذب و غدر کی حد
غایت سے گزری ہوئی تہی تو جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی حضور سے
بروایات معتبرہ شیعہ اُنکو تمغہ صداقت کیونکر ملسکتا ہے آپ نے اس بات
پر غور نہ فرمایا کہ جناب ابو بکر و عمر کو درحالیکہ حضرت امیر نے حسب روایات
کتب موثقہ سُنیہ و نیز شیعہ جہوٹا و خائن جانا تو بخلاف اُس کے امام پنجم
کیوں سچا سمجھتے بھلا یہ کب ممکن ہوسکتا ہے کہ دادا جھوٹا جانے اور

؎ اس موقع پر شاہ صاحب سے مراد ہے کیونکہ اُسی بزرگ کی تقلید سے مولوی محمد قاسم نے تحفہ سے سوال نکالا تہا ۱۲

ہوتا سچا۔ کاش یہی خیال پیش نہاد خاطر عاطر فرما کر اول اصل کتاب یعنی کشف الغمہ
سے مطابق فرما لیتے تو آپکو یہ خفت نہ ہوتی چونکہ آپ اصطلاح عوام با سم
مولوی معروف ہیں لہذا مجھکو اپنے ملکی فاضل کے سر جلسہ اہانت اٹھانیکا
گونہ ملال ہوا۔ میں خدائے پاک کو صفات مخصوصہ سے یاد کرکے بالکل صحیح
لکہتا ہوں کہ مجھکو اور نیز تمام گروہ شیعہ کو حضرات اہل سنت سے کوئی تعصب
بالذات نہیں اور نہ جناب ابوبکر و عمر سے خواہ مخواہ کوئی عداوت ہے
اور نہ ہماری ذات خاص کو اُن بزرگوار ان سے کوئی نقصان مالی و جانی
پہنچا کہ ہم ادب لا ابالی طور پر ان کو بد مذہب یا نا مسلمان خیال کریں حقیقت
واقعی یہ ہے کہ ہمکو خاندان رسالت سے پوری تاسی ہے پس جیسا کہ اُس
خانوادۂ معظم نے اُنکو اور انکی امثال کو سمجہا۔ ویسا ہی ہم لوگ چونکہ تابعین
خاندان رسول اکرم ہیں جانتے اور سمجھتے ہیں اور باتفاق جملہ اہل اسلام
جسکو ختمی مآب و ولایت انتساب نے جھوٹا وغیرہ جانا وہ بلا شبہ جہنمی ہے
اور شک نہیں کہ اگر بوجوہات معقول و دلائل ذہن نشین ہمارے دعوے
کو باطل کر دیا جاوے تو بلا خیال انانیت اُسکو مان لیا جاوے گا اب
نیاز مند اُس حصہ دومی کی بابت عرض کرتا ہے کہ جسکا جواب آپنے نہایت
طمطراق سے مرحمت فرمایا ہے۔ وھو ہذا :

بعد وصول مکرمت نامہ آپکی کسی قدر راستبازی نے جیسا کہ روایت مسلم
کی صحت و وثوق کی نسبت رقمطرازی ہوئی ہے جوش انصاف نے مجھکو
اداۓ شکریہ پر مجبور کیا۔ نتیجہ آپکی تحریر سے یہ مستفاد ہوا کہ عبارت صحیح مسلم
سے یہ توہم پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امیر بقول عمر جناب ابوبکر و خود عمر کو
جھوٹا وغیرہ جانتے ہے لہذا بوجہ وقوع وہم عدالت شیخین زائل نہیں ہو سکتی

بعدہ آپ نے ایک تقریر الزامی سے اپنے دعوی کو تقویت دی ہے پہلے اُسکا مقدمہ لکھا ہے بعدش گفتگوے الزامی کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ عمر کی زبانی کذب و غدر وغیرہ سُنکر حضرت امیر کا سکوت کرنا واقعاً اسبات کو ثابت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ فی الحقیقت حضور ابوبکر و عمر کو جھوٹا وغیرہ الفاظ مندرجہ حدیث سے تعبیر فرماتے تھے کیا بایں ہمہ انکو عز و اقتدار و منزلت و وقار زائل نہیں ہوسکتا جیسا کہ بروایت کشف الغمہ حسن مثنی کے بُرا کہنے پر سکوت و صموت جناب سجاد علیہ السلام حسب اعتقاد شیعہ مزیل و مخل عصمت نہیں ہوا جواباً گذارش کیا جاتا ہے کہ آپ نے دو امر مذکور بالا یعنی حصول وہم از عبارت مسلم و تقریر الزامی کو دلیل تمام سمجھ کر حفظ عبارات تحقیق کیا ہے لہذا اس معاملہ میں بھی دو امر تنقیح طلب قرار دیے گئے ہیں ؛

تنقیح

اوّل یہ کہ عبارت صحیح مسلم میں بصرف الفاظ ایسا وہم و شکوک ہی پیدا ہوتا ہے کہ جس سے جناب ابوبکر و عمر کا حضرت امیر علیہ السلام کے نزدیک جھوٹا وغیرہ ہونا متحقق و مفہوم ہوسکے یا یہ کہ الفاظ مندرجہ صحیح مسلم بلا کسی ابہام و خدشہ و احتمال وغیرہ کے بصراحت تمام تشخیص بہ کذب و غدر وغیرہ پر دلالت کرتے ہیں اور دوسرا یہ کہ جمہور علمائے سنت نے کتاب مسلم کو باعتبار صدق کلامی لفظ صحیح کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے پس ایسے علوے شان کتاب صحیح میں ایسی عبارت کا درج ہونا کہ جس سے ناظرین کو توہم پیدا ہو کر جادہ ایمان سے منحرف کردیوے اصل کتاب کے اعتبار میں کیا اثر رکھتا ہے ؛

دوئم یہ کہ تقریر الزامی نفس مطلب سے جیسا کہ چاہئے موافق ہے یا مخالف اور

درصورتِ مخالفت اسکا کیا نتیجہ ہوگا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ اگر دلائل مذکورہ پیش
کردہ ساحی کا ابطال بوجوہِ کاملہ نہایت آسانی سے کردیا گیا تو شیخین عظام کی
عدالت بالکل ضائع ہو جاتی ہے کیونکہ اُن دونوں کو بدترین مدارج فسق پر
تا شہ کردیا۔ بندہ اوّل تقریر ابتدائی کے بطلان میں قدر مساعی کرتا ہے اور
اُسکو تین طریقوں سے باطل کرنا چاہتا ہے اوّل یہ کہ [illegible]
معاوضہ بالمثل ہے [illegible]
بالکل غلط ہے [illegible] کہ [illegible] صاحب
[illegible] صحیح مسلم
[illegible] کیا [illegible]
[illegible] شیخین [illegible]
[illegible] مستحق ہے حائث وگنہگار
نہیں ہو سکتا اور کشف الغمہ میں سے جناب [illegible] پیش فرمائی اُسکا
صحیح اصطلاحی ہونا نزد شیعہ مسلم نہیں کیونکہ اُسمیں از قسم مراسیل و منقطع و
ضعیف و حسن و موثق و صحیح سب طرح کی روایتیں موجود ہیں اور ہماری
کتب احادیث اکثر اسی نوع کی ہیں قواعد علم درایت و رجال سے امتیاز
صحت و غیر صحت ہوا کرتا ہے یہ ضرور نہیں کہ محض کسی ایسی روایت کا درج کتب ہونا ہمکو
پابند کر سکے تا وقتیکہ حسب معتقد و عمل درآمد شیعہ ثابت نہو مقدم تر لازمہ شان ایراد دہندہ
تہا کہ بموجب قواعد مقررہ علمائے شیعہ تنقیح و تنقید کرکے روایت تحریر فرماتے تب
محض اتنا کہا جا سکتا تہا کہ معارضہ بالمثل ہے۔ دوئم یہ کہ مسلم و بخاری میں مشاجرت و
مخاصمت ما بین شیخین و حضرت امیر و جناب عباس ماثور و منقول ہے اور حسب معتقدات
اہلسنت ہر چہار بزرگواران موصوف بالا کا آنِ واحد کے لئے بھی متصف بکذب و

خیانت ہونا ممکن نہیں نہ بروقت اس نزاع کے جسپر حدیث دلالت کرتی ہی
اور نہ اسکے مابعد و ماقبل اور بفرض محال بعد صحت روایت کشف الغمہ اگر
بہ نسبت حسن مثنّی بدگوئی ثابت بھی ہوجاوے تو بلاشبہ حسب عقیدۂ شیعہ مستوجب
فاسق بلکہ بدتر قرار پائیں گے اور بر طبق مذہب سنّیہ بھی وہ ثقہ اور عادل
نمانے جائیں گے حضرات اہل سُنّت جماعت آئمہ اثناعشر کو معصوم نہیں تو
لا اقل محفوظ جانتے ہیں پس ایسے دو شخص کا مخاصمہ کہ جو باہم کوئی مساوات
نہیں رکھتے معارضہ بالمثل نہین کہا جا سکتا حسن مثنّی انجام بخیر ہو کر ایمان
صحیح پر مرنا ہمارے نزدیک ثابت ہے ممکن ہے کہ بعد اس گستاخی و بیجاپی
کے تائب ہوئے ہون جیسا کہ بعد زجر و تنبیہ سورۂ تحریم عائشہ صدیقہ
و حفصہ کا تائب ہونا آپ بیان کرتے ہیں مگر اسمین شک نہیں کہ ہنگام نزول
سورۂ موصوف سخت معتوب نہیں ایسے ہی حسن مثنّی ہنگام وقوع بدکلامی
بشرطیکہ ثابت ہو فریقین کے نزدیک فاسق اور بعد توبہ و عفو معصوم مومن
کامل مگر آپ یہ بات کہاں سے کہہ سکتے ہیں اور کونسا قرینہ عقلی و نقلی اسکا مقتضی
ہے کہ کسی بدگو و گستہ مہار کے ناجائز طور پر بدکلام ہونے سے اُسکا سننے
والا یعنی جسکو ناجائز طریقہ سے بُرا کہا جاوے محض سکوت بالمصلحت سے
گنہگار و بے اقتدار و بدکردار قرار دیا جاوے۔ خاصان بارگاہِ خدا و برگزیدگان
رب العلی کا یہ خاصہ جاری رہا ہے کہ شدائد و نوائب پر صبر و تحمل فرماتے
رہے ہیں مگر آجتک کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ انبیاء و اولیاء کا بمقابلہ
مخالفین سکوت فرمانا اسکے عزل منصب کا سبب ہو یہ مضمون بھی آپ کے
حصہ کا تھا۔ مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ حسن مثنّی بفرض صحت روایت گستاخ
ہیں اور سید الساجدین علیہ السّلام محض تحمّل فرمانے سے کہ لازمہ شان

اور معیاد اتقیا سے دائرہ عصمت و طہارت سے نکل جائیں پس حسب مذاق
سامی لازم ہوا کہ جناب عمر ابن خطاب سے جسوقت کہ باجلالت و شان روبرو
خیر الانام ہنگام طلب داشت خامہ و قرطاس ان ھذا الرجل لیھجر یعنی یہ شخص
شدت مرض میں کلمات بے معنے جسکو حسب تصریح اہل لغت ہذیان کہتے ہیں ارشاد
فرمایا اور ختمی مرتبت نے اُس عالم درماندگی و بیکسی میں کہ گریہ عباس کما
فی البخاری سے ہویدا ہے بمقتضائے خلق عظیم کوئی کلمہ سخت و درشت سوائے
اسکے نہیں کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ نہ فرمایا تو کیا منصب جلیلہ نبوت عامہ
سے نکل گئے اب فرمائے کہ معارضہ بالمثل رہا یا گیا۔ وہ وجوہ مذکورہ
بالا ختم کرکے وجہ ثالث اس نوع کی عرض کرتا ہوں کہ دلیل الزامی سوائے
نقص عدم معارضہ بالمثل نفس مدعا و مطلب سے بھی حقیقتاً خلاف قیاس
ہے کیونکہ دلیل مذکورہ کا انطباق جبھی ہو سکتا تھا کہ حضرت امیر بمثل حسن مثنی
بالمشافہ حضرت ابوبکر و عمر بحضور عامہ میں یہ فرماتے کہ آپ کاذب و دغا و
خائن ہیں اور وہ بزرگوار مثل سکوت جناب سجاد حلم و وقار سے بنفس نفیس
فرماکر بھی چون و چرا نہ فرماتے تب آپ بروقت صدور کلمہ ناجائز بعد ثبوت
عدالت و وثوق حسن مثنی عند الشیعہ بمثل جناب سجاد علیہ السلام یہ کہنے کی بھی
گنجائش رکھتے تھے یہاں قضیہ منعکس ہے عمر صاحب اپنی نصفت شعاری و شان
فاروقی سے خود معترف ہیں کہ آپ مجھکو اور ابوبکر کو چنان و چنین سمجھتے ہو
پس سکوت جناب امیر بمثل تحمل جناب سجاد اس موقع پر کہاں سمجھا جاسکتا ہے
اور حقیر نے لفظ سکوت کب لکھا تھا میں عریضہ ابتدائی مورخہ ۲۳ جولائی ۱۸۹۱ء
کے حاشیہ پر آپ کو توجہ دلا کر مستدعی ہوا کہ چشم حقیقت بین وا کرکے معائنہ
فرمائے حقیر نے یہ عبارت لکھی ہے۔ خلیفہ صاحب کے اس بیان پر منجانب حضرت

امیر کو ئی عذر پیش نہیں ہوا۔ معروضہ حقیر مثل کلام صاحب مسلم وہم میں ڈالنے
والا نہیں بلکہ ان الفاظ کا صاف صریح یہ مطلب ہے کہ بسا اوقات ہر آدمی
شکایت کنندہ والزام دہندہ کے ایسے بیان پر ادبا وتہذیباً بشرطیکہ موانع خاص
نہو تکذیب قول خود کرکے اس تقریر شکایتی کے غیر واقع ہونے پر عذرات کیا
کرتا ہے اور بمقتضائے مروت واہلیت مصلحتاً بطور رفع الوقتی کہا کرتا ہے
کہ واللہ ثم باللہ استغفر اللہ میں آپ کو نہایت اچھا اور سچا پکا ایماندار
جانتا ہوں یا یہ کہ جیسا موقع ہو گفتگو کی جاتی ہے۔ مگر چونکہ حضرت امیر جیسے
مہذب ومتورع شخص کا اس رواج عام ومعمول اہل زمانہ سے خلاف کرنا
سواد حجت شیعہ کو ترقی دینا تھا بنابراں آپ نے حضرت عمر کے اس حصہ
بیان کو کہ جسکا خیال کرنا آپکی طرف نسبت دیا گیا تھا یعنی کاذب وغادر
وغیرہ سچا اور مطابق واقع سمجھ کر بسمع رضا وطیب خاطر سنا اور کوئی عذر
بربنائے رد وتضعیف قول مذکور نہ فرمایا۔ اگر حضرت امیر باتباع رواج
زمانہ کاربند مراعات مروت واخلاق ہو کر کہ خاصہ مزاج اقدس تھا اس موقع
پر عذر ولجاجت فرماتے تو ہمارے لئے بمقابلہ معاندین دائرہ کلام تنگ ہو جاتا
لیکن فعل معصوم حجۃ اللہ کسی حالت میں خالی از مصلحت نہیں ہوتا۔ حضرت نے
بایں خیال کہ اسوقت بپابندی رواج زمانہ عذرات کرنا برائے آئندہ دستاویز
مخالفین ہوگا۔ کوئی عذر نہ فرمایا اور محو تماشائے قدرت باری ہوئے کہ
خود بخود کیا حق بر زبان جاری ہو رہا ہے۔ جناب من آپ کی تقریر کی بلفظ خطا
اس سامع صفات ذمیمہ کے سکوت سے ہو گی کہ جس کی ذات پر اثر ذاتیہ
ہو جیسا کہ حسب روایت پیش کردہ عالی حسن مثنی کے برا کہنے سے جناب
سجاد علیہ السلام کی ذات بزرگ متاذی ہوئی آپنے زبردستی ایک

غیر مطابق تقریر سے خلفا کی گلو خلاصی بندِ کذب وغیرہ سے کہ بدترین صفاتِ
مذمومہ سے کرنی چاہی تہی اِسکو میں کب مانتا ہوں جناب والا ذرا ہوش
کیجئے اور کچھہ سوچ سمجھ کر لکھئے اسجگہ نہ کوئی مثلِ حسن مثنیٰ متکلم کلمات خبیثہ و
واسیہ ہے - اور نہ مثلِ جناب سجادؑ اُسکا سامع - بلکہ خلیفہ عمر بایں معنی کہ حضرت
امیرؑ اُنکو اور نیز حضرت ابوبکر صدیق کو جھوٹا وغیرہ جانتے تھے اپنا سوء
ظن یا نفس رسول کا مظنہ واقعی بیان فرماتے ہیں دو حال سے خالی نہیں
اوّل یہ کہ حضرت امیر درحقیقت انکو جہوٹا ہی جانتے تہے یا یہ صدّیق اکبر کے
نائب نے بخلاف ظنوا بالمومنین خیرا - ظان بظن واہی ہو کر ختم المرسلین کے وصی
برحق کو جھوٹا الزام دیا - افسوس ہے کہ ذات بابرکات خلافت مآب
سے الزام کذب پہر ہی دفع نہوا جو کہ اصل منشا جمیع رذائل وخباثت ہی
اگر دلیل الزامی حسب مزعوم عالی درست ہو جاتی تو شاید یہ اثر ہوتا کہ صیانت
عدالت شیخین آپ کے نزدیک کچھہ ہو جاتی چونکہ وہ دلیل ناکافی وغیر مطابق
رہی لہذا لازم آیا کہ اگر کوئی حرج خاص نہو تو بحکم الحق مع علی و علی
مع الحق ملازمتِ حق بذاتِ حضرت امیر نقی خیال فرما کر رہرو مسلک مرتضوی
ہو کر حضرت عمر و ابوبکر کو ویسا ہی خیال فرمائیں جیسا کہ حسب شہادت
عمر جناب امیرؑ انکو جانتے اور سمجھتے تہے بحمد اللہ تقریر الزامی ایسی منصفانہ
وغیر متعصبانہ وجوہات سے باطل و مضمحل کیگئی کہ جسکا بطلان بشرط انصاف
امکان انسانی سے باہر ہے اب ردّ توہمات کیجانب متوجہ ہوتا ہوں -
سبحان اللہ گرامی نامہ کے خطبہ میں یہ الفاظ رقم فرما کر کہ بعد تسلیم
صحت و وثوقِ روایت رقمزن مدعا ہوں اور پہر بفاصلہ قلیل یہ لکھنا
کہ کلام مسلم وہم میں ڈالنے والا ہے عجیب پر لطف قصہ ہے واہ حضرت ڈیڑہ سطر

میں یہ تناقض و تہافت جس روایت کو آپ صحت کے ساتھ تسلیم فرماتے ہیں
اسی کو خالق وہم قرار دیتے ہیں کیا ایک روایت دو اثر رکھتی ہے بقولے
یک بام دو ہوا صاحبِ من عبارتِ مسلم کو بعد تسلیم صحت و وثوق موہم بیان
کرنا بیچارہ عوام الناس کو دھوکہ اور مغالطہ میں ڈالنا اور اس حیلہ
سے اپنی ذات کو مذہبِ حق پر سمجھنا آپکی شانِ عدالت وفضیلت سے نہایت
چسپاں ہے معاملہ کی بات ہے غصہ نہ فرمائے اور بقول جعفر زٹلی دہلوی التی
ثابت کنندۂ مذہب باطل بزور جدال دابِ مجاہدانہ سے مثبت ناجائز ہوجی
کیونکہ آپکی اور ہماری جسقدر قیل وقال ہے کسی دنیاوی جائداد پر نہیں
بلکہ حقیتِ دین پر ہے اگر تباسی واقتدا حضرت امیرؑ کہ بوجہ لزوم حق اطاعت
ومواساتِ آنجناب عند السنیہ بھی منصوص من اللہ والرسول ہو کہ عین
ایمان ہے ہم لوگ ظاہر بلکہ نصِ عبارتِ مسلم پر عامل ہو کر کہ جسکا باطن سوا
بطن مؤلف و فہم سامی معدوم ہے خلیفتین کو اُن جملہ صفات اربعہ یعنی کذب
وغدر وغیرہ کا مصدر گردان کر باعتبار احکام کاذبین مندرجہ قرآن مبین
دو کاذبوں کو ایک جگہ جمع کر کے حسب قواعد عربی جملہ کاذبین بنائیں
اور وہ حکم قرآنی جو کہ متعلق بہ کاذبین ہے پناہ بخدا شیخین عظام اور اُنکے
تابعان پر وارد کریں تو کیا اِس قاعدہ سے ہم معتوب ہو سکتے ہیں یا بسبب
وہم اندازی امام مسلم یا عبارتِ صاف وصریح کے موہم معنی بیان کرنیسے
بجرم دھوکہ دہی خلائق جنابِ والا آخر ان طبقاتِ ثلثہ میں سے کونسا
طبقہ مورد لعن وطعن ہوگا مقام عجب ہے کہ نام ایسا شستہ یعنی صحیح مُسلم
اور مضمون خالقِ وہم کتابِ صحیح میں ایسی عبارت کہ جس سے وہم و
خدشہ ہو کب داخل ہو سکتی ہے بزعم واعتقاد حضرات سُنیہ منجملہ کتب

ستہ ہر کتاب بجائے خود بالکان بادیۂ غوایت کو صراط مستقیم پر پہنچانے والی ہے یا کہ حسب تحقیقات سامی پیچیدگی عبارت و وفور توہمات سے گرداب ضلالت میں ڈالنے والی ایسی کتب کی عبارت ظاہر اکچھ اور مطالب پیدا کرتے ہوں اور باطنا کچھ اور کسی عاقل کی عقل سلیم کیا بلکہ جاہل کا خیال ضعیف بھی پسند نہیں کر سکتا اگر بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں تو حقیر کے ایک ہی سوال نے جو کہ آپکی کتاب مستند سے پیش ہوا ہے آپ کے تمام اصول اور جملہ دعاوی باطل و مضمحل کر دئے بقول عمر جناب امیر فاروق اعظم و صدیق اکبر کو صفات چہارگانہ سے متصف سمجھتے تھے حقیر اُن صفات مذکورہ کی تشریح کرتا ہے کہ ہر ایک کا کیا مطلب ہے اور خلفا سے وہ کیا معاملات اُنکے زمانہ حکومت میں وقوع پذیر ہوئے کہ حضرت امیر کو اُنکی نسبت ایسا یقین کرنے یعنی کاذب وغیرہ سمجھنے کی گنجائش ملی۔ پس صاحبانِ ایمان کو یہی ایک امر کافی ہے عقل سلیم کو حکم کرکے حق و باطل میں تمیز کرنی چاہئے کہ آیا جن لوگوں کو حسب تسلیم و تصدیق اُنہیں کے حضرت امیر جیسے زاہد وبے لگاؤ شخص نے جھوٹا سمجھا وہ کسی طرح بھی مسلمان باایمان کہے جا سکتے ہیں۔ نہیں ہر گز نہیں بلکہ ضرور ہے کہ ایسے آدمی جنکو نفس رسول و زوج بتول نے جھوٹا اور بدعہد و خائن و گنہگار جانا وہ سوائے خوارج و نواصب کے اور جمیع طرق اسلام کے نزدیک بدترازسگ و خوک و زندقہ مجوس ہیں اور افضلہ آپ ہی اس بابیں ہداستان نحیف ہیں کیونکہ آپنے عدم زوال عدالت شیخین کیلئے قضیہ حسن ظنی و توہم عبارت مسلم کو سپر فولادی گردانا ہے پس ہر دو امور پیش کردہ جناب کے ابطال پر نظر کرنے سے آپ کو بوجہ ایمانداری و حمیت اسلامی حسب

وعدہ خود ناگزیر بانا پڑیگا۔ کہ فی الواقع خلفا نامدار ایسے ہی تھے جیسا کہ
بروایت فاروق حضرت علیؓ انکو جانتے تھے۔ تقریر الزامی اول باطل کرچکا
ہون اور دربارہ ابطال وہم بطور تمہید ایک تقریر مجمل جسکو مفصل پر
فوق ہے عرض کی گئی مگر چونکہ بقول مشہور وہم کے علاج سے لقمان عاجز
ہے اور آپ اس مرض مزمن مین بحدے مبتلا ہیں کہ بالکل وہمی ہوگئے
ہیں بنابرآں واجب ہوا کہ تنقیہ دماغ سے اوّل تدبیر اخراج مادۂ
وہم کرکے کہ غلط یہی ہے بعدہ معاجین ہوش افزا آپکی خدمت کرون
تب آپ کو تصفیۂ باطنی ہوکر واضح ہوجائیگا کہ اسوقت تک جوش توہمات
مانع ادراک حقیقت وواقعیت رہا ورنہ محض سمجھہ کی غلطی تھی ذرا اتنا ہی
خیال ہے کہ آپکے استدلال کا ڈیرہ نمبر ساقط ہوگیا کیونکہ تقریر الزامی
جس پر آپ نے نہایت ناز کرکے قلم اٹھایا تھا اور عالم جوش وخروش میں
بلاخیالِ اطراف وجوانب ہیجان سوادتو لاٹی بکری وعداوتِ مرتضویؐ میں
مدہوش بلکہ خود فراموش ہوکر ایک تقریر بےسروپا کی تھی اسکو بوجوہاتِ
عدیدہ ایسی صراحت ولطافت سے توڑ دیا گیا کہ اگر مثل ستارگانِ
آسمان خلایق ہوکر ایک دوسرے کی پشتیبان ہو تب بھی جواب ممکن نہیں
اور ترکیب وہم بھی زائل ہوچکی مگر اسکو اجمالاً بیان کیا ہے لیکن ایسے
وجوہ عالیہ جیسا کہ بطلان وہم میں مجملاً بیان کئے گئے ہیں روشن دماغ
لوگوں کے سمجھنے کی ہیں اور آپکا قلب ودماغ وفور تخیلات فاسدہ و
توہمات باردہ سے ایسا تیرہ ہوگیا ہے کہ جس کیلئے انتہا درجہ کی صفائی کلام مطلوب
ہے لہذا وہی طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ آپکا فہم بےوہم قبول کرلے صاحب
من مجھکو بڑا تعجب ہے کہ لفظ وہم آپنے کس معنی میں مستعمل کرکے لکھا ہے کیونکہ بظاہر

آپ کا اقرار وہم وزیب دہ جہال ہے خوب لوگوں کو تذبذب و تردد میں
ڈالا اِس موقع متنازعہ حدیث فرائیتماہ کے چند معنے کہ جنکا تعبیر بوہم کیا جاتا
ہوسکتے تھے مگر اُس حالت میں کہ اِس حدیث کاذب وغادر وغیرہ کی بابت
گفتگو ہو کر اہل سُنّت کو پہلے ساکت نہ کیا گیا ہوتا عوام بیچاروں کو کیا
خبر ہے کہ اعتراض کذب غدر وغیرہ نے معرض بحث میں آکر شیخین کرام کے
کڑے ہوئے کو تیلے کہانتک اُکھاڑے ہیں اور فضلائے کاملین اہلسُنّت
کو کیسا کیسا تھکایا ہے کیا آپکو باین دعوئے فضیلت وبسیار دانی معلوم نہیں
کہ اِسی بحث میں رشید الدین تلمیذ شاہ صاحب کو بذریعہ رسالۂ نفاق الشیخین
بحکم صحیحین بالکل پابہ گل کر دیا ہے ذرا رسالۂ مذکور ملاحظہ فرما کر انصاف
کیجیے ؎ کہ خاصان درین رہ فرش راندہ اند ۞ بلا احصٰی از تگ فرو ماندہ اند
ہم سے وہم کی تاویل سنئے محققین سابقین سے جس کسی کو اِس حدیث میں
وہم و خدشہ پیدا ہوا ہے وہ یہ نہ تھا کہ بربناء اندراج مُسلم الزام کتب
وغیرہ شیخین پر قائم نہیں ہوسکتا بلکہ باعتبار سیاق کلام اُنکو پورے طور
پر تیقن ہو گیا تہا کہ بادی النظر میں ادنیٰ عربی داں سمجھ جائیگا کہ حضرت
امیرؑ نے مقدمہ وراثت جناب فاطمہؑ میں ابوبکر و عمر کو جھوٹا سمجھا پس اُنکو
یہ وہم ہوا کہ ایسے الفاظِ صاف و روشن کا کتب موثقہ میں لکھا جانا
مبطلِ دینِ سُنّیہ ہوگا لہذا بنظر حفظ دینِ تجویزی یہ بندوبست کیا گیا کہ اوّل
اُن الفاظ و فقرات ہی کو اُڑا دیا جاوے منتظمانِ دین سُنّیہ میں سب سے پہلے فکر
بخاری کو بیداری ہوئی کہ بجائے غادر و خائن کذا و کذا لکھدیا جسکو میں آگے
بہ تفصیل عرض کرونگا اور یہ اہتمام دو سبب سے کیا اوّل یہ کہ کتب میں ایسا لکھا
جانا یقینی طور پر دلالت و رہنمونی کریگا کہ بے شبہ حضرت علیؑ کے نزدیک ہر دو خلفا

جھوٹے اور خیانت شعار تھے اور تمام منصفین اُمت کے نزدیک باعتبار فضائل ذاتی وکمالات نفسانی جمیع صحابہ سے حضرت علیؑ مدارج علیا پر شمار کیے گئے ہیں پس جلیل الشان وعظیم القدر کا خلفا کو جھوٹا اور دغاباز سمجھنا صلحار اُمت کو مجبور کریگا کہ بتقلید حضرت امیرؑ وہ بھی خلفار نامدار کو جھوٹا سمجھنے لگیں۔ دوم یہ کہ جو لوگ کاذب وغادر وخائن ہوں عام اس سے کہ بظاہر کیسے ہی افعال حسنہ مثل صوم وصلوٰۃ وغیرہ کے پابند ہو کر دعوئے مسلمانی کرتے ہوں بخاری کے نزدیک حسب الارشاد ختمی مآب منافق ہیں بنا برآں اُنکو یہ کھٹکہ ہوا کہ اگر صاف طور پر غادر وخائن لکھا گیا تو بربنا اُسکے منافق ماننا پڑیگا پس اُس مضمون ہی کو ساقط کر دیا امام مسلم کچھ سیدھے سادے معلوم ہوتے ہیں اُنکی نظر عواقب امور پر نہ پہنچی اور نادانستگی سے کاذب وغادر بھی لکھا اور بمقام دیگر انہیں صفات کو علامات منافقین میں بیان کرکے گروہ مومنین کو اپنا شکر گذار کیا ہماری دانست میں حضرت بخاری ہی بڑی چوک ہوئی اگر وہ تمامتر مضامین ظلم وجور شیخین جو کہ بمخالفت اہلبیت درج کیے ہیں یک قلم اُڑا دیتے تو مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی مصنف منتہی الکلام کو ازالۃ الغین و اثارۃ العین میں غضب جناب سیدہؑ اور پھر اُنکی رضامندی کی روایتوں کے جھوٹا ظاہر کرنیکا اہتمام نہ کرنا پڑتا مولوی صاحب موصوف نے مسلم وبخاری کی دو سو ۲۰۰ حدیثیں کہ جن سے انہدام بنیاد ملت سُنیہ متعلق تہا موضوع قرار دیکر کل کتب پیشین وسابقین متضمن روایات مذکورہ کو غلط کر دیا میرا مدعا خاص ورمنشا بالاختصاص اِس موقع پر اتنی طول کلامی سے یہ ہی کہ جمیع اعتراضات شیعہ کے غیر صحیح ہونیکا حضرات اہل سُنت کو توہم نہیں جو ا

بلکہ اُن کی صحت پر ارکانِ مذہب کے متزلزل ہونیکا واہمہ ہوا ہے اور
بقدرِ امکانِ جہلا فریبی کے لیئے اُسکا انتظام بھی کیا ہے مگر حضرات شیعہ نے
سب کو ہبأ منثورا بنا دیا اور یہی حال شاہصاحب دہلوی کا ہے کہ باتباع
خواجہ نصر اللہ کابلی کتاب مجاج السالکین سے کہ جسکا وجود از مصنفات
شیعہ آج اِس دنیائے موجود میں نہیں ہے جناب سیدہؑ کی رضامندی
کے ثبوتِ مصنوعی کے بہم پہنچانے میں کوششِ بلیغ نہ فرماتے یہ تمام وبال
ونکال برگردنِ بخاری ومسلم ہے کہ اُنہوں نے مضامینِ غصب فدک
وغصب جناب سیدہؑ درج صحاح کر کے علمائے مذکور کو سخت ضیق وپیچیدگی
میں ڈالدیا مولوی حیدر علی صاحب نے انکار رنجیدگی و رضامندی جناب
سیدہ سے صحیحین کو کہ جنکی صحتِ روایت پر اہل سُنت فریفتہ و دلدادہ ہیں
درجہ صدق وثاقب سے خاک مذلت میں ملا کر شاہصاحب کو بھی کہ غضبا کی کے
مصدق ہو کر درپئے اثبات رضامندی ہوئے ہیں صحیحین کے ساتھ کاذبِ
محض قرار دیدیا اگر جناب امیرؑ کا عہدِ حضرتِ ابوبکر و عمر و عثمان میں دعویدار
ہونا پایہ ثبوت کو نہ پہنچتا جیسا کہ کتبِ معتمدہ میں مندرج ہے اور بفضلہ بغرض
آگاہی عامۃ الناس مفصل آگے بیان ہوگا تو شاید کسی بلید وغبی الذہن کو
توہم ہو جاتا مگر ہر سہ خلافت میں متواتر ایک وضع سے ستغیث ہونا اور
پھر وہم باقی رہنا یہ کیا معنی میںے ان معاملات کو احتمالات کی تشریح
میں بہت توضیح سے بیان کیا ہے منتظر رہیئے آپکی نظر توہم اثر سے عنقریب
گذرنیوالا ہے جناب من یہ قصہ ایسا صحیح اور متواتر ہے کہ وہم کی بو بھی نہیں آسکتی
البتہ جو لوگ کہ دیدہ و دانستہ حق پوشی کر کے جملہ خبریہ کو انشائیہ بنائیں یعنی جملہ فرایتماہ گفتہ
عمر کو حمل باستفہام کر کے یہ معنی نکالیں اے علیؑ و عباسؑ کیا تمنے ابوبکر کو جھوٹا جانا

اِنکا بُطلانِ وہم اگر حضرت علیؑ و عباسؓ کے بکرّات و مرّات دعوی کرنے سے
نہیں ہوا تو واجب ہے کہ فصد کرائیں یا بریلی جائیں اسلئے وہمیانِ عقل و ہوش
باختہ صفِ ماتم بچھا کر گریہ و بکا کرو اہل حدیث کی قلم سے الفاظِ دافع وہم
چھوٹ گئے اب کیا ہو سکتا ہے اگر الفاظ مختلف ہوتے تو شاید گنجایش وہم
نکل آتی جیسا کہ قصہ قرطاس میں روایت نے اختلافات لفظی کر کے انّ
ھذا الرجل لیھجر میں توہم استفہام پیدا کر دیا بہر حال آپ کو لازم تہا کہ
کوئی قرینہ وہم بھی تو بیان فرما دیتے کہ عبارتِ مُسلم میں فلان موقع پر باین
سبب وہم پیدا ہوتا ہے محض ایک سرد دُم بریدہ لفظ وہم لکھہ کر آپ نے
بعض اہل سُنّت کو بھی جو فی الجملہ متانت رکہتے ہیں تزلزل میں ڈالدیا کلامِ بے
دلیل ہمیشہ مطبوعِ طبایعِ اہلِ عقل ہوا کرتا ہے اور دعوے بدلیل خوار و
ذلیل آپکا اقرارِ وہم میرے استفسارِ متین کے مقابلہ میں بالکل ایسا ہے کہ
جیسا مزعفر کے سامنے اوبالی دال بندہ نواز حضرت امیرؑ کا برابر مستغیث
ہونا بجمیع الوجوہ مُثبت کذب و غدرِ شیخین ہو گیا اِس میں کوئی واہمہ نہیں
ہے اور اگر ہو سکتا ہے تو مبہم نہ رکہتے مفصّل بیان فرمائے یہ بھی واضح رہے
کہ اِس مقام تک مجھکو نصف سے زیادہ ڈگری مل گئی ہے اور خاتمہ کلام پر
انشاء اللہ میرا کل دعوے سر سبز ہو گا مگر بالفعل جو نتیجہ پیدا ہو چکا اُسکو بھی ہمن نتیجہ فی یا لیجئے
کہ بوجہ عدم مطابقت تقریرِ الزامی ایک حصہ سے زیادہ عدالتِ شیخین زائل ہو گئی
اور جبکہ عدالتِ مفروضہ برباد ہوتے عام اُس سے کہ کسیقدر ہو ہر دو خلفاء
نامدار عامۃ النّاس میں داخل ہو کر تحتِ حکمِ العوام گئے اور جبکہ زمرۂ انعام مین
جو کہ عبارت سے وحشیان و چوپایہ وغیرہ سے شمار کئے گئے تو کوئی وقعت
باقی نہ رہی اب میں اُس تمہید کی تکمیل کرتا ہوں کہ جسکا پہلے وعدہ کر چکا ہوں

[illegible]

یعنی الفاظِ کذب وغدر وغیرہ کی تفسیر وہ اس طرح سے ہے کہ جناب عمرؓ نے بمخاطبہ حضرت علیؓ و عباسؓ سرِ جلسہ ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ سے معاملۂ فدک میں بدلیل لانورث حکم اخیر سُنکر تم دونوں نے اُسکو اور چونکہ میری حکومت بھی اُنہیں کی عنایت سے متفرع ہے لہذا مجھکو بھی کاذب وغادر وغیرہ سمجھا۔ واضح رہے کہ حدیث مُسلم میں یہ چار الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ کاذب۔ غادر۔ خائن۔ آثم۔ ہر لفظ کے معانی لغوی اِس قرینہ وعبارات واضحہ سے بیان کرتا ہوں کہ انشاءاللہ مقبول طبائع منصفین ہو۔

کاذب اُسکو کہتے ہیں جو کہ امر خلاف واقع بیان کرے۔ نظر بر آں بدانستِ حضرت امیرؑ جملہ بیاناتِ شیخین خصوصاً جہانتک کہ اخذ خلافت و اغتصاب حقوق خاندانِ نبوت سے متعلق تھے جھوٹا اور بے بنیاد سمجھتے تھے۔ غادر غدر کرنیوالے کو کہتے ہیں اور حسب تصریح روایت محمد بن اسمٰعیل بخاری یہ گروہ وہ ہے کہ عہد و پیمان کرکے وفا نہ کرے چونکہ شیخین نے باوصفِ عہود مؤثقہ عہدِ غدیر پر کہ کلمۂ باجاہ وجلال وہیبت اشتمال بخٍ بخٍ سے ثابت ہے ایفاء نہ فرمایا نظر برآں جناب امیرؑ نے چونکہ اپنی ذاتِ بابرکات کو بعد ختمی مرتبت خلیفۂ بلافصل وسلطان لازم الاطاعت جانتے تھے مدعیانِ خلافت کو غادر یعنی بدعہد سمجھا۔ خائن خلفائے ثلثہ نے چونکہ تمکن ناجائز کرکے سلبِ حقوق اہلبیتؑ وبعض مواقع پر خودسری ومطلق العنانی سے تغیر احکام شریعت کیا اور اُسکا نام تابعین وتبع تابعین نے سیرتِ صحابہ وسنتِ شیخین رکھا جیساکہ منع متعہ وایجاد تراویح بجماعت وزیادتی اذان نماز جمعہ و از دیادی ارکانِ اذان بکلمہ الصلوٰۃ خیر من النوم واسقاط حی علیٰ خیر العمل از اذان وتجویز حقِ عصبہ وانتزاع فدک ومنع حقوقِ ذوی القربیٰ مثل خمس ومال فے وغیرہ بنا برآں

مصنف نے بعض امور کا حال رسالہ امام الاتقیا بجواب خلافت میں بڑی توضیح وتفصیل سے عرض کیا ہے ۱۲

ایسے افعال قبیحہ کے ارتکاب سے ادم بنیا دملت احمدی کہے گئے یہ بزرگواران حسب عقیدہ و مزعوم عامۃ الناس باسباب ظاہر بوجہ تعلقات سیاست مدنی ائمۂ دین خدا گنے جاتے تھے گو اہ کسی طریقہ سے ہوں کاش اہلبیت عظام کے ہی حقوق تلف کرکے امانت خدا و رسول میں جو کہ عبارت ہے شریعت پاک سے ایجاد و عقل آرائی نہ فرماتے اور نبی کریم کے قدم بقدم چلتے اور امور دینی میں متابعت ثقلین کرتے تو خائن نہ کہلاتے بلکہ غاصب محض قرار پاتے۔ الحاصل جبکہ حضرات ثلاثہ یہ مراحل مشکلہ یعنی منازل سہ گانہ متذکرۂ بالا بآسانی بلاخوف و دغدغہ بازپرس طے فرما چکے تھے تب پورے گنہگار اور اسکے سزاوار ہوگئے کہ جسکے صاف طور پر کہنے سے قلم ادب شیم سوختہ ہوا جاتا ہے یہانتک جو اتجاب تھا مگر چونکہ امورات دینیہ میں دائرہ کلام تنگ کرنا اور تحقیقات و تدقیقات انیقہ و رشیقہ سے ہر قصہ کی طرف بایمان و انصاف غور فرمانہونا بعید از شان و آئین ایمانداری ہے بنا بر آن حقیر اوّل حدیث مسلم کی حقیقت اور علمائے اہلسنت نے جو اسکی اصلاح میں کوشش کی ہے اسکی اصلیت بیان کرنے کے بعد تھوڑے تھوڑے حالات متعلقہ بحث کا ذب وغیرہ کتب کلامیہ سے استنباط کرکے پیش خدمت کرتا ہے اگر بترک تعصب و اعتساف نظر فرما ہوگئے تو آپ کو واضح ہوجائیگا کہ حق و ناحق کیا چیز ہے خدا کرے کہ برادران اسلامی فی الجملہ توجہ فرماکر تحریر ہذا کے منشاء اصلی اور علت غائی پر غور کرکے استفادہ دینی اٹھائیں اور یہ ہیچ میرز و رسیہ کار بذیل حامیان ملت احمدی و طریقۂ جعفری محسوب و معدود ہوکر ماجور و مثاب ہو آمین ثم آمین ٭

جاننا چاہئے کہ حدیث مسلم جسپر سلسلۂ کلام جاری ہوا ہے بخاری و مسلم ہر دو کتاب میں بتغیر الفاظ و اتحاد مطلب درج ہے یہ روایت بہت طولانی ہے کل عبارت کی بلی

کا نقل کرنا باعث طول سمجھ کر اُسکے دو حصّہ کرتا ہون ایک حصّہ کا مضمون بجنسہٖ
اُردو میں بیان کرکے باقی اصل عبارت نقل کرونگا حدیث کے پہلے حصّہ کا ترجمہ
یہ ہے زہری سے بحوالہٴ مالک ابن اوس مروی ہے کہ ایک روز خلیفہ عمرؓ اپنے
دولت سرا میں تشریف رکھتے تھے کہ یرقع غلام عمرؓ نے اطلاع دی کہ عثمان و
عبدالرحمٰن و زبیر وسعد اجازتِ حضوری طلب کرتے ہیں خلیفہ صاحب نے
حکم دیا کہ آنے دو اُسکے متعاقب غلام عمرؓ نے خبر دی کہ علیؑ و عباس بھی موجود ہین
حکم ہوا کہ وہ بھی آئیں پس دونو صاحب داخل ہوئے عباس نے دربار میں پہنچکر
عرض کیا کہ اے امیرالمؤمنین مجھ میں اور معاذ اللہ اِس علیؑ کاذب و غادر و
خائن و آثم میں فیصلہ کردو تب عثمان وغیرہ نے بھی سفارش کی اور کہا و فی
انمیں فیصلہ ہی کرا دینا مناسب ہے پس عمرؓ نے عثمان اور اُنکے ساتھیوں سے
یہ فرمایا کہ آپ صاحب خالقِ ارض و سما کی قسم کھا کر کہیں کہ تم نے رسولؐ اللہ
سے حدیث انا معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث وما ترکناہ صدقۃ سُنی ہے تب سب نے
بیان کیا کہ بیشک سُنا ہے پھر علیؑ و عباس کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ بھی
بحلف بیان کیجیئے کہ اِس حدیث کو رسول صلعم سے سُنا ہے تب اُنھوں نے
بھی حدیث کے سُننے سے اقبال کیا اُسوقت عمرؓ نے آیۂ فئی تلاوت کر کے اموال
بنی النضیر و ما افاء اللہ کا طرز تقسیم بعد رسول اللہ بیان فرما کر جملہ حاضرین دربار
سے حلفِ ضابطہ لیا من بعد ارشاد فرمایا۔ فلما توفی رسول اللہ قال ابوبکر انا
ولی رسول اللہ فجئتما تطلب میراثك من ابن اخیك ویطلب ھذا میراث امرأتہ
من ابیھا فقال ابوبکر قال رسول اللہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فرایتماہ اثما کاذبا
غادرا خائنا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفی ابوبکر
وانا ولی رسول اللہ وولی ابوبکر فرایتمانی کاذبا غادرا خائنا اثما واللہ یعلم

انی لصادق بار راشد تابع للحق فولیتہا حتی جئتنی انت وھذا وانتما جمیع
وامرکما واحد فقلتما ادفعہا الینا فقلت ان شئتم دفعتہا الیکما علی ان علیکما
عہد اللہ ان تعملا فیہا بالذی کان یعمل رسول اللہ فاخذتماہا بذلک قال اکذلک قالا
نعم قال ثم جئتمانی لاقضی بینکما واللہ لا اقضی بینکما بغیر ذلک حتی تقوم الساعۃ فان
عجزتما عنہا فردا ہا الی انتہی خلیفہ عمر بواجہ جناب علی و عباس ارشاد فرماتے
ہیں کہ جس وقت رسول پاک نے وفات پائی تو کہا ابوبکر نے کہ میں ہوں خلیفہ
رسول صلعم کا پس آئے تم دونوں اے علی و عباس کہ طلب کرتا تھا تو اے
عباس میراث اپنے بھتیجہ سے اور طلب کرتا تھا یہ علی المرتضیٰ میراث اپنی زوجہ
کی اُسکے باپ کی جانب سے بجواب ابوبکر نے کہا کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا
کہ نہیں ہمارا وارث ہوتا ہے کوئی جو کچھ کہ ہم یعنی انبیا چھوڑتے ہیں وہ صدقہ
ہے پس اس بات کے کہنے سے تم نے اسکو جھوٹا دغاباز خائن گنہگار جانتا
خدا جانتا ہے کہ وہ سچا نیک رہنما تابع واسطے حق کے تھا پھر جب مرگیا ابوبکر
اور میں خلیفہ ہوا رسول خدا اور ابوبکر کا پس تم نے مجھکو جھوٹا اور دغاباز
و خیانت کرنے والا اور گنہگار خدا جانتا ہے کہ میں سچا نیک رہنما تابع واسطے
حق کے ہوں پس چلے گئے تم اور پھر تم دونوں میرے پاس آئے درحالیکہ تم
دونوں ایک تھے اور تمہارے کلام میں اتفاق تھا سو تم نے کہا کہ یہ ترکہ
ہمارے حوالہ کردو تب میں نے کہا کہ اس شرط سے دیتا دیتا ہوں کہ تم خدا
سے عہد کرلو اسمیں وہی کیجیو جو رسول صلعم کیا کرتے تھے چنانچہ آپ ہر دو صاحبان
نے قبول کرکے ترکہ مذکور اسی شرط پر لیا سچ کہو جیسے کہ میں کہتا ہوں
اسی طرح ہے یا کچھ اور اُس وقت آپ نے کہا کہ ہاں اسی طرح ہے اب
آپ میرے پاس پھر آئے قضیہ لیکر اسواسطے کہ میں آپ کا فیصلہ کر[illegible]

جو کچھ کہ میں پہلے کر چکا ہوں اسکے خلاف مجھ سے تا قیامت نہ ہوگا اگر تم سے انجام تولیت نہیں ہو سکتا تو مجھ کو واپس دیدو واس حدیث کے مضمون پر نظر کرنے سے چند موقع مشتبہ و مخدوش معلوم ہوئے۔ لہذا جملہ مقامات مخدوشہ کی تصریح کرتا ہوں تین جملے حدیث مسلم کے قابل توجہ ارباب انصاف ہیں۔ پہلا جملہ یہ ہے کہ جناب عباس نے مجمع عام اصحاب میں حضرت علیؑ کو معاذ اللہ کاذب وغیرہ کہکر حضرت عمر سے انصاف چاہا دوسرا جملہ یہ ہے کہ حضرت عثمان و عبد الرحمن و زبیر و علیؑ و عباس کا زبان فیض ترجمان نبی صلعم سے نحن معاشر الانبیاء الخ سنکر گواہی دینا اور جناب امیرؑ و عباس کا برعکس اپنی شہادت کے عہد صدیق و فاروق میں بنائے وراثت نبوی باستدلال استحقاق خود با دعوے دار ہونا اور جناب عمر سے اموال بنی النضیر و ما افا اللہ کا رسول مقبول کے زمانہ میں طرز تقسیم سنکر بحلف تصدیق کرنا اور خود عمل فرما ہونا بلکہ حجت ہائے بالغہ و دلائل کاملہ سے بعد صدیق و فاروق اس بات کے درپے ہونا کہ ما افا اللہ و مال بنی النضیر ترکہ نبوی سے بحکم قرآن جریان وراثت ہونا چاہیئے۔ تیسرا جملہ یہ ہے کہ عمر کا ابو بکر و ذات خود کو اولی رسول اللہ کہنا حالانکہ باعتقاد سنیہ نبی معصوم نے زمانہ حیات میں ابو بکر و عمر یا کسی اور شخص کو خلیفہ نہیں بنایا ہر سہ فقرہ ہائے متذکرہ پر جو شبہات و محامل کہ بادی النظر میں پیدا ہوتے ہیں انکو تفصیل وار عرض کرتا ہوں احتمال جملہ اول نہایت حیرت خیز و اقع ہے کہ جناب عباس نے باین شائستگی و اہلیت حضرت امیرؑ کو الفاظ بد و نالایق سے کیوں نسبت دی ایسے بیہودہ کلمات ارازل ہی ایک دوسرے کو سر جلسہ کہنا سخت معیوب سمجھتے ہیں شائستہ و تہذیب یافتہ لوگوں کا یہ شعار و کردار

نہیں کہ باہم ایسے غیر مہذبانہ و پاجیانہ گفتگو کریں کمال تعجب انگیز قصہ ہے کہ
جناب عباس نے اپنے برادر زادہ کو درحالیکہ حسب روایت پیمبر
شان آیۂ مباہلہ میں نفس رسول و سورۂ تحریم میں صالح المومنین سے کہ جسکا
مافوق ممکن نہیں وہی مقصود ہیں جھوٹا اور بے ایمان کیوں کہا اور وہ کونسا
حق موروث و مکسوب جناب عباس کا حضرت علیؑ نے باین زہد و تورع
ضبط کرکے خیانت مجرمانہ کی تھی کہ جسکے پاداش میں ایسے کلمات ناگفتنی و
ناشنیدنی کے مستحق ہوئے اگر بنظر دفع الوقتی کہا جاوے جیسا کہ بعض اہل سنت
نے کہا ہے کہ جناب عباس نے چونکہ آپ کے چچا تھے داب بزرگانہ سے حیثیت
کی تو کسی طرح عقل باور نہیں کرسکتی کیونکہ ارباب کیاست و لیاقت کے یہ کوئی
معمولی بات نہیں کہ یکے با دیگرے بیہودہ کلامی کریں یا آنکہ کوئی مرد بزرگ
اپنے ایسے خورد کو جو بجز نبی من جمیع الوجوہ اُس بزرگ سے اعلےٰ و افضل
ہو بالزام ہیچ سخنان ناصواب کہے اور نہ ایسا کوئی قاعدہ ہے کہ محض
لمبی داڑھی ہونیکے اعتبار سے کوئی شخص اپنے چھوٹوں کو بنظر جبر بزرگانہ
پیش سلطان عادل و حضور اخیار عین دار الشریعت میں ایسے الفاظ کہے جنکو
بمقابلہ کفار بھی کہنے میں تامل ہو۔ چونکہ یہ جملے حالات حضرات اہل سنت کی
سندی کتاب میں مندرج ہیں لہذا آپ ہی اُسکے ہر فقرہ کے جرح کے جواب
دہ ہیں اور ہمارے ذمہ کوئی الزام نہیں کیونکہ مجموعہ اندراجات اور
فقرات صحاح کے شیعہ قائل نہیں ہیں جو حدیث کہ اسوقت معرض بحث
میں ہے ہمارے نزدیک اُسکا اتناہی مضمون دُرست ہے کہ جس قدر
جناب عمرؓ نے حضرت علیؑ سے درباب کاذب و خائن وغیرہ بیان کیا اور
باقی مضامین مصلحتاً اضافہ کئے گئے ہیں چنانچہ عبارات زائدہ و بیفائدہ

سکے وجوہات اندراج انشاء اللہ بیان کئے جاویں گے اب میں جناب سے
خصوصاً اور دیگر حضرات اہل علم و ایمان سے عموماً عرض کرتا ہوں کہ جناب امیر
نے باین کرم و صلہ رحم کہ جس کی تصدیق میں بطون کتب حدیث و سیر مملو و مشحون
و ثقات امت رطب اللسان ہیں جناب عباس کے ساتھ کوئی زیادتی کی تھی
اور ان کے کسی حق واجب و جائز کو بقول صاحب تحفہ و ہدیۃ اثنا عشریہ غلبہ پاکر
دبا لیا تھا اگر حسب اعتقاد شہرہ و علمائے موصوف کہ جنکو مولویان حضرات سنیہ
بڑا محقق و راستباز خیال فرماتے ہیں حضرت علی نے حقیقتاً جناب عباس کو
بیدست و پا سمجھکر بالائے طاق رکھا اور اس تمام جائداد میں جو کہ بیشگاہ
حضرت عمر سے بصیغہ تولیت ان کے سپردگی میں تھی اپنا قبضہ و تصرف خلاف
شرائط مندرجہ حدیث مسلم کر لیا چونکہ بنگام حصول سند تولیت عمر سے حلف
کیا تھا کہ ہم ان اراضیات میں وہی عملدرآمد پیش نہاد خاطر رکھیں گے
جیسا کہ عہد رسول مقبول میں تھا اور بعد میں جوش نفسانیت سے قول و قسم
پر کچھ اعتنا نہ کیا قابو پاکر سب دبا بیٹھے اندریں حالت حضرت علی علیہ السلام
کو کیوں عادل و با ایمان کہیں اور معاذ اللہ حسب مقولہ جناب عباس مندرجہ
بخاری و مسلم و باتباع مولوی محمد قاسم نانوتوی و شاہ عبد العزیز دہلوی
فاسق نہ سمجھیں اور بصورت عدم وقوع خیانت وغیرہ بالزام بیجا و بہتان
ناصواب جناب عباس کو کس دلیل سے جھوٹا اور مفتری نہ خیال کریں اگر
دونوں بزرگواروں کی نسبت بظاہر حکم تفسیق دینا خلاف شان مسلمانی ہو
تو پھر کیا کریں اسوقت چار و ناچار لازم آئیگا کہ بخاری و مسلم کو صحیح
ترین کتب بعد کتاب باری کیا بلکہ کتاب خالق باری سے بھی پست تر سمجھیں
اور حسب اجماع علمائے اہل سنت انکی تمامی احادیث کو پھینکا چھوڑا ہوا جنی

صاف شدہ نہ خیال کریں بلکہ بخلاف اُسکے اُن کے جمیع ایسے مطالب کو کہ جن
کی تصدیق سے نفس صاحبان ایمان پہ حرف آئے بالکل جھوٹا اور موضوع
تصور کریں اور شاہ صاحب و مؤلف ہدیۃ الشیعہ کو چونکہ معتقد بغلبہ علی علیہ السلام
ہیں سراسر بدکیش سمجھیں واضح رہے کہ اس موقع پر کوئی تاویل ہی نہیں
ہو سکتی تاکہ بزور عصبیات اصلاح کرکے حضرت امیر و جناب عباس و صحیحین
و صاحب تحفہ و ہدیۃ الشیعہ کو الزام سخت سے بچایا جاوے بہر حال منجملہ تین
باعتبار چیزوں کے ایک سے ضرور استعفا دینا ہوگا۔ یا علیؑ و عباس کو معاذاللہ
جھوٹا اور رغا نن کہو یا مسلم و بخاری کی صحت اور حضرت شاہ صاحب و نانوتوی
کے وثوق و اعتبار و عزت و وقار و اقتدار کا کبھی بھولے سے بھی نام نہ لو امام نووی
شارح مسلم اس موقع پر سخت پیچیدگی لاحق ہوئی آخر کار نہایت زچ ہو کر بدیں باب
تاویل کیا اور راویان حدیث کو جھوٹا کہدیا ہم لوگ امام نووی کا تہ دل سے
شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے تکذیب روایت ہی پہ اکتفا کیا شاہ صاحب
وغیرہ علمائے متاخرین کیطرح بیدھڑک ہو کر جناب امیر پر الزام غلبہ نہیں لگایا
چونکہ حضرت علیؑ کی شان میں باعتبار صولت و شجاعت و فتوحات و قلعہ کشائی
غالب کل غالب آیا ہے عجب نہیں کہ شاہ صاحب بہادر نے غالب کے یہی معنی
سمجھے ہوں کہ اپنے عزیزان و بزرگان کو اُنکے حقوق واجبہ سے بیدخل کرکے
غلبہ حاصل کیا جاوے۔ وائے بریں ایمان و علوی شان بہ ثبوت اس امر
کے کہ امام نووی شارح مسلم نے راویان حدیث کی طرف نسبت کذب دی
ذیل میں عبارت نقل کیجاتی ہے مطابق فرمائی جاوے عبارت عربی مندرجہ
شرح مسلم کتاب الجہاد باب حکم الفئی امام نووی شارح مسلم نے ما بدولت سے نقل
کیا ہے ان هذا اللفظ الذی وقع لا یلیق ظاهره بالعباس من حاشا لعلی ان یکون فیه

بعض هذہ الاوصاف الی ان قال اذا انسدت طرق تاویلها نسبنا الکذب الی رواتها وقد حمل هذا المعنی بعض الناس علی ان ازال هذا اللفظ من نسخته تورعاً عن اثبات مثل هذا انتہی حاصل کلام نووی یہ ہے کہ یہ لفظ یعنی کاذب وغادر وغیرہ جو روایت میں وارد ہے ظاہر حال جناب عباس سے مناسب نہیں اور معاذ اللہ کہ علیؑ ابن ابیطالب میں یہ بعض اوصاف ہوں یہانتک کہ آگے چلکر نووی نے کہا جب راہیں تاویل کی سب بند ہوگئیں ہم راویانِ حدیث کی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ بعض اور آدمیوں کو اسی خیال نے امیر برانگیختہ کردیا ہے کہ اِس لفظ قبیح کو اصلِ کتاب سے نکال ڈالا ہے بنظر اُسی احتیاط کے جو ایسے کلمے کی نسبت دینے میں عائد ہوتے ہیں حقیر اس قصہ پر غصہ کا شانِ نزول بیان کرتا ہے۔ کہ کیوں ایسا سخت فقرہ جناب عباس کی ذات سے منسوب کیا گیا اصلِ مطلب یہ ہے کہ کوئی اِس قسم کا معاملہ نہ تھا کہ حضرت امیرؑ کی ذات سے جنابِ عباس کو رنج پہنچا ہو یا اُنکہ ولایت مآب نے اپنے چچا کو اُنکے کسی حقِ شرعی سے غلبہ یا کر بے دخل کیا ہوا ور نہ انہیں درباب انقسام جائداد تنازعہ وتکرار تہا جیسا کہ صاحب ہدیۃ الشیعہ باتباع شاہصاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جنابِ علیؑ وعباس کو فدک وغیرہ کا متولی کردیا تہا ہردو متولیان کی رائے میں اختلاف ہو کر منجر بنزاع وتکرار ہوا اور نہ کبھی جناب عباس نے اپنے ایسے ذی وقعت وکامل الایمان برادر زادہ کو جسکے بحورِ علم کے قطرہ اور ادنےٰ تلامذہ ہونیکا اُنکے بیٹے بصد فخر ومباہات دعویٰ کرتے تہے صفات مندرجہ حدیثِ مذکورہ سے تعبیر کیا بلکہ بروایت جناب ابنِ عباس حضرت علیؑ اُن جملہ آیات قرآنیہ کے جو کہ مبشر بہ ثواب دار القرار ہیں راس ورئیس سمجھے گئے ہیں اور آیات مذمت وعتاب جو کہ مجملاً بحق اصحاب

وارد ہیں اُن سے بری ہیں خدارا غور کیجئے اور اپنی کُتب مستندہ سے استخراج
واستنباط فرمائیے۔ کہ حضرت عبداللہ جناب عباس کے خلف سعید و رشید
حضرتِ امیرؑ کی ایسی تعریف فرمائیں کہ آیاتِ رحمت کے نزول کا مقصد اصلی
قرار دیں اور آیات مذمت و عتاب و خشم آمیز سے بالکل جُدا بیان کریں
اور حسب تسلیم سبط ابن جوزی مندرجہ کتاب تذکرہ خواص الامۃ جناب امیر کو
سید الصادقین بیان کریں چنانچہ آیہ وافی ہدایہ اتقوا اللہ وکونوا مع الصّٰدقین
کی تشریح میں علامہ موصوف نے لکھا ہے قال علماء السیر معناہ کونوا مع الصّٰدقین
علی علیہ السلام واہل بیتہ۔ قال ابن عباس علی علیہ السلام سید الصادقین
اور ایک موقع پر اُنکے پدر بزرگوار اس درجہ مذمت کریں کہ ہم پلۂ کفار بدکردار
کردیویں۔ اگر حضرت امیرؑ نے جناب عباس کو کوئی اذیت پہنچائی ہوتی تو
ممکن نہ تھا کہ اُنکے صاحبزادے جو کہ باپ کے سامنے عاقل و بالغ ہوچکے
تھے اسکو فراموش کرکے حضرت علیؑ کے مدّاح و مؤصّف ہوتے۔ مگر قدرتِ
خدا قابل دید ہے کہ رجماً بالغیب اسی حدیث کے فقرات آخری میں بقولے
حافظہ نباشد امام مسلم کی قلم سے نکل گیا ہے ثم جئتمانی انت وھذا وانتما جمیع امرکما
واحد یعنی عمرؓ نے کہا کہ اے عباس تم اور یہ یعنی علیؑ المرتضیٰ دونو میرے
پاس آئے درحالیکہ باہم متفق تھے اور بات تمہاری ایک تھی سو اس
عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدانخواستہ چچا بھتیجے میں کوئی ملال و خرخشہ نہ
تھا نہایت افسوس کی بات ہے کہ خلفاء کی پیچیدہ باتوں کی اصلاح کے
لئے اتاپ شتاپ جو کچھ زبانِ قلم پر آیا بلا خیال اطراف و جوانب آنکھ بند
کرکے لکھ دیا یہ نہ سمجھا کہ آخر کسی ایماندار با انصاف کی نظر سے گذریگا تو بخیے
اُدھڑ جائینگے اصلیت یہ ہے کہ یہ فقرہ تنازعہ علیؑ و عباس کا اِس مصلحت سے بڑھایا گیا

ہے کہ حضرت امیرؑ کو متعصب لوگوں کی نگاہوں میں بے وقار کیا جاوے اور چونکہ
جناب ولایت مآب شیخین کو بقول انہیں کے کاذب وغیرہ جانتے تھے بنا برآں اگر
کوئی شخص بمقتضائے دردِ دین اعتراض کرے کہ حضرت علیؑ کو جناب عباسؓ
نے سر دربار ایسا کیوں کہا تو اسکو یہ جواب دیکر اسکی تشفی کیجاوے کہ
اگر علی المرتضیٰ خلیفتین کو کاذب وغیرہ جانتے تھے تو کونسا رکن کعبہ ٹیڑھا ہوگیا
انہیں حضرت علیؑ کو عباسؓ عم رسولؐ نیک کردار برسرِ جلسہ عام میں برا کہتے تھے
پس حضرت علیؑ باین عیوب ذاتی اگر کسی مرد صادق و بار درا شخص کو جھوٹا خیال
کریں تو کب لائق اعتناء ہے اگر کسی نے اس جواب کو دورانہ صواب سمجھ کر زیادہ
تشریح و توضیح چاہی تو اسکو یہ کہہ کر ٹالدیا کہ میان بزرگانِ دین کے معاملہ میں
ہماری عقول کو دخل نہیں اور نہ ہم اسپر مامور ہیں کہ انکی ڈھول جوتی لپاڈگی
یا اختلافات و مشاجرات پر نظر کریں ہمکو ہر نہج یہی زیبا ہے کہ انکے تنازعات
کو محمول بہ قضا یا تمتدانہ کریں اور اپنی زبان سے کسی بڑے کو بھی برا نہ کہیں
اظہار الہدیٰ مؤلفہ مولوی جہانگیر خان شکوہ آبادی جو کہ براسے نام جواب
انوار الہدیٰ مصنفہ جناب مولانا شیخ احمد صاحب دیوبندی ہے اسکے صفحہ
۱۲۱ میں سطری ملاحظہ طلب ہے جسمیں وہ نہایت نرم زبان سے سر قلم نیچا کرکے
بدوں کے برا کہنے سے بیزاری ظاہر فرماتے ہیں نہ معلوم مولوی صاحب اہل
عقیدہ کی پابندی سے آیہ وافی ہدایہ یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون
کس گروہ سے متعلق فرمائینگے ہر چند کہ خلاف مبحوث عنہ ہے مگر یہ نکتہ بلیغ
اس موقع پر قابل اندراج معلوم ہوتا ہے کہ سوائے شیعہ مرتضوی اور جمیع
طرق اسلام کو مسلمان پر کیا بلکہ کفار لیام پر بھی لعن کرنے میں کف اللسانی ہے اور شیعہ
جلد کرا زصفت تبرا سے ایسے مخصوص سمجھے گئے ہیں کہ محتاج بیان نہیں پس عاقل

کو یہ دیکھنا لازم ہے کہ قرآن پاک میں جابجا کاذب و ظالم پر خدائے پاک نے
لعن وارد فرمایا ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ لعن کاذبین و ظالمین اہل اسلام
سے متعلق ہے اگر تعبیر بہ کفار کیا جاوے تو مسلمان کو جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے
میں پوری آزادی ہے پھر تو اعملوا ماشئتم یعنی جو چاہو سو کرو اہل بدر کے لئے
حسب مقولہ اہل سنت مندرجہ آیات بینات نہایت ہی صحیح ہو جائیگا حق یہ ہے
کہ خطاب لعن سوائے کفار بد انجام بپاداش کذب و ظلم و کتمان آیات جناب
احدیت اہل اسلام سے بھی ایسا ہی تعلق رکھتا ہے کہ جیسا دیگر کا تمان آیات
الہی سے حضرات اہل سنت کے امام اعظم ابو حنیفہ سے جو درباب لعن یزید
پلید استفتا کیا گیا تو انہوں نے غایت وفور ایمان سے سکوت فرمایا شاید
امام صاحب کے نزدیک جناب خامس آل عبا آیات خدا میں داخل نہوں اور
یزید کو بھی ظالم نہ تجویز فرماتے ہوں ایسے ذی اقتدار بانئے مذہب کے سکوت
نے یہ اثر کیا کہ اہل سنت کو ارتکاب لعن میں جسارت و مبادرت نہ ہی ۱۲۸۷ھ میں
بمقام ڈیرہ اسمعیل خاں نواب سرفراز خانصاحب کے مکان پر درباب جواز
و عدم جواز لعن یزید علمائے سنیہ کا بہت بڑا جلسہ ہوا اور اطراف و جوانب کے
علمائے و حفاظ منتخب کر کے بلائے گئے بڑے بڑے ریش دراز عالم قرآن کو حمائل
کئے ہوئے بصد غیظ و غضب یہ اصرار کرتے تھے کہ بوجہ سکوت ابو حنیفہ یزید
کسی طرح سے مستحق لعن نہیں ہوسکتا انجام کار انہیں کی ڈگری ہوئی اگر شک
ہو تو نواب الہ داد خانصاحب خلف الصدق نواب سرفراز علی صاحب بہادر
رئیس اعظم ڈیرۂ اسمعیل خاں سے دریافت کرلیا جاوے بس سمجھ لینا چاہیئے کہ تمامی
فرقہ اسلامیہ میں سوائے گروہ شیعہ کے اور کسی کو ایسی جرأت نہیں کہ کاذب ظالم
وغیرہ پر جیسا کہ خدائے اکرم لعنت کرتا ہے کریں اور صفت لاعنون سے بہرہ ہی

گروہ مقصود ہے جو کہ لعنت کرنیوالا ہے نہ کہ وہ لوگ جو کہ صامتوں وساکتوں میں داخل ہیں اور بلا شبہ وہ اہل سنت ہیں کہ اعدائے دین پر لعن و تفرین کرنے سے بفراسخ بھاگتے ہیں پس حضرات اہل سنت چونکہ بزرگوں کو بُرا کہنے سے اعتراض فرماتے ہیں تو لازم آیا کہ کتاب اللہ کے ایک جزو پر عامل نہیں اور جس گروہ نے کسی فعل یا ترکِ فعل سے ایک جزو قرآن پاک کو متروک العمل جانا۔ اسکو مین مُرکب الفاظ میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہے مگر مفردات میں عرض کرتا ہوں کہ اسکے ک ا ف ر ہونے میں کسی کافر کو بھی شک نہیں چونکہ یہ موقع اس بیان کا نہیں ہے کہ حضرات اہل سنت نے کسقدر قرآن کو متروک العمل کردیا انشاء اللہ اس رسالہ کے حصہ دوم میں وہ جملہ آیات کہ جنکے عمل سے اہل سنت کو حرمانی ہے بیان کرونگا لیکن اتنا اور بھی ذہن نشین فرمالیجیے گا کہ حضرات اہل سنت نے یہ اہتمام کیوں کیا کہ بالکل سدِ باب لعن فرمادیا اور تارکِ حکم قرآنی ہوئے اسمیں ایک بھاری مطلب کی تخم ریزی منظور تھی یعنی اگر کبھی کسی شخص نے بھولے سے بھی بپاداش و مکافات سوادبی بمقابلہ خاندانِ رسالت صحابہ معیوب کی نسبت فتح یاب جرح کیا تو پھر ثلاثہ چونکہ بانی ظلم و جور ہیں کسی طرح نہیں بچ سکتے یہ سارا انتظام اُنکی عیب پوشی و بچاؤ کے لئے کیا گیا ہے کیونکہ خاندان نبوت پر جو شدائد مثلِ حق تلفی و تہدید خانہ سوزی وغیرہ واقع ہوتیں وہ شیخین ہی کے دورانِ خلافت میں ہوتیں آئندہ جو سلاطین طور پر مسند آرائے حکومت ہوتے رہے وہ پچھلی یادداشتوں کو ملاحظہ فرماکر عمل کرتے رہے ہیں اس ثبوت میں کہ صحابہ درحقیقت قابل اس ہی کے تھے کہ اُنکے افعال پر اعتراض کیا جاوے مگر بمصلحت خاص سدِ باب تشنیع کیا گیا ہے شاہ ولی اللہ پدر صاحب تحفہ کا ایک قول پیش کرتا ہوں جسکو اُنکے خلف الصدق نے آیتی من آیات اللہ و معجزہ

من معجزات رسول اللہ بیان فرمایا ہے ولی اللہ موصوف رسالہ مسمی بمقالہ وضیہ
فی النصیحہ والوصیۃ میں اپنے ہم مذہبوں کو بایں عنواں ہدایت فرماتے ہیں کہ وصیت
دیگر آنکہ درحق اصحاب آنحضرت اعتقاد نیک باید داشت و زبان را بجز منا قب
ایشان جاری نباید ساخت دریں مسئلہ دو صنف خطا کردہ اند قومی گمان
میکنند کہ ایشان باہم سُنّیہ صاف بودند و ہرگز مشاجرت میان ایشاں نہ
گذشتہ و ایں ہم صرف است زیرا کہ نقل مستفیض شاہد است بر مشاجرات ایشان
و انکار ایں نقل مستفیض نمیتوا نکرد و قومے ایں چیزہا بدیشاں منسوب دیدند
زبان بطعن و لعن کشادند و در وادیہ ہلاک افتادند بریں فقیر ریختہ اند کہ اگرچہ
اصحاب معصوم نبودند و از بعض عوام ایشاں ممکن کہ چیزہا بوجود آمدہ باشد
کہ اگر از دیگراں مثل آں بوجود آید مورد طعن و جرح گردد اما ماموریم بکف
اللسان از مساوی ایشاں و ممنوعیم از سب و طعن تعبداً بمابے مصلحتے و آں
مصلحت ایں است کہ اگر فتح باب جرح در ایشاں شود روایت از حضرت پیغامبر
منقطع گردد و در انقطاع روایت برہم خوردن ملت است۔ انتہی ان چند
سطور میں فوائد عدیدہ پیدا ہوئے۔ اوّل یہ کہ صحابہ باہم سُنّیہ صاف نہ تھے
بلکہ بغض و عداوت و کینہ و حسد و حقد و مشاجرات کہ بدترین عیوب ہے باہم رکھتے تھے چونکہ طائفہ سنیہ نے صحابہ کو مجموعاً عادل قرار دیکر بغرض تکفیر شیعہ بغض صحابہ
کفر قرار دیا گیا ہے۔ پس درحالیکہ صحابہ عظام ایک دوسرے سے بغض
رکھ کر تشاجر و تخاصم رکھتے تھے لہذا حسب مذاق سُنّیہ کل کافر سمجھے جاسکتے
ہیں کیونکہ اس باب میں آزادی نہیں دیگئی کہ اصحاب کرام آپس میں جنگ و جدال
کریں تو ماجور رہیں اور معترض معتوب۔ دوم جو لوگ کہ صحاب کرام کے سینہ
صافی اور آنکے ارتباط و اتحاد کے مدعی ہیں وہ منکر نقل مستفیض یعنی اخبار علانیہ

صحابہ ہو کر راہِ خطا اختیار کئے ہوتے ہیں۔ اِس مرض متعدی میں عام جہلا اہلسنت
گرفتار رہیں از انجملہ عقوق والد ماجد سے بے پروا ہو کر حضور شاہ صاحب بھی بتظر
دہو کہ دہی وحق پوشی انکار مشاجرات صحابہ فرماتے ہیں۔ سوم جو معاملات کہ صحابہ
وسیما ثلاثہ سے بہ مقابلہ خاندانِ رسالت و دیگر اصحاب مکرمت مآب مثل اخراج
از بلد و جبر و قسر و سب وشتم و اتلاف مال مومنین و زد و کوب وغیرہ وقوع پذیر
ہوئے اور اُنکو نقل مستفیض سے تعبیر کیا کیوں پیش نظر نہ کیا جاوے صحابہ کی
بدعملی پر طعن نکرنے کو شاہ صاحب بایں تو ہم منع فرماتے ہیں بلکہ اگر بجرم جماعت
باہمی انکو نشانہ تیر ملامت کیا گیا تو انقطاع خبر یعنی اسقاط سلسلہ حدیث انحضرت
سے ہو جائیگا پس ایسے حضرات کی اخبار کب معتبر ہو سکتے ہیں ممکن کیا بلکہ ضروری
ہے کہ نقل روایات و احادیث میں ایسے لوگ اغراض نفسانیہ کو دخل دیکر
خلائق کو بدراہ کریں جیساکہ انہیں اوراق میں حدیث لا نورث پر کہ جسکا
سلسلہ حضرت صدیق سے ہے سخت گیر ودار ہو رہی ہے ایسے گروہ کے
اقوال کبھی قابل استدلال نہیں ہو سکتے ہمنے ثلاثہ یا اُنکی امثال کے ہاتھ سے
سوائے رنج و تعب کوئی ایسا فائدہ نہیں اُٹھایا کہ باوجود ایسے ثبوت و نقل
مستفیض کے کہ جنکی تصریح میں دفاترِ طوال موجود ہیں اغتنا نہ کریں اور اُنکو
کنتم خیر امۃ کا مصداق سمجھ جادیں حق یہ ہے کہ حضرات اہل سنت اُن تمام
زیادتیوں کو جو کہ خاندانِ رسولؐ مقبول پر دستِ اشقیاء اُمت سے صادر
ہوئیں بخوبی جانتے ہیں اور کتب میں بصراحت موجود ہیں مگر بالکل خیال
نہیں ہوتا اور نہایت ایمانداری سے سمجھ بوجھ کر چپ ہو جاتے ہیں اور
اگر کسی نے حجت ہائے قویہ سے ساکت کرنا چاہا تو بالآخر نہایت ناانصافی
و بیحیائی سے یہ کہکر دامن کش ہو جاتے ہیں کہ خواہ وہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر چونکہ

متقدمین نے اُنکی ریاست وامامت کو تسلیم کرلیا لہذا ہم کو گنجائش کلام باقی نہیں رہی احتمال جملہ دوم صاحبانِ ایمان وارباب ایقان کی خدمت میں نہایت ادب سے دست بستہ ملتمس ہوں کہ احتمال جملہ ہذا پر سرسری طور سے نظر نہ کریں براہِ شان مسلمانی بلا غور و خوض امور بدیہی سمجھ کر انصاف فرماویں کہ اصحاب صداقت مآب وہمنشینانِ رسولِ مقبول کی حضراتِ اہل سُنّت نے کس خوبی وشایستگی سے حالت کذائی بیان فرمائی ہے اور کیسے کیسے الفاظ صاف وروشن سے اُن کے ایمانیں داغ لگایا ہے سوائے اہل سُنّت کے اور مذہب کا آدمی کہ جسکو حقائق اسلام سے آگاہی ہو ایسے واقعات وقضایائے ناشایستہ کو دیکھ کر ضرور ہے کہ مسلمانی کو سراسر بے ایمانی سمجھے صحابہ رسول مقبول کو باعتبار زہد واتقا ہر شخص بالانصاف کہہ سکتا ہے کہ نوعِ بشر میں ایسے انفاسِ متبرکہ بیشبہ نادرالوجود ہیں اور خصوصاً جناب امیر علیہ السلام کے طرزِ عمل ورفتارِ نیک کردار پر باوصف عداوتِ اسلام کفار لیام نے بھی آجتک کوئی ایراد نہیں کیا مگر حضرات اہلسنت اُنکو ایسے افعال رذیلہ وکردار قبیحہ سے منسوب فرماتے ہیں کہ جس سے اُنکا سخت دنیا طلب بے ایمان ہونا بلاکسی تامل کے ثابت ہوتا ہے ذرا غور سے دیکھو اور ایمانداری سے انصاف کرو کہ جناب عباس وحضرت علیؑ نے بشمولِ زبیر وجناب عثمان وغیرہ خدائے پاک کو صفاتِ مخصوصہ سے یاد کرکے حدیث لا نورث کا زبان فیض ترجمان سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سماعت فرمانا روبرو حضرت عمر بحلف بیان فرمایا ہے اور اموال بنی النضیر وما افاء اللہ کے مقامات مصرف کو بعد رسول اللہ تسلیم وتصدیق کیا اور باین علم وآگہی حسب شہادتِ خلیفہ عمر خلافت حضرت ابو بکر میں بخلاف اپنی شہادت کے

بہ تعیین استحقاق خود با جیسا کہ حدیث مابہ النزاع میں تصریح موجود ہے
دعوئے وراثت کیا اور جبکہ خلیفہ اوّل نے بموجب حدیث کہ جس کی صداقت
وصحت کے دعویداران شاہد تھے مقدمہ وراثت میں فیصلہ صادر کیا تو اُن
کو جھوٹا اور بے ایمان و دغاباز جانا اور بعد وفات ابوبکر بعہد خلافت عمرؓ
مجدداً بطریق دہو کہ دہی حکام اُسی نوع اور حیثیت سے مقدمہ ارجاع
کیا اور جبکہ خلیفۂ عمرؓ نے اپنے مستخلف یعنی ابوبکر کی سنّت عدم سماعت مقدمہ
کو زیر عمل فرما کر دعوے کو بحیثیت اوّل رجوع ہونے سے منبر پر نہ چڑھایا
اور باستدلال تجویز اوّل خارج کیا تو حضرت امیرؑ و جناب عباس نے ایسے
فاروقِ حق و باطل کو بھی مثل ابوبکر کاذب و خائن وغیرہ جانا حضرت امیرؑ
و جناب عباس سے عمرؓ نے وقوع کذب و غدر وغیرہ بطور اخبار بیان فرمایا
ہے صورت حال یا کسی مقال سے دریافت کیا ہوگا کہ عباس و علیؑ ابوبکر
و ذات خود ش کو جھوٹا یقین کئے ہوتے ہیں بہر حال حضرت عمرؓ کا انصاف
قابلِ داد ہے کہ اُنہوں نے حضرت امیرؑ کے مافی الضمیر و عندیہ خاطر کو سر
جلسہ بیان فرما کر شیعیانِ مرتضوی کے لئے گنجائش کلام وسیع تر پیدا کردی
ہم نہایت شکر گذاری کے ساتھ اُنکو اسی ہدیہ کے لائق سمجھتے ہیں کہ جس کی
قابلیت اُنہوں نے خلافت چند روزہ میں مقتضائے ادب کیشی خاندان نبوت کے
عزو احترام اور اُنکے حفظ حقوق میں حاصل فرمائی غالباً بعض حضرات جنکو
محض دین آبائی پسند اور عوامض ملت احمدی پر نظر نہیں وہ حضرت عمرؓ کو نہایت
زہر آلود نگاہوں سے دیکھ کر ضرور یہ کہتے ہونگے کہ خلیفہ کی طولِ قامت و راست
بیانی نے ہمارے تمام انتظام کو درہم و برہم کردیا حضرت امیرؑ جہت اسکاتِ خصم و اتمام
حجت شرعی ہر خلیفہ کے وقتمیں اپنے حقوق کا اعلان فرماتے رہے ہیں چنانچہ

مسندِ احمد بن حنبل میں بھی کہ اعتبار و وثوق میں ہمپایۂ کتب ستہ ہے خلیفہ عثمان کے وقت میں حضرت علیؑ کا دعویدار ہونا لکھا ہے اور جناب عثمان کا باتباعِ سنتِ شیخین کہ جسکے عامل ہونے کیلئے حسبِ ایمائے عبدالرحمٰن مجلسِ شوریٰ میں آمادگی ظاہر فرمائی تھی مقدمہ وراثت کا سماعت نہ فرمانا درج ہے حقدار کو واجب ہے کہ سلطانِ وقت پر اپنے حقوق جایزہ کا اعلان کرکے خواستگار رہے دنیا دنیا با ختیار رہا کم سے ہے جناب ابیکر کے وقت میں ثلاثہ نامدار مسند آرائے حکومت تھے انہیں سے حضرت علیؑ نے حق طلبی فرماکر حجت شرعی تمام کی مگر ہر محکمہ میں ایسے صادق البیان کا دعویٰ برابر ڈسمس ہی ہوتا رہا جنابِ عثمان چونکہ حسبِ عقیدہ سنیہ ذیشان کانِ حیا اور ایمان ہیں لہذا مناسب موقع معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے تعلقات بھی اِس حدیث لانورث میں ظاہر کئے جائیں کہ کیسی صفائی کے ساتھ ہیں اِنکا نمبر سب سے بڑا ہوا ہے کیونکہ جناب عثمان نے بھی روبروئے حضرتِ عمر بشمول چند صحابہ حدیث لانورث کا بسمع ہمایوں جناب رسولِ مقبول کی زبان مبارک سے سماعت فرمانا بحلف ظاہر کیا ہے اور بروایت بخاری جناب ابن عفان نے ازواج طاہرہ کی جانب سے بخلاف رائے عائشہ صدیقہ خلیفہ اوّل کے زمانے میں حصۂ ہشتی کا دعویٰ وکالتاً دائر کیا۔ کتاب المغازی میں جو کہ ایک حصہ بخاری کا ہے حدیث بنی النضیر کے آخر میں یہ عبارت بحوالہ زہری مندرج ہے فحدثت هذا

الحديث عروة بن زبير فقال صدق مالك بن اوس انا سمعت عائشة زوج النبي تقول ارسل ازواج النبي عثمان الى ابابكر يسالنه ثمنهن مما افاء الله على رسوله فكنت انا اردهن فقلت لهن الا تتقين الله الم تعلمن ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول لا نورث ما تركنا ه صدقة يريد بذلك

نفسہ انما یاکل ال محمد فی ھذا المال الی آخرہ ما حصل اس روایت کا یہ ہے کہ
سوائے بی بی عائشہ صدیقہ کے اور کوئی ازواج نبی سے اس بات کی اطلاع
نہ رکھتی تھی کہ نبی صلعم کے ترکہ میں اجرائے احکام وراثت ممنوع ہے کیونکہ
یا وصف ممانعت عائشہ دیگر ازواج محترمہ نے خلیفہ عثمان صاحب کو وکیل کرکے
دربار میں بھیج ہی دیا یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ رسول اکرم نے اُمہات
المومنین سے اس نئی وضع کے حکم کو کیوں پوشیدہ کیا چونکہ آپ کے ذمہ تبلیغ
احکام الہی نہایت ضروری تھے اور بحکم وانذر عشیرتک الاقربین انذار
تنبیہہ قبائل وعشائر پر واجب عینی پس لازم تھا کہ دیگر ازواج طاہرہ کو
تنبیہہ فرما دیتے کہ ہمارے متروکات میں عام حکم خدا کی پابندی نہ ہوگی یہ کیا کہ
بی بی عائشہ سے کہدیا اور دیگر ازواج سے کتمان کیا شاید حضرت یہ
سمجھے ہوں کہ انجام کار عائشہ صدیقہ مجتہدہ ہو کر سپہ سالاری کریں گی لہذا
لہذا انہیں سے کہدینا چاہئے کہ انکی داب مجتہدانہ وکار مردانہ سے ضرور
ہے کہ دیگر ازواج کو جرأت رجوع دعویٰ وراثت نہ ہوگی مولوی محمد قاسم
صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کی قلم سے کتاب ہدیۃ الشیعہ میں جسکے
اکثر مضامین تحفہ شاہ صاحب سے ماخوذ کئے گئے ہیں۔ ایک سچا فقرہ بیساختہ
نکل گیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جسوقت جناب سیدہ بحجت عدم جریان وراثت
بہ ترکہ انبیا فدک وغیرہ سے روک دی گئیں۔ تب گھر گھر غل پڑ گیا واہ جناب
مولوی صاحب کتنی سچی بات لکھی ہے چونکہ آپ دنیا کو بحال خود چھوڑ کر
رہگرائے عالم بقا ہو گئے۔ لہذا ہم آپکی صاف بیانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں
اور آپکے لئے حاکم حقیقی سے مستدعی ہیں کہ جناب اس صلہ میں بروز قیامت
اپنے خلیفہ برحق و امام الصدق امیر معاویہ کے ساتھ محشور ہوں اور سنی خدک

الغرض فی الواقع حسب معتقدات شیعہ حق ہے تو مانعین اول کو جنکے فیصلہ کی تائید
وتشیید میں آپ نے وہ کار نمایاں کیا کہ حسب فتاوائے علمائے شیعہ مثبتہ ظہر تحفۃ
الاثنا عشریہ جواب ہدیۃ الشیعہ کافر محض قرار دیئے گئے جو ثواب وجزا ملی اس میں
آپکا چونکہ موئید وشید افعال خلفا ہیں دو ثلث حصہ قرار دیا جاوے انشاء اللہ
بجلد وئے اصلاح افعال خلفا وتخطیہ جناب سیدہ جس کے ثبوت میں تتمہ بحث
فدک مندرجہ ہدیۃ الشیعہ موجود ہے آپ کو وہ ثواب عظیم ملیگا کہ روح مقدس
ابدالآباد محظوظ ومتلذذ رہے گی متوقع رہئے روز جزا عنقریب آنیوالا ہے جناب
ممدوح کا یہ فقرہ کہ بفور انقطاع مقدمہ فدک گھر گھر غل پڑگیا صاف دلالت کرتا
ہے کہ قبل از فیصلہ فدک اہل مدینہ اس امر سے مطلع نہ تھے کہ انبیا کے ورثا انکی
متروکات سے بحکم قرآن محروم سمجھے گئے ہیں ورنہ ہر گھر میں دفعتاً شور وغل
برپا ہوجانا کیا معنی رکھتا ہے اجنبی وغیر عادی بات ہمیشہ قابل چرچا ہوا کرتی ہے
شاید اس غوغائے عام کا اثر نبی صاحب کے گھر تک نہ پہنچا ہو ورنہ ممکن نہ تھا
کہ ازواج طاہرہ کو نوع ممنوع السماعت پر گنجائش رجوع دعوے ملتی درحالیکہ
حالیکہ منجملہ عائشہ محبوبہ وضجیعہ رسولخدا ابھی سنگ راہ ہوچکا تھا یہی سمجھ میں آتا
ہے کہ امہات المومنین نے بیان عائشہ کو محمول باغراض نفسانیہ کرکے ہیچ
طور پر باور نہ فرمایا اور محض لغرض اتمام حجت شرعی دعوی پیش کردیا اس جگہ
مجھکو ایک نہایت باریک مضمون لکھہ کر ارباب نکتہ رس ودقیقہ سنج سے داد
طلبی منظور ہے اور وہ یہ ہے کہ بہ تصریح صاحب ہدیۃ الشیعہ فدک پر فیصلہ صادر
ہونیکے وقت تک سوائے ابوبکر کے اور جملہ صحابی آیۂ یوصیکم اللہ کے اسرار
وغوامض بلکہ معنی ظاہری سے بالکل بیخبر اور جاہل محض تھے کیونکہ مولوی
صاحب ممدوح بمتابعت فاضل دہلوی رقمطراز ہیں کہ نفس پاک نبی صلعم آیۂ

یوصیکم اللہ سے مستثنی ہے بایں معنی کہ اس موقع پر خدا بمثل کلکٹر اور رسول خدا بمنزل سررشتہ دار و پیش کار ہیں پس بروقت حکم سنانے کے جب سررشتہ دار یہ کہتا ہے کہ صاحب تمکو یہ حکم دیتے ہیں تو اسوقت یہی مفہوم ہوتا ہے کہ سررشتہ دار محض حاکم کے حکم کا سنانے والا ہے اُس حکم کا نفع و ضرر سررشتہ دار کی ذات سے متعلق نہیں ہوتا ایسے ہی یوصیکم اللہ میں نبی صاحب خدا کی جانب سے اُمت کو سناتے ہیں کہ خدا تمکو ایسی ہدایت کرتا ہے جناب محمد صلعم بالکل اُسکے اثر سے بچے ہوئے ہیں پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جسوقت تک صدور فیصلہ فدک سے گھر گھر غل نہ پڑا تب تک اصحاب محمد صلعم آیۂ موصوفہ کو یہی سمجھ کر تلاوت کرتے رہے کہ اسمیں کوئی استثنا نہیں ہے کاش اُسکے حکم کی خصوصیت سے واقف ہوتے تو امر معلوم پر گھر گھر کیوں غل پڑجاتا جبکہ سیدہ ارث پدری سے ممنوع کی گئیں تب مدینہ کے ہر گھر اور علی الخصوص حافظان قرآن میں ایک سخت تہلکہ پڑگیا۔

پس یہ بات نہایت آسانی کے ساتھ ثابت ہوگئی کہ حسب تصریح اہل سُنت اصحاب رسالتمآب نہایت بے تمیز تھے کہ آیات قرآنیہ کے عموم و خصوص میں امتیاز نہ کرسکتے تھے اور یہ عقدۂ لاینحل تیرہویں صدی کے علمائے سنیہ کے تخیلات بالغہ سے حل ہوا افسوس کہ شاہ صاحب اور اُن کے مایۂ دولت کے ذریعہ محمد قاسم نے ایسے لوگوں کی سمجھ پر جو کہ ہم زمانہ رسول مقبول بلکہ آنحضرت سے مطالب قرآن سیکھے ہوئے تھے تخطیہ کیا اور ہم گروہ ناجیہ شیعہ امامیہ اثنی عشریہ معنی یوصیکم اللہ بمثل اشخاص قریب العہد عام سمجھ کر اُن بزرگوار کے فہم کی تصویب کرتے ہیں شکر خدا کہ ہم تابع آل اطہار و اصحاب اخیار ہیں پس بخوبی ثابت ہوگیا کہ اس وقت جملہ اصحاب آیۂ یوصیکم اللہ کو یہی سمجھتے رہے کہ نبی و غیر نبی سب کے لئے شامل ہے اور آنحضرت نے سوائے

ابو بکر کے اور کسی کو اس کے حقیقی معنی نہ سمجھائے تعجب ہے کہ ایک اجنبی شخص
کو جسکا وراثت نبوی سے کوئی تعلق نہ تہا آنحضرت نے آیت کے معنی سمجھادے
اور جن بزرگواران کے کہ وراثت سے بیش از بیش تعلقات تہے انکو نہ سمجہایا
اور نہ وراثت پر مدعی ہونے سے روکا اور اگر منع فرمادیا تہا تو یہ اور غضب
ہے کہ ورثا نے اپنے مورث کی واجب التعمیل حکم سے انحراف کرکے مال مسلمین کا
غاصب ہونا تجویز کیا اب پہر عنانِ اشہب کلام بمیدانِ دار و گیر عثمان منعطف
کرتا ہوں دریغا اینکہ حدیث منع وراثت رسول صلعم سے عثمان بن عفان
حسب مفادِ حدیث مندرجہ مسلم سن چکے تہے تو ازواجِ لاعلم کو استغاثہ
نا مشروع سے کس لئے نہ روکا اور اپنی ذاتِ ستودہ صفات کو آلائش
رسالت ناجائز سے کیوں نہ بچایا مجہکو انتہا درجہ کی پیچیدگی و سرگرانی لاحق
ہو رہی ہے اور سخت متوحش و حیران ہوں کہ اصحابِ رسول مقبول خصوصاً
گواہان حدیث لانورث کس طبیعت کے آدمی تہے اور در باب اکتساب حطام
دنیا انکا کیا خیال تہا حسب اندراج صحیحین بلا کسی توجیہ و تاویل و تعلیل کے
ثابت ہوتا ہے کہ اگر در باب فدک فیصلہ جناب ابو بکر جائز طور پر صادر ہوا
تو بیشک حسب تصریح مقتدرین ملت سنیہ اعنی بخاری و مسلم و دیگر علمائے
متاخرین مثل شاہ صاحب و محمد قاسم نانوتوی وغیرہ یہ لوگ سخت بے ایمان
و دنیا طلب تہے۔ کیونکہ معائنہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ان حضرات
نے رسول پاک سے حدیث لانورث کا سننا بیان کیا اور جب موقع دیکہا خلاف
و برعکس اپنی گواہی کے دعوی کردیا اور جبکہ بموجب اسی حدیث شنیدہ دعوے کو انکے
جہگڑالو نے فیصلہ چہوڑا تب بجائے اسکے کہ اپنے عمل مخالف سے نادم و پشیمان ہو کر
سر در گریبان ہوتے انکو جہوٹا اور دغاباز جانا تاخیر حضرت امیر و جناب عباس کا

تو ذاتی فائدہ بھی تہا بمقتضائے نفسانیت و جلب منفعت جو کچہ تہو تہا اتہا مگر عثمان صاحب نے تو برائے شگون کے لئے وہ کام کیا کہ جسکو بڑی ناک والے خوب جانتے ہیں یہ حضرت تو از جملہ واقفان حدیث تہے انکو واجب تہا کہ امہات المومنین سے کہدیتے کہ آپ کیسا دعوی رجوع کرنا چاہتے ہیں میرے مواجہ میں رسول اللہ نے بموجودگی چند اصحاب جلیل الشان اپنے متروکات پر نفی وراثت فرمائی ہے نہ اُن بیچارے پردہ نشینوں کو ناجائز دعوی سے روکا اور نہ آپ اُس کے وکالت پر جسارت سے دامن کش ہوئے انگریزی عملداری میں ایسی اینچ پینچ کی کارروائی دہوکہ بازی و بے ایمانی سے فوراً مقدمہ قائم ہو کر مجرم جہنم واصل کیا جاتا ہے مگر آفرین ہے حضرت صدیق کی چشم پوشی و فروگذاشت پر کہ ایسے شخص کو بالزام دہوکہ دہی دورہ سپرد نہ فرمایا مگر چونکہ جناب ابوبکر کی یہ فروگذاشت ایک بڑی مفسدہ کا سبب ہوئی لہذا بجائے آفریں اُسکے مترادف کچہ اور کہنا چاہیئے کیونکہ بقول سعدی ؎ نکوئی با بدان کردن چنان است کہ بد کردن بجائے نیک مرداں ✤ اگر خلافت مآب اُنکو اس جرم نمایاں سے رہائی نہ دیتے تو اُنکو ہرگز یہ جرأت نہوتی کہ اپنے عہد دولت میں بمحرومی جملہ مسلمین تمام مروان بے ایمان کی جاگیر میں بجز بی صلہ رحمی و کنبہ پروری فدک کو غیرہ کو دیدیتے کیونکہ حسب اعتقادات شتنیہ اس قسم کی رعایت و دست افشانی سے رحما بینہم کی صفت سے مخصوص سمجہے گئے ہیں پس یہ کیا شان مسلمانی ہے کہ جس چیز کے نملنے سے سیدہ نے رنجیدہ و پر غضب ہو کر ابوبکر سے مہاجرت کی اور مدت العمر کہ زائد از شش ماہ نہیں ہے کبہی گفتگو نہیں کی اُسکو ایسے شخص کی جاگیر میں عنایت فرمایا جاوے کہ جسکا بے ایمان و مترود ہونا کسی کے نزدیک بہی مشتبہ نہیں ہے۔ سبحان اللہ کیا معقول شخص تہے حدیث لا نورث کے

گواہ ہوکر عام مسلمین کے حقوق کو ایک راندۂ درگاہ کے حوالہ کردیا چنانچہ مدت متمادی تک مروان اور اُسکی اولاد ناپاک باین سلسلہ فدک پر قابض و دخیل رہے عبدالعزیز عباسی کے وقت میں ردِ فدک دست سادات عمل میں آیا ہے روایات کتب ذیل اس واقعہ کی تصدیق میں ملاحظہ طلب ہیں۔ فتح الباری شرح بخاری و موطا علی قاری و مفاتیح شرح مصابیح و مرقات وغیرہ بخوف تطویل عبایر کتب متذکرہ صدر بالتمام نقل نہیں کی گئیں محض مضمون فتح الباری پر اکتفا کیا گیا بشرط مطابقت اور جملہ حوالہ درست سمجھیں اگر خلاف باین حقیر سے دست پنجہ ہوں اُس کی جوابدہی بذمہ نحیف ہے فتح الباری کے باب فرض خمس میں درباب فدک بہت طولانی عبارت ہے محض ایک فقرہ مثبت عطائے فدک بمروان از جانب عثمان ہدیۂ خدمت ہے قال الخطابی انما اقطع عثمان فدک لمروان عبارات کتب محولہ و مضمون فتح الباری بچشم ایمانداری ملاحظہ ہو شیخین کرام نے زمانِ حکومت میں اولادِ رسول کو بدلیل لانورث فدک سے محروم فرمایا اور جناب عثمان اپنے عہد دولت میں حالانکہ بگوش خود فدک کا صدقہ ہونا رسول اکرم سے سن چکے تھے تنہا مروان بے ایمان کو کہ جسکے فضائل مستغنی عن البیان ہیں مستفید فرمائیں ناظرین تحریر ہذا کو یہ بھی خیال فرمانا ضرور ہے کہ جسوقت جناب سیدہؑ نے بعد ردِ دعوی ہبہ جسکا استرداد خلافت مآب نے بوجہ عدم مطابقت و عدم تکمیل نصاب شہادت کیا تھا بغرض افہام و اسکات ابوبکر و اتمام حجت شرعی فدک کو مقبوضہ و مملوکہ رسولِ خدا قرار دیکر وراثتاً دعوے پیش کیا اور در باب وراثتِ انبیا سخت محاجہ ہوا و اقفان مقصد تنزیل و رموز دان قرآن و راسخون فی العلم یعنی اہلبیت طاہرین جو کہ بہ تعلیم نبوی ہر ایک آیۂ قرآنی کے معنی و مطالب سے کما ہی آگاہی رکھتے

تھے اور صحابۂ عظام ہمیشہ الوقوع تنازعات اُنکے ارشاد کو بالاترین اقوال جانکر واجب التسلیم سمجھتے تھے ایک سمت اور جناب ابوبکر جنکو زبردستی پکڑ کر لوگوں نے سندِ خلافت پر بٹھادیا تھا اور وہ اکثر اور ہمیشہ اپنی ناقابلیت کے معترف رہتے تھے جیساکہ اقالۂ بیعت سے ظاہر ہے۔ اور علمیت کی یہ حالت تھی کہ کلالہ تک کے معنی بتلا نہ سکتے تھے مع رفقا سقیفہ کہ جن میں اوّل درجہ پر حضرت عمر تھے ایک طرف معدنِ علم و حکمت و محلِ نزولِ وحی و ملائکہ جو کہ اعلم الناس تھے اور آنحضرت نے اخذِ احکام دینیہ اُن سے متعلق فرمایا تھا یہ حجّت کرتے تھے کہ انبیا کا ورثہ بحکمِ قرآن ضرور ہے۔ اور وہ ورثا ئے انبیا بالیقین برابر ورثہ پاتے رہے ہیں آیۂ یوصیکم اللہ عام ہے مگر بڑا پر آشوب وقت تھا کسی نے نہ سُنا اور سیّدہ کو قطعاً اُنکے باپ کے ترکہ سے محروم قرار دیدیا تفصیل اِس قصہ کی دوسرے حصّہ میں بوجہ اتم کی گئی ہے ابتدائی زمانۂ آدم علیہ السّلام سے آجتک کبھی کسی اولاد پر ایسا جبر و ظلم نہیں ہوا کہ متروکاتِ پدری سے روکی گئی ہو اِس نئی بات کی نظیر سوائے جناب سیّدہ محترمہ کے اور کسی کو نہیں پیش کیا جاسکتا چونکہ اِس موقع پر میرا منشا گواہان حدیث کی حالت ظاہر کرنے کا ہے بنا بر آں آویزہ گوش مبارک کرتا ہوں کہ جب فدک کا مقدمہ پیش ہوا اُسوقت جملہ صاحبان مندرجہ حدیث مدینہ طیبہ میں تشریف رکھتے تھے اور وہ عمدہ موقع بار شہادت سے سبکدوش ہونے کا تھا مگر کسی مورخ و محدث نے اپنی تالیف و تصانیف میں بغرض تکمیل مثل ایک گواہ کا بیان بھی لیا جانا ابتک ظاہر نہیں کیا بلکہ بخلاف اسکے حضرت علی علیہ السّلام کا بطرفداری جناب سیّدہ قرآن پاک سے جہت اثبات وراثت انبیا مستدل ہونا ثابت ہوتا ہے مگر چونکہ بپاسِ خاطر سیّدہ بعکس حضرت امیر کا احتجاج فرمانا انکی

منفعت ذاتی پر محمول تہا لہذا انکی استدلال پر کب عمل فرما ہو سکتے تہے ہاں
جب کوئی مسئلہ لاحل و پیچیدہ پیش ہوتا تہا کہ جسکے نہ سلجہنے پر نفس خلافت
میں بٹہ لگے تو حضرت علیؑ کو وارث علم نبی اور راقضی ترین امت احمدی سمجہ کر
حل مسائل مشکلہ میں استمداد کیا جاتا تہا اِسجگہ بہلا کون موقع تہا کہ اُن کے اجتہاد
کو تسلیم کیا جاتا مآل کار خلیفہ صاحب نے بلا بینہ و شہود محض اتباع ذاتی پر
کار فرما کر مقدمہ کو زیر تجویز سے خارج فرمایا اور حضرت امیرؑ نے جو در باب
جریان وراثت تبرک انبیاؑ علیہ السلام استدلال کیا اسکو محمول با غراض
نفسانیہ و ذاتیہ کر گئے تا نا قبل اِس بیان کے کہ ابو بکر کا حدیث منع وراثت
کو زبان رسول اکرم سے بذاتِ خود سنکر عمل فرما ہونا کیا اقتدار و اعتبار
رکہتا ہے مجہکو اِس بات کا عرض کرنا ضروری معلوم ہوا کہ بہ ثبوت وراثت
انبیاؑ جناب امیرؑ کا احتجاج ابو بکر کو کہانتک پابند کر سکتا تہا اِس بات کے ثابت
کرنے میں کہ حضرت علیؑ کے استدلال پر ابو بکر کو عمل کرنا ازجملہ واجبات تہا مدارج
النبوۃ سے کہ معتمد ترین کتب سُنیہ سے ہے ایک عبارت نقل کرتا ہوں اور وہ یہ
ہے جبکہ رسولؐ مقبول نے زمانہ ابتدائی میں جہت تعلیم و تلقین احکام شریعت
حضرت امیرؑ کو ملک یمن کیطرف روانہ فرمایا تو یہ اہتمام کیا کہ عمامہ مبارک
اُنکے سر پر باندہا اور اپنے ناقہ خاص پر سوار کیا اور برسم تودیع چند گام
مشایعت فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ ترا فرستادم و برمفارقت تودیغ
نیخورم بعد ازاں آنحضرت صلعم دستِ مبارک برسینہ علیؑ کرم اللہ وجہہ نہاد
و گفت اللھم ثبت لسانہ واہد قلبہ لاجرم در علم قضا بمرتبہ رسید کہ
زبانِ معجز بیان رسول اللہ باین منقبت ناطق گشت کہ اقضاکم علیؑ و این منقبت
عظیم است صاحب مدارج کی یہ عبارت کہ اے علیؑ برمفارقت تودیغ نیخورم

صاف طور پر دلالت کرتی ہے کہ ختمی مآب کو حضرت امیرؑ کی جدائی سے سخت افسوس تھا یقین ہے کہ اگر اہل اسلام سے کوئی دوسرا شخص قابلیت تعلیم وتلقین احکام شریعت رکھتا تو ضرور ہے کہ آنحضرت مفارقت امیرالمومنینؑ گوارا نہ فرماتے اور کیونکر ایسا ہوتا تبلیغ احکام شریعت امورات عظام سے ہے سوائے نبی یا نفس نبی کے کون متکفل ایسے امر سترگ کا ہوسکتا تھا۔ سورۂ برأت کہ جسکی تبلیغ سے بحکم آسمانی عزل ابو بکر ہوا زبان زد اطفال اہل اسلام ہے رسالہ ہذا کے حصۂ دوم میں مضمون سورۂ برأت کو عجیب شان سے عرض کیا گیا ہے انشاء اللہ ناظرین اسکو دیکھ کر از بس متحظی ہونگے۔ خلاصۂ کلام کہ جبکہ حسب مفاد مدارج النبوت رسول اکرم نے جناب امیرؑ کو اقضی ترین امت کہا ہوگا ضرور ہے کہ حضرت ابو بکر نے بھی چونکہ مصاحب خاص تھے سنا ہو۔ مگر افسوس ہے کہ ایسے صحابی جلیل القدر نے تکذیب ارشاد نبوی کرکے اجتہاد مقصوی کو مصون عن الشوائب خطا وغلطی نہ سمجھا بلکہ بحث وراثت میں جناب امیرؑ کو حضرت صدیق نے مستجیج بامر باطل سمجھکر اپنی تنہا رائے پر عمل کرکے مقدمہ ارث کو غارت کیا بہرحال اس معاملہ میں ابو بکر کا حدیث لا نورث سنکر حکم دینا صحیح ہوگا یا حضرت امیرؑ کا استدلال اس واقعہ کو ہم ارباب ایمان کے روبرو پیش کرکے طالب حکم ہیں منجملہ دو اصحاب کے جس کے تصویب مناسب ہو کردیویں مگر اتنا اور ملحوظ خاطر رہے کہ اگر جناب ابو بکر کے افعال کی اصلاح میں کوشش کیجائے گی تو فوراً دو معصوم کی تکذیب لازم آجائیگی کیونکہ حضرت امیرؑ کے ساتھ علاوہ ثنائی مکمنات بھی ہیں اسلئے کہ رسالتمآب نے بحق حضرت امیرؑ لفظ افضاکم ارشاد فرمایا ہے بس تعجب کی بات ہے کہ قاضی ترین امت احمدی ایسے مسئلہ پر بحث کرے جو کہ سراسر خلاف قرآن ہو چونکہ حسب تصریح کتاب مسلم حدیث لا نورث کے وقوع

پر چند صحابیوں نے بعہد عمر ابن خطاب گواہی دی اور ابوبکر کے رو برو ذرا لب کشائی نہ کی اور خلیفہ صاحب نے اپنے علم ذاتی پر عمل کر کے انفصال مقدمہ فرمایا اور علمائے اعلام سنیہ نے جنکے نام نامی ذیل میں لکھے جاتے ہیں بجویز مقدمہ ارث میں ابوبکر کے تفرد کو مستند سمجھکر انفصال مقدمات میں استناد بخبر احاد کیا ہے لہذا بادی النظر میں چونکہ اس کارروائی پر جرح وارد ہوتی ہے اسکو بیان کیا جاتا ہے پہلے اُنکے نام سن لیجئے جنہوں نے ابوبکر کے فیصلہ کی تصدیق بوجہ تفرد کی ہے سیوطی صاحب تاریخ الخلفاء علامہ عضد الدین صاحب مواقف در شرح مختصر الاصول و کشف الابرار شرح اصل بزدوی تصنیف عبد العزیز بن احمد محمد البخاری ابن حجر در صواعق محرقہ فخر رازی در کتاب المحصول بمقام اثبات عمل بخبر واحد غزالی در منخول مولوی نظام الدین پدر عبد العلی در صبح صادق ابن ابی الحدید معتزلی در شرح نہج البلاغۃ جملہ کتب متذکرہ صدر کے عبارات کا نتیجہ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو از جانب عمر و ابوبکر در باب اسکات انصار حدیث الائمۃ من قریش پیش ہوئے وہ از جملہ احاد ہے اور سیدہ کے محروم کرنیکی غرض سے جو نحن معاشر الانبیا سے التماب کیجانب منسوب کیا گیا وہ بھی ایسا ہی ہے کہ سوائے ابوبکر کوئی دوسرا راوی نہیں ان دونو باتوں کے راوی اصدق الصادقین جناب ابوبکر صاحب ہی ہیں۔ اور کل علماء موصوف نے اُن کی روایت کو باوصف واحد ہونیکے واجب التسلیم جانا ہے مگر ابن ابی الحدید نے تعجب ظاہر کیا ہے کہ روایت وراثت کے اتنے گواہ اور بعد وقوع ضرورت پر نبیہ دہن یہ کیا معنی مگر قدرت خدا قابل دید فی ہے اس جماعت کثیر و جم غفیر پر نظر کرنا چاہئے کہ کیسے کیسے معتمد آدمی خبر واحد کو جائز جانکر انفصال مقدمات میں برائے آئندہ فتوے جواز کی دیتے

ہیں اور محمد اسمعیل بخاری جو کہ اساطین دین سُنیہ سے ہے وہ اِس سے قطعی مخالف ہیں لکھتے ہیں کہ حسب مقولہ اہل حجاز حاکم پر حرام ہے اپنے ذاتی علم پر کسی مقدمہ میں حکم کرنا تاوقتیکہ علی رؤس الاشہاد گواہان سے باضابطہ اظہار حلفی نہ لیا جاوے عبارت بخاری یہ ہے قال القاسم لا ینبغی للحاکم ان یقضی بعلمہ دون علم غیرہ مع ان علمہ اکثر من شہادۃ غیرہ ولکن فیہ تعرض لتہمتہ نفسہ عند المسلمین وایقاعا لہم فی الظنون وقد کرہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ ظن الی آخرہ قاسم بیان کرتا ہے کہ حاکم کو اِس جہت سے اپنی ذاتی علم پر مقدمات میں انفصال کرنا ممنوع کیا گیا ہے کہ اہل اسلام بدگمان ہوکر حاکم کے متہم کرنیکے اسباب پیدا کرسکتے ہیں پس لازم ہے کہ کسی مقدمہ میں حکام ذوی الاحترام اپنے علم کو جو اِس مقدمہ کی نسبت اُنکو حاصل ہو چکا ہو دخل نہ دیویں بلکہ شہادت صحیحہ پر ڈالدیں اگرچہ اُنکا علم بہ نسبت اور لوگوں کے شہادت کے زیادہ ہو اور امام بخاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ فقہائے اہل عراق مثل ابوحنیفہ وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ حاکم کو اپنے ذاتی علم پر بھی تصفیہ تنازعات میں عمل کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ علم بوقت پیشی مقدمہ پیدا ہوئے وقائع پیشین جو اوس پر عمل فرما ہونا ناجائز محض ہے سو بحمد اللہ معاملہ فدک میں خلیفہ صاحب کو کوئی خیال بوقت روبکاری مقدمہ نہوا تھا کہ جس سے اُنکے ذاتی علم کی علت ثابت ہو جاوے بلکہ عدم وراثت انبیا کا علم اُن کو بزمانہ حیات ختمی مآب بقول خودشان حاصل ہو چکا تھا عبارت بخاری مع تشریح فتح الباری یہ ہے قال بعض اہل العراق ما سمع او رآہ فی المجلس القضاء قضا بہ وما کان فی غیرہ لم یقض الا بشاہدین اور شارح بخاری نے یہ قول ابوحنیفہ کا ظاہر کیا ہے واضح ہو کہ دو باتیں اِس باب میں بیان کی گئی ہیں اوّل یہ کہ روایت حدیث لانورث کے مجرد

بیان کرنے سے علمائے سُنّیہ نے ابو بکر کے تصرّف کی توثیق کر کے جائز و واجب التعمیل سمجھا ہے۔ دوم یہ کہ بروایت بخاری فقہائے حجاز و عراق نے اپنی ذاتی علم پر کارروائی کرنے سے حاکم کو مجرم بلکہ مرتکب حرام قرار دیا ہے تیسری بات اور سنئے کہ مولوی عبد العزیز صاحب تحفہ کے باب دہم میں بذیل مطاعن ابو بکر طعن دوازدہم کے ایک موقع پر بایں عبارت رقمطراز ہیں چون ابو بکر این خبر را خود شنیدہ بود حاجت تفتیش بدیگرے نداشت اسوقت خلیفہ صاحب کی روح عجب کشاکشی میں ہے ایک گروہ برخطا دوسرا برصواب پاتا ہے نہ معلوم کس کو ڈگری ملتی ہے مگر ہم بفراست یہ کہہ سکتے ہیں امام بخاری و ابو حنیفہ کی تکذیب میں بھی ملت سُنّیہ متصور ہے اسکو گوارا نہ کرینگے اور شاہ صاحب کو ہندوستان کا ایک کالا آدمی سمجھ کر بے شبہ جھوٹا قرار دینگے بخاری کے مطالب نے ہمکو یہ نتیجہ بخشا کہ خلیفہ صاحب کا مرتکب بفعل حرام ہونا نہایت آسانی کے ساتھ بلا تکلیف ثابت ہو گیا شاہ صاحب نے جو تحفہ میں حضرت صدیق کے لئے در باب انفصال مقدمہ فدک اشکال عدیدہ بیان کئے ہیں منجملہ اُنکے یہ بھی عذر کیا ہے کہ اگر ابو بکر فاطمہ علیہا السلام کو فدک دیدیتے تو اُنکو سخت مشکل پیش آتی اور برائے آئندہ انتظام انفصال مقدمات بگڑجاتا اور قاضیوں کو نہایت آزادی ہوجاتی کیونکہ لوگ یہ کہہ اٹھتے کہ خلیفہ نے اپنے نبی کی بیٹی کی رعایت کی اور عام مسلمین کے حق کو بپاس خاطر خاص عمدہ رعایتاً اُنسے مخصوص کر دیا پس یہ فیصلہ قضات کے لئے از منہ آیندہ میں دستاویز ہو کر باعث رعایت احد المتخاصمین ہوجاتا اسلئے اُنہوں نے اُسوقت کی رنجیدگی کو گوارا کر کے محض بخیال انتظام پیچی گردن کرلی ہدیۃ الشیعہ میں بہت شاخ و برگ لگا کر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے میری دانست میں جیسا کہ حسب

تصریح بخاری و روایت قاسم مندرجہ بخاری جناب ابوبکر کو اپنے ذاتی
علم پر کہ جسکی صحت ہنوز محل کلام میں ہے فیصلہ دینے سے بدنامی ہوئی اُس حالت
میں ممکن نہ تھی نہ معلوم خلیفہ صاحب کو کیا ضرورت شدید لاحق ہوئی کہ بغور
رجوع دعوی بلا اقرار ادا مر تنقیح اپنی ذاتی واقفیت پر کہ جسکا ثبوت عندالمنصفین
بھی ممنوع ہے تصفیہ کر ہی دیا چونکہ خانوادہ نبوت کے مقابلہ میں ایک شخص
اجنبی حاکم تھا لہذا خلیفہ صاحب پر فرض تھا کہ اپنی برأت و تقویت رائے کے لئے
بخیال زبان بندی خلائق دو چار گواہ کا بیان ضرور قلمبند فرما لیتے یہ کیا معنی
کہ مقدمہ بعذر عدم تکمیل نصاب بینہ خارج کیا جاوے اور اسجگہ باوصفیکہ
شاہدان حدیث متعدد تھے ایک کا بیان قید قلم میں نہ لایا جاوے میں بکمال تنزل
تمام حقوق سے دست بردار ہو کر عرض کرتا ہوں کہ اگر خلیفہ صاحب کو روایت
عدم وراثت انبیا کوئی حدیث ختمی مرتبت سے بفرض محال پہنچی بھی تھی تو چونکہ
سیدہ کو فدک کے لینے میں ایسا اصرار و استبداد تھا کہ ہمیشہ کی دشمنی پر نہ رو کیں
اور وراثتاً دعوی پیش کیا تو لازم تھا کہ خلیفہ ایسی چال چلتے کہ وہ بھی رضامند
رہتیں اور عنداللہ اور عندالناس اُنپر بھی کوئی مواخذہ عائد نہو تا کیونکہ
اُنکو اپنے زمانہ اقتدار و دوران حکومت میں اختیار حاصل تھا کہ جس حق
عام کو چاہتے خاص کر دیتے چنانچہ شاہ صاحب معترف ہیں کہ خلیفہ وقت ہر کرا
خواہد بچیزے تخصیص نماید۔ پس بحکم حدیث مشہور کہ ہر شخص کی اولاد کے ساتھ برعایت
و مروت پیش آؤ و بخیال حقوق اُنکے والدین کے خلیفہ صاحب پر واجب تھا کہ بپاس
خاطر رسول مقبول و بخیال حقوق مربیانہ و اشفاق آنحضرت جناب سیدہ سے اُنکو
مخصوص فرما دیتے اور بنظر احتیاط اہل اسلام سے کہدیتے کہ اے بھائیو ہمکو جو
کچھ امارت و ریاست حاصل ہوئی وہ اِس صاحبزادی کے پدر بزرگوار ہی کی بدولت

سے ہے ورنہ ابتدائے اسلام میں اپنی بے زری و کم وقاری سے ہمیشہ ابن ربیعہ
کی جوتیاں کھاتے رہے چونکہ ایسے وقت میں کہ اسکو اپنے باپ کی مفارقت کا نہایت
ملال ہے اور بظاہر کوئی شکل اوقات گذاری کی بھی نہیں ہے اسکا خیال سب
مسلمانوں کو کرنا چاہیئے چونکہ یہ سیدۂ محترمہ فدک کے لینے پر اڑی ہوئی ہے پس
مناسب ہے کہ سب صاحب اپنے اپنے حقوق بحل کردیویں میں نہیں خیال کرسکتا کہ اور
کوئی صاحب سوائے عمرؓ کے اسوقت کے مسلمانوں میں انکار کرتے البتہ جناب
عمرؓ کو سخت اصرار تہا کہ فدک داخل خالصہ کرلیا جاوے چنانچہ ہبہ نامہ کا چاک
ہونا ناظرین باتمکین حصہ دوم میں ملاحظہ کرکے اس بات کو ضرور مان لیں گے کہ عمرؓ
صاحب کو فی الواقع بوجہ فظاظت و غلاظت طبعی ایک نوع کی ہٹ دہرمی تہی مجھہ کو
اس موقع پر تائید کلام خود رسول پاک کے زمانہ کا ایک قصہ یاد آگیا وہ یہ ہے کہ جب
شوہر زینب دختر رسول خدا ذلیل کفار گرفتار ہوکر آیا اور اس شخص کی رہائی کیلئے
فدیہ تجویز ہوا تو زینب نے اپنے شوہر کی مخلصی کے واسطے اپنا قلادہ یعنی گردن بند
آنحضرت کی خدمت میں بہیجدیا رسول پاک اسکو دیکھہ کر رونے لگے اور فرمایا میں
سمجہتا ہوں زینب کا زیور لیناتب سب مسلمانوں نے بخاطر داشت رسالتمآب
اپنے اپنے حقوق سے جس جسقدر کسی کو پہنچتا تہا دستبرداری کی اور وہ قلادہ
واپس دیا گیا۔ یہ مقام ذرا غور طلب ہے کہ رسالتمآب کو اپنی ایسی بیٹی کے
زیور لینے کا کہ جنکے صلبی و ربیبہ ہونے میں گفتگوئے عظیم ہے یہ صدمہ ہوا کہ آنسو
نکل پڑے تو نہ معلوم جبکہ سیدۂ محترمہ کے ساتھہ ایسی سختی کی گئی ہوگی کہ چاک
شدہ وثیقہ لیکر دار شریعت سے برآمد ہوئی ہونگی تو روح رسول اکرم
پر کیا تعب گذرا ہوگا اصل حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ صاحب نے جناب معصومہ
کے مقابلہ میں از قسم دلشکنی و حق تلفی و رنجدہی دقیقہ از دقایق فروگذاشت

نہیں کیا اور حضرات اہل سُنّت آجتک اُنہیں اُمور کے جسطرح کہ بن پڑتا ہے تائید کیے
جاتے ہیں چنانچہ میں نے شیخ محبوب عالم مولوی پنجابی سے جو کہ آپکی اطفال کی تعلیم
دینے میں ماموری ہیں ایک روز بر سبیل تذکرہ تعجباً پوچھا کہ حسب روایت مُسلم حضرت
امیرؑ و جناب عباس کا وقوع حدیث لانورث پر گواہی دینا اور ما افا اللہ
و مال بنی النضیر کے طرز تقسیم بعہد رسولؐ اللہ حضرت عمر سے سُنکر بلفظ نعم اسکو
تصدیق کرنا اور بخلاف اُس علم و آگہی کے شیخین کے اوقات حکومت میں دعویٰ
کرنا یہ کیا معاملہ ہے جواب فوری ملا کہ حضرت امیر علیہ السلام نے اجتہاد میں
غلطی کھائی ارباب نصفت سے نہایت ادب کے ساتھ ملتجی ہوں کہ برائے خدا
زمام انصاف ہاتھ سے نہ دیں خطائے اجتہادی اگر حسب قواعد مقررہ اہلسنت
کوئی اثر رکھتی ہے تو اس معاملہ میں اسکو کیا مناسبت ہے خطائے اجتہادی
یہ ہے کہ مجتہد کسی مسئلہ شرعی میں بلا اغراض و تعلقات بہ نیک نیتی اپنی رائے
سے حُکم دے اور وہ خلاف ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ اجتہاد میں خطا کھائی اور
یہ تو صاف طور کی بے ایمانی ہے اور سلاطین کو مغالطہ میں ڈالنا ہے اگر
خاطی فی الاجتہاد ہوتی تو شاید ایک مرتبہ تین مرتبہ ہر خلیفہ کے وقت میں دعویٰ
کیا اور ایک ہی حجت لانورث پر باطل ہوتا رہا صغیرہ پر اصرار کرنا داخل کبیرہ
ہے اور کبیرہ کو جائز جاننا مصر ہونا منجر بکفر ہے اندرینصورت قائل بخطائے
اجتہادی کے نزدیک حضرت امیر علیہ السلام نے بزعم ذیشان ارتکاب کفر
فرمایا سُبحان اللہ کیا با ایمان گروہ ہے جو زبان پر آتا ہے بے کھٹکے کہدیتی
ہیں ایمان رہے یا نہ رہے مگر ابوبکر کسی طرح بچیں سو یہ بخیر بعض محققین اہلسنت
جیسا کہ مولوی عبدالعزیز صاحب جنکو اکابر سنیہ امام المجتہدین ہندوستان
جانتے ہیں اور اُن کا نام مبارک نہایت تعظیم و تکریم سے بہ لفظ مولانا

وا و لاتا لیتے ہیں وہ تحفہ کے باب دہم میں بذیل جواب مطاعن عمر طعن
تحریم متعہ کے ایک موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ پس ہر کہ غزوہ خیبر را تاریخ
تحریم متعہ گوید گویا دعوی غلطی و استدلال حضرت مرتضی علی میکند و این
دعوی شاید جہل و حمق او را بس است۔ یہ فقرہ صاف دلالت کرتا ہے کہ
حضرت امیر سے وقوع خطا از جملہ محالات ہے اور حسب تسلیم شاہ صاحب
جناب امیر علیہ السلام کے استدلال پر ایراد کرنا افراد سفہا و حمقا میں داخل
ہوتا ہے اندریں حالت شاہ صاحب بہادر کے نزدیک خلیفہ اول ہی اعلی
درجہ کے سفیہ و احمق قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ عند المحاجہ سیدہ خلیفہ صاحب نے
بنا منظوری احتجاج حضرت امیر خلاف فیصلہ صادر فرمایا ہے چونکہ جناب
علی المرتضی کا ختمی مرتبت کی زبان گوہر فشان سے بگوش حق نیوش حدیث
لانورث سماعت فرمانا اور برخلاف اسکے دعویدار ہونا نہایت پیچیدہ و مشکل
قصہ ہے اور جواب اسکا موہنہ کا نوالہ نہیں لہذا علمائے اہلسنت نے بہت
چلکپھیریاں کھائی ہیں اور قوت عقلیہ و زور طبیعت سے طرح طرح کے جواب تحریر
فرمائے ہیں۔ مگر بحمد اللہ آجتک کوئی جواب ایسا نہ بن پڑا کہ جسکو دس برس کا بچہ
بھی تسلیم کرلیوے مولوی محمد قاسم نانوتوی نے جو کہ علمائے متاخرین میں نظر
اہلسنت اعلی درجہ کے شخص گذرے ہیں اور حضرات اہلسنت کو انکی طلاقت و لیاقت
پر بہت ناز ہے اس باب میں کہ نہایت اہم و مشکل ترین قضایا ہے ایسی بدیہہ البطلان
توجیہ کی ہے کہ جسکے دیکھنے سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا تمامتر
اہتمام سوائے حق پوشی و خلاف گوئی کے اور کچھ نہیں ہے صاحب موصوف اواخر
ہدیۃ الشیعہ میں نہایت ناز و تبختر سے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت نے جو با وصف
سماعت حدیث لانورث دعوی وراثت بجناب سیدۃ دائر کیا اسکی وجہ یہ ہوئی

که آخر انسان تھے اور لازمہ انسان سہو نسیان ہے پس بوقت رجوع دعویٰ ارشاد
نبوی کو فراموش فرما کر خلاف اپنی شہادت کے دعویٰ پیش کر دیا جب ابوبکر نے یاد
دلایا تب یاد آگیا اور عالم بیخودی میں بہ ثبوتِ نسیان توجیہاتِ بے پایان کیے ہیں
مولویصاحب تو اسوقت موجود نہیں مگر میں آپسے چونکہ اُنکے مقلدین خاص سے
ہو بحلف دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ جواب ایسا معقول ہو گیا کہ جسکی تعلیم پر ہم
بروئے قواعد عقلیہ ونقلیہ بالکل مجبور کر دئے جاویں اب سنئے کہ جناب امیرؑ نے
بروایت معتمدہ سُنّیہ ہر سہ خلفائے نامدار کے زمانہ میں دعویٰ کیا ہے اور برابر
خارج ہوتا رہا تو کیا ہر محکمہ میں دعویٰ کے رجوع کرنے پر پہلا حکم بھولتے رہے لطیفہ
یہ ہے مادہ نسیان ایسا جوش زن ہوا کہ عباسؓ بھی بھول گئے اور حسبِ روایت
احمد بن حنبل حضرت عثمان سے جو خواستگار ہوئے اُسوقت بھی بھول گئے اور طُرّہ
برآن یہ ہے کہ خلیفہ عثمان نے جبکہ ازواج طاہرہ کی جانب سے دعویٰ کیا اور
بعد ناسموعی اپنے عہدِ دولت میں کہ نہایت آزادی کا زمانہ تھا مروان کی جاگیر
میں فدک کو دخل کیا وہ بھی بھول گئے۔ یہ عجب بھول بھلیاں ہے کہ اپنے مطلب کے
خلاف کبھی کچھ یاد نہیں آتا ہے مگر خلیفہ اوّل کی یادداشت قابلِ داد ہے کہ بمجرد
رجوع دعویٰ وہ حدیث تمامتر یاد آگئی تعجب ہے کہ کبر سنی بھی باعثِ نقصِ حافظہ
نہوئی اور نوجوان آدمی یعنی حضرت امیرؑ کو قوتِ حافظہ نے ایسا جواب دیا کہ
باوصف تنبیہات متواترہ بھولتے رہے عجب بھولن چھیا تھا اب مجھکو بغرض تنبیہ
غافلین یہ ثابت کرنا ضرور ہوا کہ آیا حضرت علیؑ احکامِ الٰہی و ارشادِ رسالت پناہی
کے حفظ کی قابلیت کس درجہ رکھتے تھے اور معاملات مواریث میں کہ مقدم ترین قضایائے
سہو نسیان اُنکی ذاتِ اقدس سے واقع ہو سکتا تھا یا نہیں تفسیر اسباب نزول و تفسیر ثعلبی
و کشاف و حلیۃ الاولیاء و تاریخ طبری وغیرہ میں لکھا ہے کہ جسوقت آیۃ کریمہ وتعیہا

اذنٌ واعیۃ کہ جسکے یہ معنی ہیں کہ یاد رکھے نصیحت و احکام صمدیت کو کان یاد رکھنے والیکا
نازل ہوئی اسوقت حضرت صلعم نے جناب امیرؑ کو سینۂ فیض گنجینہ سے چسپاں فرمایا
اور ارشاد کیا کہ اے علیؑ مجھکو حکم خدا ہوا ہے کہ تمکو اپنے نزدیک رکھوں اور اپنے
دور نہ کروں اور جو احکام کہ تمکو تعلیم کروں انکو سنو اور یاد رکھو پس حدیث
لا نورث کا زبان ختمی مرتبت سے سننا ایسے احکام میں ضرور داخل سمجھا جائیگا
حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ بعد از دعائے نبوی مینے کوئی حکم فراموش نہیں
کیا یہی وجہ ہے کہ شاہ ولایت سر ممبر پکار پکار کر فرمایا کرتے تھے کہ پوچھو تم
مجھ سے قبل اسکے کہ گم کرو مجھکو اکابر سنیہ مقر ہیں کہ امت محمدی میں کسی نے
یہ دعوی جلیل سوائے امیر المومنین کے نہیں کیا اور نہ کوئی ایسے لفظ کے کہنے
کا منصب رکھتا تھا یہ بات پوشیدہ نہیں عوام جانتے ہیں کہ جب صحابہ کے روبرو
کوئی مقدمۂ مشکل و مالا ینحل پیش ہوتا تھا تو حضرت امیرؑ کی طرف عاجزانہ طور پر
رجوع کرتے تھے اور باتفاق کل امت ہر مسئلہ اختلافی میں ارشاد مرتضوی
کو مطابق مرضی ختمی مرتبت سمجھکر واجب التسلیم جانتے تھے افسوس ہے کہ مقابلہ فدک
میں خلافت مآب نے استدلال مرتضوی کو نہایت بے اعتبار نظر سے دیکھا مولوی
محمد قاسم نے تو بجائے خود عذر نسیان سے اپنے مقلدین و اہل ملت کو مطمئن کر دیا مگر متقدمین
متسدین کی بھی سنئے کہ وہ کیا کہتے ہیں ابن حجر شارح بخاری نے جناب عباس و حضرت امیر
کا حدیث لا نورث سنکر اسکے برخلاف دعوی کرنا ان حضرات کی شان سے منافی
و بعید العقل سمجھکر بدنیت امیر دو بزرگوار ان عمر و ابوبکر کا ظالم و فاجر ہونا تسلیم کیا ہے اور
ایسا ہی ابوبکر جوہری نے جو کہ ثقات علمائے سنیہ سے ہیں کتاب سقیفہ میں ظاہر کیا ہے کہ
حضرت امیرؑ بعد لا نورث ابوبکر و عمر کو ظالم و فاجر جانتے تھے عبارت ہر دو کتب یہ ہے ابن حجر
عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں وفی ذالک اشکال شدید وھو ان اصل القصۃ صریح

فی ان العباس و علیا قد علما بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث فان کانا سمعاہ
من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکیف یطلبانہ بعد ذٰلک من عمر و الذی یظہر واللہ
اعلم حمل الامر فی ذٰلک علی ما تقدم فی الحدیث الذی قیلہ فی حق فاطمۃ وان کلا
من علی وفاطمۃ والعباس اعتقد ان عموم قولہ لا نورث مخصوص ببعض
ما یخلفہ دون بعض ولذلک نسب عمر الی علی والعباس انما کان یعتقد ان
ظلم من خالفہما فی ذٰلک پس حسب تصریح شارح بخاری و ابوبکر جوہری
بفحوائے لا ینال عہد الظالمین ہر دو بزرگواران دائرہ امامت سے خارج ہو کر
زمرۂ فساق و فجار میں داخل ہو کر امامت عظمٰی و نیابت کبریٰ سے نکل گئے چنانچہ
شاہ ولی اللہ پدر صاحب تحفہ نے بھی کتاب خزائن الحکمت میں اس قصہ کو از
جملہ قضایائے مشکلہ سمجھ کر تسلیم کر لیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام و حضرت
عباس وارثان حکمت و صاحبان عصمت اور قطب و امام مستنیر بنور نبوت ہیں اُن
سے بزرگواران کے ذوات قدسیہ سے بعید کیا بلکہ محال ہے کہ بلا وجہ موجہ ابوبکر
و عمر کو جھوٹا اور گنہگار و غادر و خائن سمجھتے تھے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ خلاف
قرآن حدیث وضع کرنے اور دیگر اقسام کے افترا پرداز ہونے سے جناب امیر انکو
جھوٹا اور خائن جانتے تھے۔ ورنہ یہ کب ممکن ہے کہ نائب سید المرسلین و عم خاتم النبیین
کسی مرد صادق و راشد کو جھوٹا خیال کرتا بالآخر جملہ حالات مذکورہ پر نظر کرنے سے تین
باتیں پیدا ہونگی اوّل یہ کہ حضرت امیر و جناب عباس نے حدیث لا نورث منکر
بطور ناجائز غاصبانہ طریقہ سے مال مسلمین لینا چاہا اور ہمیشہ حکام کو دھوکہ دیتے
رہے اور بوقت نزاع سیدۂ کہ عین موقع اظہار امر حق تھا کتمان شہادت
کر کے لا تکتم الشہادۃ کہ حرام محض ہے لب بستگی فرمائی اور سب سے زیادہ
حضرت امیر ملزم قرار پاتے ہیں کیونکہ انہوں نے سیدہ کو دعوے سے نزوکا بلکہ مزید برآں

تائید کلام کی اگر رسول پاک سے سن چکے تھے کہ آنحضرت کا کوئی وارث نہیں ہے
تو کہدیتے کہ آپ فضول رنج اٹھاتینگے آپکے والد بزرگوار اپنے متروکات سے ورثا
کو محروم فرماگئے ہیں اور بوجہ رسالت ازواج و عطائے فدک بھر وان ہی کیفیت
جناب عثمان کی ہے۔ دویم یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی جانب سے ایک بحر دیا
مضمون وضع کرکے مستحقین کو اُنکے حقوق واجبہ سے بیدخل کرکے بمصلحت سلطنت
قطعاً محروم کردیا اور کچھ پاس احترام خاندان نبوّت نہ کیا۔ سوم یہ کہ اگر
اِن جملہ واقعات و قضایائے مصرحہ بالا کو بپاس خاطر خلفا و علیؑ و عباس
غلط محض قرار دیا جاوے تو صحیحین چونکہ انہیں یہ تمامی حالات مندرج ہیں
بالکل جھوٹا اور موضوع قرار پاتی ہیں اور ربر بنا مسلم و بخاری اس قصہ
خاص میں جس جس عالم و مورخ نے جو کچھ کہ لکھا سب کے سب کاذب و مفتری
قرار پاتے ہیں اور اِن دو کتب کے ابطال پر مذہب اہلسنّت کے بر ہمی متصور
و متخیل ہے نہ معلوم شقوق ثلاثہ سے کونسی شق مشبوع طبایع حضرات اہلسنّت ہو
احتمال جملہ سوم جناب ابوبکر نے اپنی ذات بابرکات کو بقول عمرؓ صاحب انا ولیّ
رسول اللہ بیان کیا اُنکا یہ ارشاد باعتبار اخبار متواترہ و مستفیضہ مندرجہ
کتب موثقہ و معتبرہ غلط محض ہے کیونکہ رسول پاک نے اُنکو اپنا خلیفہ قائم نہیں
فرمایا بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں اوّل عمرؓ و ابوعبیدہ جراح نے بیعت کی بعد جیسا
کہ کتب سیر میں منقول ہے اور لوگ سلسلۂ مبایعت میں داخل ہوئے پس باین شان
اُنکا یہ فرمانا کہ ولیّ رسول اللہ سراسر خلاف ٹھیرا دیکھو صحیح مسلم کی جلد دوم
میں بحوالہ ابن عمر مرقوم ہے کہ عمرؓ نے قریب وفات کہا ان اللہ یحفظ دینہ وانی
لا استخلف فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستخلف بیقین اللہ تعالی حفاظت کریگا اپنے
دین کی اور تحقیق کہ میں خلیفہ نہ بناؤنگا کیسیکو کیونکہ نبی نے کوئی خلیفہ نہیں مقرر فرمایا

اور اُسی کتاب میں بمقام دیگر مسطور ہے کہ جب ابو لؤلؤ کی ضرب سے جناب دوم مجروح ہوئے تو سب لوگ اُنسے کہتے تھے کہ کسیکو خلیفہ مقرر کیجئے پس بروایت راوی یعنی ابن عمر اُنھوں نے فرمایا کہ اگر میں کسیکو خلیفہ مقرر کردوں تو کچھ عیب نہیں کیونکہ ابو بکر نے جو مجھ سے افضل تھے بجائے خود خلیفہ قائم کیا ہے اور اگر نکروں تب بھی مجھ پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ نبی صلعم نے جو کہ مجھ سے اور ابو بکر سے بہتر و افضل تھے اپنا ولی قائم نہیں فرمایا عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ جسوقت اُنھوں نے آنحضرت کے خلیفہ نہ کرنیکو ارشاد فرمایا اُسیوقت میں سمجھ گیا کہ یہ اپنا جانشین مقرر نہ کرینگے جناب عبداللہ بفراست ذاتی یہ سمجھ جانا کہ یہ کسیکو خلیفہ نکرینگے دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ جناب بھی عدم استخلاف نبی پر مطلع تھے ورنہ شک نہیں کہ ابن عمر جلیل صحابہ شمار کئے گئے ہیں پس عمر و ابن عمر و صحابی جلیل الشان کی شہادت عدم نص خلافت پر ہر حال قابل قبول ہے اور یہ قول عمر حالت بیماری کا بیان کیا گیا ہے جس وقت لوگ کہ خلیفہ مقرر کرنیکی صلاح دیتے تھے اُنھوں نے بیان عمر اعتراض نہیں کیا معلوم ہوا وہ بھی اس بات کو جانتے تھے کہ نبی بلا وصی انتقال فرما ہوگئے ہیں اور یہی قول عمر بخاری میں مندرج ہے پس گواہی متقدین محدثین اندراج صحیحین نسبت ابو بکر رسول اللہ کا نہ مقرر ہونا اگرچہ بطریق نفی عام استخلاف ہی بخوبی ثابت ہوگیا نظر بحالت مذکورہ بالا صدیق اکبر کا بشہادت عمر اپنی ذات کو نائب ولی رسول اللہ کہنا خطاب صاحبزادیت ہو کہ خلفائے جمہور سنیہ سے اجل کرکے نبی معصوم پر افترا و الہام کی حد غایت پر پہنچانیوالا ہے اور عمر صاحب چونکہ خلافت ابو بکر کی فرع ہیں لہذا بنا فاسد علی الفاسد ٹھہرے مگر وہ بھی حسب مضمون حدیث مسلم اپنے تئیں آپ خلیفہ کرانا و ولی رسول اللہ کہنے میں معلوم نہیں انکا یہ دعوے کیسے صحیح ہوگا کیونکہ باتفاق عام روات سنیہ ابو بکر نے انکی خلافت کی وصیت کی تھی حالانکہ اہل اسلام بعد لہ فقط غلیظ ہیں وصیت ابو بکر

کو تنبیہ کرکے خلافت عمری سے نارضامندی ظاہر کیسے تھے شاید رسولپاک نے تخلیص صاحب
کی خلافت پر کوئی نص خفی بروایت اُم المومنین حفصہ فرمائی ہو جیسا کہ جناب عائشہ سے امامت
ابوبکر کیلئے ارشاد ہوا تھا بعد ختم توجیہات مرسلہ احتمالات کچھ اور حالات قابل توجہ
ارباب انصاف عرض کرتا ہوں چونکہ جناب امیر کا عمر و ابوبکر کو کاذب وغیرہ حسب روایت مسلم
و بخاری جاننا اہلسنت کیلئے نہایت رنجدہ و پرسوز داستان ہے بنا برآں انکے علما
نے جہانتک ممکن ہوسکا ہے اس بحر ناپیدا کنار میں بہت کچھ ہاتھ پیر مارے ہیں مگر ساحل مقصود
تک نہیں پہنچے مولوی نانوتوی صاحب ہدیۃ الشیعہ حیلا فریبی کرکے بہت کچھ سیر فرمائی فوق
تحت و یمین و شمال ہوئے ہیں مگر ایسے فاضل جلیل القدر کی تحریر طول طویل کا نتیجہ کچھ
نہیں نکلا وہ فرماتے ہیں کہ کاذب و غادر کا قصہ دیگر گوں ہے عمر صاحب نے عندالوقوع تنازعہ تولیت
الفاظ کذب و غدر وغیرہ مبالغہ بطور شکایت احباب فرمائے تھے مقدمہ وراثت میں کوئی
ذکر اس قسم کا نہیں ہوا یہ توجیہہ بڑی حیرت بخش ہے ہمنے آجتک نہ دیکھا نہ سنا کہ کسی عیب سے
ایسے سلطان ذیشان کو جسکے رعب و دبدبہ سے صحابہ کا پیشاب خطا ہوتا تھا بقصد مبالغہ یا
شکایت جھوٹا اور خائن کہا یا سمجھا ہو اور پھر وقت اعتراض اس بادشاہ کی عدم بجا آوری
شرایط عذرات سے اغماض کرکے سکوت اختیار کیا ہو ہماری سمجھ میں با وصف غور و تامل بسیار اسوقت
تک یہ بات جا گزین نہیں ہوئی کہ مبالغہ سے شکایت مند ہوکر احباب کو بے ایمان اور جھوٹا
کسطرح کہا کرتے ہیں اگر حسب بیان صاحب ہدیۃ الشیعہ متولی ہونے پر رنجش سی ایسی سخت
کلامی کی تھی تو عمر صاحب کی انتہا درجہ کی دانائی ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ خود فرماتے ہیں
کہ ابوبکر کے روبرو عباس و علی باستحقاق جداگانہ نبی صلعم کے ترکہ سے طالب وراثت ہوئے
تھے اسوقت جناب ابوبکر نے مقدمہ قسمکی وجوہ میں حدیث لا نورث فرمائی تعجب ہے کہ حسب تصریح
مولوی محمد قاسم صاحب عمر نے وراثت کو بمعنی تولیت تعبیر کیا اور اس سے زیادہ خلیفہ اول کی عقل و دانش
پر حرف آتا ہی کہ مدعی دعوی حصول تولیت کرے اور حاکم وجوہ نامنظوری دعوے میں ایسی دلیل لائے کہ جس

سے سقوط وراثت لازم ہوا ور متولی ہونیمیں استحقاق کو کب دخل ہے عباس کہتے تہے
کہ مجہکو چچا ہونیکی جہت سے رسول پاک کا ترکہ ملنا چاہیے اور حضرت علیؓ فرماتے
تہے کہ میری بی بی اپنے باپ کی وارث ہے بہلا تولیت کو اس تفصیل سے کیا بات
مالک کو اختیار ہے جسکو چاہے متولی کردے کسیکے متولی نکرنے پر مذمت مالک کوئی جرم
کذب وخیانت وغیرہ لازم وعائد نہیں ہوسکتا بلکہ اگر خواستگار تولیت کو کسی چیز کا
کوئی متولی نہ کرے اور وہ اپنی ناکامی سے رنجیدہ ہوکر مالک کو برا بہلا کہے تو
طالب تولیت کی بیکسیت عقل سمجہی جاویگی اور عمرؓ نے تو انکو بزعم حضرات اہلسنت
متولی ہی کردیا تہا اور بمفاد حدیث مسلم انفصال تنازع تولیت ہی کیلئے عباسؓ
وعلیؓ دونوں آئے تہے پہر اس ناکردہ گناہ کو کیوں کاذب وغیرہ بقول انہیں
کے سمجہا ہو تو کیا مرجح یہ ہی لکہا ہے کہ حضرت امیرؑ اوروں کے دل سے خلفا کو کاذب جانتے
تہے میں عرض کرتا ہوں کہ دل ایک قطرہ خون ہے اسکا تحت و فوق کیا ہوگا اور بفرض
اوپرکے حصہ میں جمع ہوا درعناد بوجہ نامسموعی مقدمہ وراثت جمع ہوا تہا اسکا اثر نیچے پہنچنا
کیا بعید تہا اگر فدک واپس دیدیا جاتا تو ہم مان لیتے کہ کسیقدر کدورت دل کے حصۂ فوقین
سے جاتی تہی مگر رد فدک سے بیطرف ہوگئی اور جبکہ اسکو ایسے طریقہ مضبوط سے ضبط کیا گیا کہ
آل مروان تک متمتع ہون مگر بیبی فاطمہ اسکی آمدنی سے ایک حبہ نپائیں تو ضرور ہے کہ اُس
صدمہ جانکاہ سے اذیت سخت پاکر قلب کا حصۂ آخریں بہی کبیدہ ہوگیا ہوا ور پہر تہ
دل سے انکو کاذب وغیرہ سمجہنے لگے ہوں فرمائیے اسمیں کیا استبعاد لازم آتا ہے بعض
صاحب یہ ہی معنی نکالتے ہیں کہ عمرؓ نے حضرت علیؓ کو بطریق استفہام کہا تہا کہ کیا آپ نے
مجہکو اور ابوبکرؓ کو منع فدک میں جہوٹا اور بے ایمان سمجہا حقیر عرض پرداز ہے کہ بلا ضرورت
جائز معنی حقیقی سے عدول کرنا کیا سبب رکہتا ہے حدیث میں پہلے خلیفہ دوم ابوبکرؓ کے عہد
میں جو دعوی ہوا تہا اسکا تذکرہ کیا بعدہٗ اپنے عہد کرامت عہد کا اور صدیق اکبر و ذاتِ جمع فتن

کو کذب و غدر و غیرہ کی اضداد حقیقی یعنی بار و راشد وغیرہ سے تعبیر فرمایا تو ایسی صورتمیں استفہام
انکاریہ کب مسلّم ہوتا ہے الفاظِ بار و راشد اپنی زبان سے کہنا خود اسبات پر دلالت کرتا ہے
کہ یہ مقابل اُسکے خلاف سمجھہ رہا ہے عجب نہیں کہ آپنے یہی معنی سمجھکر حل و ہم فرمایا ہے دیکھو یہ قصّہ
ایسا پیچیدہ و مشکل ہے کہ محمد اسمٰعیل بخاری نے کمال تدین و دینداری سے الفاظِ کذب
و غدر کا بالکل ذکر نہیں کیا اور بجائے اُنکے کذا کذا لکھدیا ہے اور الفاظِ صادق و بار و
راشد کو بہت خوشخطی کے ساتھہ لکھا ہے امام بخاری نے چونکہ دیانتداری میں اعلیٰ درجہ
حاصل کیا ہے لفظ کذب و غدر و غیرہ کو محض اس دوراندیشی سے حذف فرمادیا کہ میری تحریر کے
اعتبار پر عجب نہیں کہ لوگ اُنکو جھوٹا خیال کرنے لگیں مگر یہ نسمجھے کہ ان الفاظ کے مقابلہ میں
غادر و خائن خود پیدا ہوگئے کیونکہ عام قاعدہ ہے جبتک کوئی کسی کو بے ایمان نہ سمجھے گا۔
تب تک بے ایمانداری پر اقامت دلائل کی بحلف ضرورت نہیں ہے الغرض عمر صاحب کا اپنی ذات
اور ابو بکر کو صادق کہنا خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت امیر بخلاف اُسکے جانتے
تھے نہ معلوم استفہام انکاری سے حضرات اہلسنت کو کیا فائدہ پہنچیگا اس موقع پر بعرض
محال اگر شرکت انکاری مطلب لفظ فرائیتماہ کا بطریق استفہام یہ ہوگا کہ اے علی و عباس
جبکہ بدلیل لانورث ابو بکر نے تمہارا دعویٰ نامسموع کیا تو کیا تم نے اُسکو جھوٹا خائن
وغیرہ جانا نحیف کہتا ہے کہ ہاں جناب ضرور جھوٹا اور دغاباز سمجھا خلیفہ جی صاحب حضرت
امیر کے معاملہ پر کیوں استبعاد کرتے ہو آپکے حضور میں مجدداً دعویٰ کرنا صاف دلیل ہے
کہ جناب علی علیہ السلام نے حدیث لانورث پر تمسک ہونے سے ابو بکر کو جھوٹا اور
خائن جانا چونکہ آپ بھی اُسی حدیث غیر مسلمہ کو دستاویز گردانکر مقدمہ کو خارج فرماتے
ہیں لا محالہ آپکو بھی ویسا ہی سمجھا گیا اور اس محکمہ سے ناکامی حاصل کرکے خلیفہ عثمان کے یہاں
دعویٰ رجوع ہوگا اور جب وہاں سے بھی جواب ملیگا تو بوکالت جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم روبروئے خداوند علام مقدمہ دائر کیا جاویگا حضور والا آپ یہی بتائیں استفہام

کیوں بخاری فرماتے ہیں یہ تو صاف بات ہے اگر ابوبکر کو جھوٹا نہ سمجھتے تو آپکی عدالت میں کیوں
رجوع کرتے اور جبکہ آپ بھی وہی فیصلہ دیتے ہیں جو کہ ابوبکر دیچکے تھے تو چونکہ جناب فاروق
اعظم ہی فرما دیجئے کہ پھر کیا سمجھا جاوے پس بوجوہات بالا ثابت ہوگیا کہ حضرت امیرؑ بیشک
ابوبکر و عمر کو کاذب غادر و خائن سمجھتے تھے اور جسکو جناب رسالتمآب نے کاذب و ظالم و
فاجر و خائن سمجھا وہ بلا شک و شبہ منافق عنید ہے چنانچہ بخاری میں بھی تین چار
علامتیں منافق کی بیان کیگئی ہیں کتاب موصوفہ کا باب علامات المنافق ملاحظہ طلب
ہے اور بخیال ثبوت کلام عبارت مسلم و بخاری بھی نقل کیجاتی ہے عن عبد اللہ بن
عمر قال قال رسول اللہ اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ
خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا اؤتمن خان واذا حدث
کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر انتہی اور دوسری حدیث یہ ہے عن ابی ہریرۃ
قال قال رسول اللہ آیۃ المنافق ثلث وان صام وصلی وزعم انہ مسلم اذا حدث کذب واذا وعد اخلف و
اذا اؤتمن خان پس حسب تصریح بخاری و ربیان خود عمر کہ اپنے آپ کو حسب تصریح
کتب معتمدہ سنیہ واللہ انا من المنافقین فرمایا کرتے تھے اور اکثر حذیفہ سے جنکو
علم المنافقین تھا پوچھا کرتے تھے کہ لیلۃ العقبہ میں آنحضرت نے مجھکو بھی بذیل اہل
نفاق شمار فرمایا ہے یا نہیں بوجوہ کما ینبغی ثابت و محقق ہوگیا کہ شیخین غلام بسبب
کذب و غدر و خیانت وغیرہ کے اعلی درجہ شقاق و نفاق میں کہتے تھے اور اپنے
مومن کامل ہونے پر انکو بھی خود بھتم وثوق نہ تھا کیونکہ عمر کا واللہ انا من المنافقین
کہنا کسی نوع سے محمول بفروتنی و کسر نفسی نہیں ہو سکتا جن علماء اہلسنت نے ارشاد
فاروقی کو ہضم نفس سے تعبیر کیا ہے۔ انکی حصہ دوم میں خوب خوب خبر لی گئی ہے
ناظرین غور فرمائیں کہ یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ بادشاہ جلیل القدر اپنی ذات کو
رعایا کے سامنے ایسی صفات رذیلہ و خبیثہ سے منسوب کرے کہ جن سے اسکا اخراج ازدائرہ ایمان

تیقن ہوجاوے یہ قدرتِ خدا ہے کہ اُن لوگوں نے اپنے بطون و اسرار ضمائر کو لوگوں پر منکشف کردیا تا تائید اِس قول عمریہ کی اِس استفسار سے بخوبی ہوتی ہے کہ جو حذیفہ اسرار رسولِ خدا سے کہا کرتے تھے اگر اُنکو اپنے نفاق پر یقین ہوتا تو حذیفہ سے بار بار نہ پوچھتے کہ آیا آنحضرت نے بمکافاتِ گستاخی لیلۃ العقبہ مجھکو بھی منافق شمار فرمایا ہے یا نہیں اگر یہ حضرت اُن لوگوں کی جماعت میں داخل نہ تھے کہ جنہوں نے شب مذکور میں آنحضرت کی ہلاکت کے سامان و اسباب بہم پہنچائے تو خواہ مخواہ حتمی مرتبت سے کیوں بدظنی کی کیا یہ ممکن ہے کہ رسالتمآب کسی مومن کو منافق کہدیویں اور انکار حذیفہ بھی اِس بات کو ظاہر کرتا کہ بیشک آنحضرت نے جناب عمر کو منافق فرمایا کیونکہ حذیفہ نے عند الاستفسار عمر یہ بیان کیا ہے کہ مجھکو اُس راز کے پوشیدہ رکھنے پر آنحضرت نے تاکید کی ہے پس اگر حضرت عمر اس جماعت منافقین میں نہ تھے تو حذیفہ صاف کہدیتے کہ آپ کیوں گھبراتے ہیں وہ اور لوگ ہیں جنکو منافق کہا گیا ہے مگر چونکہ میں امین ہوں لہذا اُنکے نام بیان نہیں کرسکتا اور یہ عام قاعدہ ہے کہ ہر پوچھنے والے کی نسبت ایسا اطمینان دلایا جاسکتا ہے اِتنی بات بیان کرنے سے حذیفہ پر الزام افشائے راز عائد نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ افشائے راز کا جرم اُسوقت وارد ہوتا کہ جب حذیفہ ایسے شخص کے استفسار پر بیان کردیتے کہ جس کو فی الواقع آنحضرت نے منافق فرمایا تھا ایسے پاک و پاکیزہ آدمی کے پوچھنے پر کہ جیسے حضرت عمر تھے بنظر اطمینانِ مومن صاف و روشن الفاظ سے بیان کردیتے کہ آپکی ذات تک نفاق کی ہوا بھی نہیں خواہ مخواہ کیوں مضطر ہوتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ جناب حذیفہ نے ایک مومن کو ہمیشہ تک اِس شبہہ میں ڈالا کہ اُسکو اپنی مومن و منافق ہونے میں گنجایش امتیاز نہ رہی پس بخوبی ثابت ہوگیا کہ یہ بزرگوار منافق کامل تھا اور جبکہ بوجوہات مندرجہ بالا اُنکا نفاق ثابت ہوگیا تو بحکم آیۂ افی ہدایہ واللہ یشہد ان المنافقین

لگا ذِ بُودُن محض قرار پا گئے چونکہ قرآن پاک میں کاذبین کو بصفت لعنت اللہ علی الکاذبین
یاد دیا بر آں ہم گروہ شیعہ تعمیل آیۂ موصوفہ پر مجبور رہیں تا وقتیکہ عبارت مُسلم میں وہم قائم
فرما کر سمکو عامل لوہیم نہ قرار دیا جاوے تب تک آیۂ موصوفہ کی تعمیل پر معذور رہینگے والعذر عند کرام الناس
مقبول -

تتمۂ کلام

چونکہ حضرت نے کاذب خائن غادر واثم پر بحث شروع کی تہی بنا بر آں حسب تحسین اسکی پورے
طور سے تشریح کیگئی اور حصہ دوم میں بعض معاملات بیان کئے گئے ہیں کہ جن سے خلفا کی
زیادتیاں بمقابلہ خاندان رسالت ظاہر ہوتے ہیں اور وہ بالیقین ایسے ہیں کہ بعد ثبوت آنہا حسب
ردّ قول علمائے متقدمین و متاخرین علمائے سُنیہ طبیعت اہل اسلام کو خلفا سے بالکل
متنفر کر دینگے اسوقت اُن حالات کا لکھنا خلط مبحث کا شبہ پیدا کرتا ہے لہذا بالفعل
ترک کیا گیا اور آپکو بھی جوابدہی تمام معاملات کی دفعتاً مشکل پڑجاتی اگر یا آگے
کلام ہے تو اسی کا جواب عنایت فرما کر گلو خلاصی فرمائے ؁

شرائط جواب

اگر آپ بخیال حفظ آبرو مستقل جوابدہی ہوں تو اسبات کا لحاظ رکہنا کہ جواب مجمل ہو حسب
دابِ مناظرہ ہر فقرہ کا جواب عنایت ہو اور کل اعتراضات کا جواب کتب اہلسنت سے ہو کیونکہ
بنا کلام آپکی ہی کتب پر ہے اور اگر الزاماً علی الخصم کتب شیعہ سے بھی لکہو تو علم درایت و رجال
صحت روایت کرکے عدم تعارض و تخالف کتاب و سنت ملحوظ خاطر کرکے لکہنا ورنہ مقبول
نہوگا البتہ بعد بجا آوری شرائط صحت جو چاہنا تحریر فرمانا اور اپنے جواب کی توثیق جناب
مولوی محمد رشید صاحب گنگوہی و جناب مولوی محمود حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ دیوبند و جناب

مولوی محمد خلیل صاحب انبہٹوی و جناب تمام مراد حسن صاحب پنجابی مقیم مظفرنگر وغیرہ علماے
موثوقین سے ثبت و دستخط کرا کر بھیجے اور جو کہ اس معاملہ میں رسالہ نفاق شیخین بحکم
صحیحین از جانب شیعہ بمقابلہ مولوی رشید الدین خان صاحب شاگرد شاہ صاحب لکھا گیا ہے
اوسکو ملاحظہ فرما کر جواب لکھئے اور جو دلائل رسالہ مذکور میں مثبت نفاق شیخین
درج ہو چکے ہیں انکو باطل کر کے حضرت علیؑ کے نزدیک خلفا کا سچا ہونا ثابت
کیجئے اگر اس رسالہ کی دستیابی آپکو ممکن نہو تو میں بھیجتا ہوں غرضکہ ہر نوع سے
تشفی ہو جانی چاہیے تاکہ آپکا وہم دفع ہو۔

کارروائی بعد حصول جواب

واضح ہو کہ کوئی اجماع یا جلسہ وغیرہ بغرض بحث سوال و جواب کیا جاویگا بلکہ اٹھ
علما منتخب کر کے ایک موقع پر خواہ اس ضلع میں یا بمقام دیگر انکو کاغذات فریقین
دئے جاوینگے ازانجملہ دو عالم شیعہ دو عالم سنی حسب پسند خود یا دو عالم عربی
دان از قوم حضرات ہنود و دو عالم از قوم ملت نصاری مقبول فریقین جمع
ہو کر ملاحظہ اثبات و استرداد دلائل کذب و غدر وغیرہ پیش کردہ فریقین کرینگے
اور انکے وکلا سے رد و قدح کر کے فیصلہ آخر دیویں گے اور وہ فیصلہ چھاپکر
اس ضلع کے اکثر دیہات میں کہ جہاں مسلمان کثرت سے رہتے ہوں آویزان کیا
جاویگا۔ واضح ہو کہ جناب اور بنیازمند اس مقدمہ کے فریق اور جو علما کہ میرے
اور آپکی تحریر کی توثیق فرماوینگے وہ وکیل سمجھے جاوینگے اور علماے ہشت گانہ مذکورہ بالا
حکم شمار ہونگے جب اس عنوان کے ساتھ آپ ثابت کر دیوینگے کہ حضرت امیر فی الواقع
عمر و ابوبکر کو جھوٹا نہ جانتے تھے اور عبارت مسلم سے وہم پڑتا ہے اور تقریر الزامی
مطابق واقع ہے اور جملہ فسق و فجور شیخین مندرجہ حصہ دوم جنکو کتب اہلسنت سے ثابت کیا گیا

اور روبرو بزرگ علمائے موقع موعود پر پیش کیجاوینگی اور اُنکو آپ رد فرمائینگے تب سمجھا جاویگا کہ آپنے غلبہ حاصل کیا اُسوقت مبلغ ایکہزار روپیہ کہ جسکا رقعہ جداگانہ باضابطہ آپ کو دیا گیا ہے بطور شکرانہ ادا کرکے میں مذہب اہلسنت اختیار کروں گا ؏

العبد سید سجاد حسین ولد محمد حسین ساکن بہڑہ سادات بقلم خود ۔ ۴-۲-جون ۱۸۹۲ء

عبارت توثیق از مولوی غلام حسین صاحب کنتوری

سید سجاد حسین ولد محمد حسین ساکن موضع بہڑہ سادات نے یہ تحریر ہمارے سامنے پیش کی اس غرض سے کہ اُسکی صحت وسقم پر نظر کیجاوے چنانچہ میں نے اُسکے مطالب دیکھکر خوب جانچ لیا اور بہ نسبت اُن مطالب خواہ حوالہ کتب کے اگر کوئی اعتراض کرے تو ہمپر اُنکا اثبات لازم ہوگا اسلئے کہ وہ اکثر عبارات ماخوذ کتاب تشئید المطاعن سے ہیں جو کہ جواب باب دہم تحفہ اثنا عشری کا ہے اور ہمارے جد مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی تصنیف سے ہے جسکے جواب میں آجتک کسی عالم اہلسنت والجماعت کو قلم اٹھانیکی مجال نہیں ہوئی ۔ العبد مولوی غلام حسین صاحب

مولوی محمد حسن صاحب لکھنوی

ازبسکہ ملاحظہ سے یہ رسالہ جناب مولوی غلام حسنین صاحب دامت معالیہ وبرکت ایالیہ ولیالیہ کے گذرا ہے اور توثیق جناب ممدوح نے فرمائی ہے لہذا میں نے بھی توثیق کی

العبد مولوی محمد حسن صاحب

مسکت المخالف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد خدا و نعت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ حقیر پر تقصیر خاکپائے شیعیان شاہ و یہ ر و حسنین و چنبر و صعفین السید سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم و مغفور غفر لہ ذنوبہ و ستر عیوبہ ساکن موضع بہڑہ سادات متعلقہ سادات بارہہ واقع ضلع مظفر نگر بخدمت جمیع حضرات اہل سنت و الجماعت نہایت عجز و ادب کے ساتھ ملتمس ہے کہ جناب مستطاب معلے القاب مولوی ابو القاسم صاحب مفتی المذہب الہ آبادی نے ایک چو ورقہ بایں سرخی (کہ سوال از جمیع علمائے شیعہ) چھاپ کر بایں غرض شائع کیا ہے کہ بہ نظر خلایق اُن کو وقعت حاصل ہو ہر چند کہ اس ہیچمدان کو یہ قابلیت حاصل نہیں کہ در باب معاملات مذہبی گفتگو کر سکے مگر مولوی صاحب ممدوح کے سوال طبع زاد و نو ایجاد کی شان کچھ ایسی انوکھی معلوم ہوئی کہ جس کے معائنہ سے بادی النظر میں صاف طور پر مجھ کو یہ یقین ہوا کہ اس تحریر بے نظیر کے جواب میں تصدیعہ اٹھانا غالباً اہل علم و صاحبان سواد اپنا کسر شان و تضیع اوقات سمجھ کر بایں خیال خاموشی اختیار فرمائینگے کہ ع آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی یاد

یہ بات عام حضرات اہل سُنّت کے نخوت و غرور کی ترقی کا سبب ہو گی
کیونکہ ہمارے حضرات کو معاملات مذہبی سے عموماً واقفیت ہوتی ہے
اس لیے کہ بانیانِ مذہب و موجدانِ ملّت نے بنظرِ دوربینی و عاقبت اندیشی
پہلے ہی سے یہ انتظام فرما دیا ہے کہ اُن کُتب کو جن میں صحابہ کے جھگڑے
درج ہیں نہ دیکھنا چاہیئے پس نہ مذہبی کتابیں وقفِ انظارِ عوام الناس
ہونگی اور نہ مشاجرات و مخاصماتِ صحابہ پر کسی کو اطلاع حاصل کرنے کا
موقع ملیگا شاید مرشدین ملّت سُنّیہ نے اس انتظام سے یہ مصلحت سمجھی ہوگی
کہ مبادا کوئی سنّی پاک طینت بہ معائنہ حالات بغض و عناد و تشاجر و تخاصم
بعض صحابہ مقبولین سے منحرف و غیر معتقد ہو کر گروہ شیعہ سے ملکر راکبِ
سفینۂ نجات ہو جاوے۔ درحالیکہ اکابر حضراتِ سُنّیانِ ذیشان کو صحابہ
کے اُن افعال رذیلہ و قبیحہ پر بوجہ عدم معائنۂ کتب مناظرہ و تنفرِ صحبت
شیعہ مطلق اطلاع نہیں تو بیچارے جہلا کس شمار میں ہیں نظر بر آں مجھکو
یہ کھٹکا پیدا ہوا کہ سُنّی صاحبان چونکہ مساجد میں برابر یہ وعظ فرماتے
رہتے ہیں کہ سُنو بھائی مسلمانو نہ خلفا نے اہلبیت پر ظلم کیا نہ اُنکے گھر پر آگ
اور لکڑیاں لیکر گئے نہ محسن کو شکم مادر میں شہید کیا نہ خلافت کو بہ محرومی
صاحبانِ استحقاق زیرِ قبضہ لائے نہ مقدمۂ فدک میں حضرت امیر و حسنین
علیہم السلام کی شہادت کو رد فرمایا اور نہ دین میں ایجاد کیا نہ نبی معصوم
پر الزام ہذیان لگایا اور نہ جیش اُسامہ سے تخلف کر کے ختمی مرتبت کی
زبانِ مبارک سے صدمہ نفرین اُٹھایا نہ کسی لڑائی سے بھاگے وغیرہ
وغیرہ لہذا عجب نہیں کہ اندریں صورت مولوی صاحب موصوف
کی تحریر پرتاثیر خارج از جواب رہ کر اُن کے خیالات پا در ہوا کے

استحکام کا سبب ہو جائے بنا براں ایک عریضہ بوعدہ عطائے مبلغ پچیس ہزار روپیہ مؤلف صاحب کی خدمت باسعادت میں بایں غرض بھیجدیا کہ جواب باصواب عنایت فرماکر مبالغ مندرجہ صدر داخل خزانہ عامرہ فرماویں مگر نہایت افسوس کے ساتھہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ بہ تقلید مقتدین حضرت ممدوح نے عدم جوابدہی کو سنت موکدہ سمجھہ کر سد باب کلام کیا ناچار اُس خط کی نقل مطابق اصل شایع کر کے جمیع حضرات اہل سنت کی خدمت گرامی میں ملتمس و مستدعی ہوں کہ براہ دینداری دونوں تحریروں کے مطالب و مضامین پر بامعان نظر غور فرماکر مذہب حق کے حاصل کرنیمیں کوشش بلیغ فرمائیں اگر کوئی صاحب بپاس حیاو ایمان و درد دین بتائید تحریر مولوی صاحب مطالب مندرجہ عریضہ کو رد فرمانا چاہیں تو اُنکو بھی زر مذکورۃ الصدر اُنہیں قیود و شروط سے دیا جائیگا جو کہ اصل مؤلف پر ظاہر کی گئی ہیں جن جن حضرات اہل سنت کی نظر انصاف اثر سے یہ اوراق گذریں اُنکو خدا و رسول کی قسم دیتا ہوں کہ علمائے متبحرین و فضلائے کاملین سے عرض کریں کہ حضرت جواب لکھکر ہم خرما و ہم ثواب پچیس ہزار روپیہ لے لیجئے اور ہمارے عقائد کو تقویت دیجئے اگر حضرات علما اُن جملہ امور کی جوابدہی سے جنکو متن عریضہ میں عرض کیا ہے کچھہ سوچ سمجھہ کر مثل مؤلف صاحب پہلو تہی فرمائیں تو بے تکلف باور کر لینا چاہیئے کہ مذہب اہل سنت بالکل باطل و لغو اور ریالو کی دیوار ہے جسکا انہدام شیعہ دلائل و براہین کی ہوائے تند و تیز سے یکسر کرنے پر بآسانی قدرت رکھتے ہیں چونکہ اس خط کا جو کہ بطور ایک رسالہ کے ہو گیا ہے حضرت مخاطب سے جواب نہیں دیا گیا اور نہ تمام ہند میں انشاء اللہ تاقیام قیامت

کسی اہلِ سُنّت سے دیا جائیگا منظر پر آن تاریخی نام شکست المخالف رکھا گیا وماتوفیقی الاباللہ حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر پہلے حضرت الہ آبادی کا جو ورقہ نقل کیا گیا ہے اور پہر اُس کا جواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

سوال از جمیع علمائے شیعہ

التماس - میرے چند احباب شیعہ مذہب جنکو زبانی مناظرہ کا بہت شوق ہے ہمیشہ چھیڑ چھاڑ مذہبی رکہتے اور وہی پرانے ڈہرانے سوالات کیا کرتے اور جواب دینے پر امرِ حق کو کبھی تسلیم نہ کرتے اُن میں سے بعض اہل انصاف نے تو کتاب ہدایات الرشید جو زمانہ حال میں تالیف ہوئی ہے اور جسکو عجائب قدرت خداوندی کا نمونہ کہئے تو بجا ہے دیکہہ کر سکوت اختیار کیا مگر بعض دیگر نے جنمیں مادہ تعصب و ہٹ دہرمی بہت زیادہ ہے امرِ حق کو تسلیم نہ کیا اور وہی پرانے لغو اعتراضات و سوالات پیش کرتے رہے لہذا خاکسار مجبور و لاچار ہو کر سوال معروضہ ذیل جمیع علمائے شیعہ کی خدمت میں بغرض جواب پیش کرتا ہے تاکہ جواب دینے کے وقت دلائل اہل سُنّت کی وقعت و قدر اُن کو ظاہر ہو جائے اور یہ ثابت ہو جائے کہ جناب امیرؑ کی ہی ایمان و فضیلت ثابت کرنے کے لئے اِس قسم

کے دلائل سے بڑھکر کوئی دوسری دلیل دشمن کے مقابلہ میں نہیں ہوسکتی
علمائے شیعہ سے التماس یہ ہے کہ اپنے ہی اصول کی بنا پر ایسا جواب
عنایت فرمائیں کہ خصم پر حجت ہوسکے ساتھ ہی اس کے کوئی کلمہ سخت
خلاف تہذیب استعمال نہ فرمائیں تمہید صحابہ مقبولین اہلسنت وجماعت
مثل حضرت ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ رضی اللہ عنہم جناب پیغمبر خدا صلعم
کے ہاتھ پر اول ہی زمانہ دعوت اسلام میں (کہ اس وقت کوئی اُمید
نفع دنیا کی نہ تھی) ایمان لائے اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر آنحضرت
صلعم کا ایسے وقت میں ساتھ دیا کہ اسوقت آپکا کوئی رفیق و غمگسار
نہ تھا اور تمام اپنے اور بیگانے آپ کے دشمن تھے آنحضرت کی اعانت
میں زر و مال اپنا صرف کیا کفار و مشرکین کے ہاتھوں اذیتیں اٹھائیں
خدا اور رسول کے لئے اپنا وطن مالوف چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کی اور
مہاجر کہلائے سفر او رحضر میں ہمیشہ آپ کے ہمراہ رہے آپکی صحبت مین
رہ کر آپکے معجزات و خرق عادات اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور آپکے
ارشادات و کلمات اپنے کانوں سے سنتے رہے حضرت ابوبکر صدیق
نے آپکے ساتھ غار ثور میں ایسی رفاقت کی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں
کلمہ لصاحبہ آپکی شان مین ارشاد فرمایا اور لفظ یار غار ضرب المثل عام
ہوا حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ کی دختران پاک گہر حضرت عائشہ و حفصہ حضرت
کی زوجہ منکوحہ ہوئیں آنحضرت صلعم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے
حضرت عثمان کے عقد میں آئیں حضرت فاطمہ زہرا کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم
حسب اعتراف حضرت امام جعفر صادق و حدیث اول فرج غصبت منا و علمائے شیعہ
مثل سید مرتضیٰ علم الہدیٰ و نور اللہ شوشتری و صاحب تہذیب و صاحب شرایع

ناسخ التواریخ وغیرہ حضرت عمرؓ کے عقد میں آئیں آنحضرت صلعم ان صاحبوں
سے دین کے کاموں میں مشورہ لیتے رہے۔ آنحضرت صلعم نے (بروایت
غوالی اللآلی ابن جمہور و فخر رازی امامیہ) حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو حضرت
ابراہیمؑ و حضرت نوحؑ سے تشبیہ دی۔ آنحضرت صلعم نے (بروایت شیخ
ابن بابویہ در عیون) حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ
تم لوگ بمنزلہ میرے گوش و چشم و دل کے ہو۔ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں اکثر
و بیشتر مقامات میں ان حضرات کی مدح و ثنا بزمرۂ صحابہ و مہاجرین و
انصار فرمائی اور اپنی رضا و خوشنودی انسے ظاہر کی۔ اسلام و ایمان سے
تنہا خود ہی نہیں فائدہ اُٹھایا بلکہ تمام عالم کو اُس سے فائدہ پہنچایا۔ قرآن
شریف مختلف و منتشر اوراق میں تھا انہیں حضرات کی سعی و کوشش سے
یکجا و مرتب ہوا اور تمام عالم میں شائع ہوا اور شیعہ کو بھی پہنچا۔ اسلام کی
حقیت و وقعت انکے دلوں میں اسقدر سمائی تھی کہ اُسکی ترقی و شیوع
کی کوشش آنحضرت صلعم کی حیات میں بھی کی اور نیز بعد وفات آپ کے اسکو
دُنیا کے بہت بڑے حصہ میں پھیلایا انہیں کی ہمت و کوشش و سرگرمی سے
اسلام نے ایسا رونق و عروج پایا کہ دنیا کے تمام مذاہب و ملل نے رشک
کیا۔ کیا ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی دین کی حقیت کا سچے دل سے معتقد
نہو اور اُسکو قابو پاکر اسقدر رونق و عروج دے۔ دشمن دین تو قابو پاکر
اسکے مٹانیکی کوشش کریگا۔ اللہ اکبر کہیں جناب امیرؑ کے ہاتھ سے اسقدر شوکت و
عزت و اشاعت و ترقی اسلام ظہور میں آتی تو معلوم نہیں کہ شیعہ کیا کچھ شور مچاتے
زمین و آسمان کا قلابہ ملا دیتے۔ شیعہ نے حضرت امیرؑ کی تعریف میں ڈھائی ہزار جن
کے کاٹ ڈالے۔ لاکھوں جن قتل کر ڈالے۔ تمام قوم عاد کو ہلاک کر ڈالا (انتہیٰ)

زمانہ خلافت میں بہت بڑی فتوحات ملکی بہی ہوئی مگر ان حضرات نے عیش دنیا کی طرف کبہی التفات نہ کیا۔ دین و شریعت کا اسقدر پاس تہا کہ حضرت عمر نے عین اپنی عہد خلافت میں اپنے فرزند دلبند پر حدِ شرع جاری فرمائی اور درّے لگائے (دیکہو ن حضرات شیعہ انکو خدا و رسول کا تو کچہہ خوف ہی نہ تہا پہر اپنے فرزند دلبند پر کیون درّے مارے) حضرت عمر نے وقتِ وفات اپنی خلافت اپنے صاحبزادے کو نہ دی بلکہ جب لوگوں نے سفارش کی کہ اپنے صاحبزادے کو خلیفہ مقرر کیجئے تو ترش روئی سے جواب دیا کہ اس میں لیاقت خلافت کی نہیں ہے کارِ دین کے انصرام کرنے کے لیئے لایق آدمی چاہیئے چونکہ ان حضرات نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و خوشنودی کے لیئے دینِ حق کی اشاعت کی اور کفار سے جہاد کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اِنکی جماعتِ قلیل کو کفار کے گروہ کثیر پر حسب ارشاد خود کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً غالب و منصور فرمایا چنانچہ تہوڑی مدت میں سلطنت کسریٰ و قیصر کو لے لیا اور تمام دنیا میں اسلام پہیلا دیا ان حضرات کے زمانہ خلافت میں جناب امیرؓ انکو ہمیشہ صلاح و مشورہ نیک دیتے رہے اور ہر طرح سے تائید فرماتے رہے اور مثل شیر و شکر ان سے ملے رہے اور اُن کی ثنا و صفت انکے زمانہ میں بلکہ اپنے زمانہ خلافت میں بہی (بلکہ دیگر ائمہ بہی اپنے زمانہ میں فرماتے رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بنائے خلافت و حکومت مستحکم ہو گئی حضراتِ شیعہ فرمائیں تو سہی کہ کفار و منافقین کی تائید کرنا اور اُن کی تعریف بیان کرنا اور اُن کے امورِ خلافت کے استحکام کا باعث ہونا عنداللہ اجر و ثواب سے پا گیا) حضرت عمر نے بروقت جنگ فارس و جنگ روم کے اپنے جانے

یا نہ جانے کے بارہ میں حضرت امیرؑ سے مشورہ لیا آپ نے جو کلمات
ارشاد فرمائے دیکھئے نہج البلاغۃ اور اُسکے شروح اُمیں اُسوقت یہ کہ
مسلمانوں کو جو حضرت عمرؓ کے حکم و بیعت سے اور آپ کو خلیفہ رسول اللہ
سمجھکر جہاد پر گئے تھے خدا کا لشکر فرمایا اُسوقت کے اسلام کو جسمیں خلفا کی
خلافت مانی جاتی تھی خدا کا دین فرمایا اُسوقت کے جہاد کی تمثیل زمانہ
رسالت کے جہاد کے ساتھہ دی تب بڑھکر یہ فرمایا کہ اہل اسلام کی فتح
و شکست انکی قلت و کثرت پر موقوف نہیں ہے بلکہ وعدہ خدا وندی ہو
جو پورا ہوتا ہے اور اس وعدہ سے مراد آپکی (جیسا کہ شارح نہج البلاغہ
علامہ ابن میثم بحرانی و ملا فتح اللہ شیرازی نے فرمایا ہے) وعدہ آیہ استخلاف
ہے یعنی وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض الآیہ اور یہ
آیت بروایت قمی وغیرہ خلافت راشدہ شرعی حضرت امام مہدی پر نص
ہے نتیجہ یہ ہے کہ حضرت امیرؑ کے نزدیک حضرات خلفا کا زمانہ خلافت اس
وعدہ آیہ استخلاف کے پورا ہونیکا زمانہ تھا چنانچہ حضرات خلفا کے حکم و فرمان
سے اور اُنکی بیعت سے اُسوقت کے اہل اسلام (و بزعم شیعہ مجتمعین
علی الضلالہ و مخالفین و کاتمین نص غدیر تھے اور محض دُنیا حاصل کرنے
کے لیے کفار سے لڑتے تھے) جہاد کرکے مال غنیمت لاتے تھے اُسمیں جناب
امیرؑ حصہ لیتے تھے۔ کئی لاکھ صحابہ بعد وفات آنحضرت صلعم موجود تھے
جنمیں غالباً بارہ ہزار صحابی معدودین شیعہ یا اکثر و بیشتر اُنمیں کے شامل تھے
اُن سبھوں نے حضرت ابو بکر کو افضل ترین مومنین صالحین و لایق خلافت اور امام
و پیشوا و نائب رسول اللہ صلعم تہا اور مانا اور کسی ایک نے بھی کبھی کسی موقع
پر حدیث غدیر (جو بزعم شیعہ حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل پر نص ہے) ظاہر نہیں

نہ کی حضراتِ شیعہ فرمائیں تو سہی کن کن لوگوں نے اور کب حدیثِ غدیر
پیش کی اگر پیش نہیں کی تو کیوں نہیں کی یا تو اُنکے نزدیک حدیثِ غدیر سے
حضرت امیرؓ کی خلافت بلافصل مراد نہ تھی یا یہ کہئے کہ صحابہ کرام اجمعین جنکے
واسطے سے آنحضرت صلعم کی نبوت و معجزات و اعجاز قرآن و معجزہ بلنا وغیرہ
کی خبریں اُمت مابعد کو پہنچیں اور اُنہیں کی سچائی و دیانت کے ثبوت پر اقوال
و افعال صحابہ سابقین کا ثبوت بھی موقوف ہے اور اُنہیں کی سچائی و دیان
داری کے بھروسہ پر آنحضرت صلعم کی نبوت و معجزات وغیرہ کفار کے مقابلہ میں
ثابت کیے جاتے ہیں ایسی طبیعت و مزاج کے لوگ تھے کہ جنہوں نے دنیا کے
لالچ سے وصیتِ پیغمبر و حدیثِ غدیر کو کہ آنحضرت صلعم نے ہزاروں لاکھوں
آدمیوں کے مقابلہ میں فرمایا تھا چھپایا اور اُسکے خلاف عمل کیا اور کسی
نے بھی کبھی کسی موقع پر ظاہر نہ کیا اور کفار منافقین کو اپنا امام و پیشوا بنایا
اور ایک چھوڑے اور بنائے ہوئے پیشوا کے اتباع و پیروی کی پس ایسی
صورت میں یہ بات قرین قیاس ہے کہ اِن لوگوں نے دُنیا کے لالچ سے
ایک پیغمبر بنا لیا ہو اور طرح طرح کے قصے و حکایتیں مشہور کر دی ہوں
آخر اسی قدر تو شیعہ و نیز دیگر کفار کہتے ہی ہیں کہ اُس زمانہ میں جو اسلام
ملکوں میں پھیلایا گیا وہ صرف دُنیا کے لالچ سے پھیلایا گیا دُنیا کے لالچ
نہ ہوتے تو حضرت امیرؓ کی امامت بلافصل کیوں باطل ٹھہرائی جاتی حضرت ابو بکر و عمرؓ کی
صدق ایمان و عقیدت کی اِس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوگی کہ اپنے کو آنحضرت صلعم
کے پہلوئے مبارک میں دفن کرایا اور جناب امیرؓ نے بھی باوجودیکہ تجہیز و تکفین میں
شریک تھے منع نہ کیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں کہ مشتے نمونہ از خروارے و قطرہ از بحار
ہیں اگر یکجا کر کے میزان عقل و انصاف میں تولے جائیں تو کوئی شک باقی نہ رہیگا کہ یہ

بہترین مومنین صالحین اور افضل ترین اُمت محمدؐیہ اور سچے خیرخواہ اپنے پیغمبر اور دینِ اسلام کے تھے حتے کہ مورخین غیر مذہب (مثل ڈاکٹر کین وڈیون پورٹ وکارلائل وسیل وغیرہ) نے دادِ انصاف دے کر اِن حضرات کو آنحضرت صلعم ودینِ اسلام کا سچا خیرخواہ ٹھہرایا واے برحال شیعہ کہ باوجود اِن سب اوصاف وکمالات کے پھر بھی اُنکو منافق وکافر بتلاتے ہیں اگر آیات قرآنی پیش کیجاتی ہیں تو لغو تاویلیں کرتے ہیں اگر اپنے یہاں کے احادیث معتبرہ پیش کیجاتی ہیں تو اُنکو موضوع ونامعتبر بتلاتے ہیں اگر خود اُنہیں کی کتابوں سے اقوال وافعال حضرت امیرؑ وآئمہ سے سند دیجاتی ہے تو تقیہ کا بہانہ کرتے ہیں اگر علمائے غیر مذہب مثل نصاریٰ وغیرہ سے فضائل ثابت کئے جاتے ہیں تو کافر کا قول کہکر ٹالتے ہیں جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات اوّل ہی زمانہ دعوتِ اسلام میں آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر ایمان لائے ہمیشہ کلمہ پڑھتے رہے اور احکام شرع کے پابند رہے ہمیشہ آنحضرت صلعم کی صحبت میں رہے آپکی اعانت ونصرت کی۔ دین کے واسطے کفار کے ہاتھوں سے اذیت اُٹھائی آنحضرت صلعم کے ساتھ اپنے گھربار عزیز وقریب کو چھوڑکر مدینہ کو ہجرت کی آنحضرت صلعم دینی کاموں میں اُنسے صلاح ومشورہ لیا کرتے تھے شرع کے معاملہ میں اپنے فرزند تک سے رعایت نہ کی اور اُن پر حد جاری کی اسلام وملت محمدیہ وقرآن واخبار وآثار نبوت تمام عالم میں شائع کئے لاکھوں کروڑوں کافروں کو مسلمان کیا بنیاد کفر کو مٹایا کفار سے بدعویٰ اسلام جہاد کرکے اُنکا ملک لیا بعد اسلام لانیکے آنحضرت صلعم سے ہر طرح کی قرابت قریبہ پیدا کی حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ آنحضرت صلعم کے مصاحب دنیا میں بھی تھے اور قبر میں بھی ہوسے (اور

آخرت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہونگے) حضرت امیرؑ اُن کے امورِ خلافت کی ہمیشہ تائید فرماتے رہے اور تعریف و توصیف کیا کئے باوجود حاکم و خلیفہ ہونے کے لذّات دنیا کی رغبت نہ کی وغیرہ وغیرہ تو اسوقت یہ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں دنیا کے دکھلانے کی تھیں اُن کے دل میں ایمان نہ تھا اب شیعہ ہی بتلائیں کہ جب کسی صحابہ کے ایمان یا عدم کے بارہ میں کسی مخالف سے گفتگو ہو تو کس قسم کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے۔

سوال۔ لہذا اب جمیع علمائے شیعہ سے سوال کیا جاتا ہے کہ آپ لوگ حضرت امیرؑ کا مومنین صالحین و ممدوحین صحابہ سے ہونا کسی ایسی دلیل قطعی سے (جو علاوہ اس قسم کے دلائل کے ہو اور اسکے مقدمات مسلّمہ خصم ہوں) بمقابلہ خوارج و نواصب دشمنانِ حضرت امیرؑ کے ثابت کردیں اور وہ ساکت رہجائیں اور ایسے شبہات لغو جو شیعہ باوجود ان تمام دلائل قویہ کے ایمان اصحاب ثلثہ وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بارہ میں کرتے ہیں نہ کرسکیں۔ واضح رہے کہ مسلمان ہونا کلمہ پڑھنا احکام شرع کا پابند ہونا۔ آنحضرت صلعم و دین اسلام کی اعانت و نصرت کرنا۔ کفار کے ہاتھ سے دین کے بارے میں اذیت اُٹھانا ہجرت کرنا اسلام لانے کے بعد سے آنحضرت کی صحبت میں ہمیشہ حاضر رہنا بعد اسلام کے آنحضرت سے قرابت قریبہ پیدا کرنا۔ آنحضرت صلعم کا اُنسے دین کے کاموں میں ہمیشہ صلاح و مشورہ لینا آنحضرت صلعم کی حیات میں اور نیز بعد آپ کے دین اسلام و ملتِ محمدیہ کو عالم میں پھیلانا اُسوقت کے لاکھوں مسلمانوں کا انکو بہترین مومنین سمجھنا اور اپنا پیشوا اور امام بنانا کفار سے بدعوی اسلام جہاد کرکے انکا ملک لینا۔ لاکھوں کروڑوں کافروں کو

مسلمان کرنا۔ بتیا دِ کفر کو مٹانا۔ شرع کے معاملہ میں اپنے فرزند تک سے قصاص میں دریغ نہ کرنا۔ باوجود حاکم و خلیفہ ہونیکے عیش و لذت دنیا کی طرف رغبت نہ کرنا۔ جناب امیرؑ کا اُنکی توصیف و تعریف اور آپکے اُمورِ خلافت میں مدد و نصرت کرنا قرآن کو جمع و مرتب کرکے عالم میں شائع کرنا اپنے کو آنحضرت صلعم کے پہلوئے مبارک میں دفن کرانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ایسے اوصاف ہیں کہ بہ تسلیم فریقین صحابہ مقبولین اہلسنت وجماعت کی ذات میں موجود تھے اور جس کسی شخص میں ذرا بھی مادۂ عقل و انصاف کا ہوگا وہ ہرگز اُنکے کمال ایمان میں تردد و شک نہ کریگا لیکن شیعہ کے زعم میں یہ سب باتیں کافر و منافق کی ذات میں بھی جمع ہو سکتی ہیں اور ثبوت ایمان کے لئے دلیل کافی نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں اِس قسم کی دلیلیں خوارج و نواصب کے مقابلہ میں شیعہ کی طرف سے کیونکر جناب امیرؑ کے ثبوتِ ایمان کے لئے کافی ہونگی اور وہ کب ساکت رہیں گے شیعہ نے عداوت صحابہ کرام کی وجہ سے اپنے مذہب میں ایسا رخنہ ڈالا اور اپنے پیر میں ایسا تیشہ مارا کہ قیامت تک اِسکا علاج اُنکے اصول پر ممکن نہیں حوصلہ کی بات تو یہ ہے کہ اِن سب دلیلوں کو چھوڑکر کوئی ایسی دلیل ڈھونڈکر نکالیں کہ اُسکے مقدمات بھی خوارج و نواصب کے نزدیک مسلم ہوں اور اُس سے حضرت امیرؑ کا ایمان بھی اُنکے مقابلہ میں ثابت ہو جائے مگر ناظرین دیکھہ لیں گے کہ انشاء اللہ تعالےٰ ابدالدہر تک شیعہ کو کوئی ایسی دلیل نصیب نہوگی اور ممکن نہیں کہ بلا امداد اہل سنت وجماعت کے اُنکو دشمنان جناب امیرؑ کے مقابلہ میں کبھی کامیابی حاصل ہو یہ تو صرف ایمان حضرت امیرؑ کے ثابت کرنے کی درخواست بمقابلہ خوارج و نواصب کے شیعہ سے

گئی ہے۔ نہایت بڑا مقدمہ اسلام و نبوت کا ہے کہ شیعہ کے اصول پر
اسکا ثابت ہونا بمقابلہ کفار و منکرین اسلام کے اِس سے زیادہ محال ہے
چنانچہ انشاء اللہ تعالی عنقریب دوسرا سوال طبع ہو کر شائع ہونیوالا ہے
اسمین چند مقدمات قائم کر کے تمام دنیائے شیعوں سے اِستدعا کی گئی
ہے کہ اپنے مذہب کی رو سے آنحضرت صلعم کا پیغمبر ہونا اور اسلام کا دینِ خدا
ہونا بمقابلہ کفار و دشمنانِ اسلام ثابت کر دیں اور مذہبِ شیعہ
سلامت باقی رہے ؛

السائل
محمد ابو القاسم غفر اللہ لہ ساکن محلہ خلد آباد شہر الہ آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرخیل متکلمین سُنّیہ۔ جنابِ مکرم مولوی محمد ابو القاسم صاحب زاد عنایتہ
تسلیم بعد تعظیم۔ چہار ورق مرسلہ سامی کہ جنمیں تمام علمائے شیعہ سے چند
امور استفسار ہوا ہے حقیر کے پاس پہنچے میں نہایت مشکور ہوا کہ باوصف
عدمِ سوابق معرفت جناب نے نیاز کیش کو یاد فرمایا ممکن تھا کہ محض
بامتثالِ امر سامی باین نادانی و بیدانشی سوالات مندرجہ اوراقِ
مذکورہ کا جواب دیا جاتا۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے
محققین سابقین و متقدمین اولین نے متاخرین کے لئے کچھ نہیں چھوڑا

نوٹ علمائے شیعہ سے گذارش یہ ہے کہ اگر ان دلائل کے علاوہ کوئی دوسری دلیل دیگر مسلمہ
خوارج و نواصب ان پیش کر سکیں تو ہرگز ہرگز قصد تحریر جواب نہ فرمائیں مطبوعہ نامی پریس الہ آباد

چونکہ امور مستفسرہ عالی بکرات و مرات زیر بحث و درج کتب ہو کر دست فرسود خلایق ہو چکی ہیں لہذا مجھ کو بحکم ذہن جدت پسند مکروہ معلوم ہوا کہ پرانی ملی دلی ململ پر تازہ کلپ چڑھا کر اہل دانش کی نظر میں بمثل جناب والا تحصیل حاصل کا الزام اٹھاؤں۔ ہاں اگر آپ اپنی فکر عالی سے کوئی جدید بات پیدا کر کے شان خلاقی دکھاتے تو اتباعاً لامر ہم ہی کچھ ہاتھ پھیر لاتے ذرا سوچو تو سہی در باب مباحث مذہبی آپ کے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بایں عنوان افتتاح باب مناظرہ فرمایا کہ بقول خود کسی مسئلہ بحث طلب کو فرو گذاشت نہیں کیا پس ضرور ہے کہ جن باتوں کو ہیر پھیر کر جناب والا نے زینت قرطاس فرمایا ہے عزیز دہلوی زیب وہ تحفہ فرما گئے ہیں زاں بعد مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی نے تحفہ موصوف سے امداد دیکر منتہی الکلام میں انتہا کا زور دکھایا اگر منجانب شیعہ ہر دو کتب موصوفہ بالا کے جواب شائع نہ ہوتے یا کہ اجوبہ کتب مذکورہ کا ردّ مسکت خصم حضرات اہل سنت کی طرف سے حوالہ قلم ہو جاتا تو آپ کو ہر طرح کے فخر و مباہات و طمطراق کی گنجائش تھی۔ خدارا آپ ہی انصاف فرماویں کہ جب ایسی کتابوں کے جواب کہ جن کے مصنفین کو جمیع اہلسنت خاتم المجتہدین و روس المناظرین اعتقاد کئے ہوتے ہیں بایں کثرت لکھے گئے ہوں کہ الماریاں پر ہوں تو یہ چند سطور مسطورہ سامی کہ جنکا رد بھی نہ یکبار دو بار بلکہ بارہا ہو چکا ہو کیا وقعت و اقتدار رکھتی ہیں۔ اگر حضرات اہل سنت کی طینت میں حق طلبی ہوتی تو ان کے لئے یہی کافی تھا کہ بنہایت انصاف ایمانداری سے گوشۂ تشویش میں سر بزانوئے تفکر جھکا کر غور فرماتے کہ تحفہ وغیرہ کے جوابوں سے تاحال کسی عالم اہلسنت کا

مستعرض نہونا صریح طور پر دلالت کرتا ہے کہ صاحب تحفہ نے لوگوں کے
گمراہ کرنیکی غرض سے ایسے اکاذیب وافترآت حوالہ قلم کئے ہیں کہ جنکے
جوابات کا ردّ اہلسنت تو کیا فرشتہ خاں کے بھی امکان سے باہر ہوگیا اللہ اکبر
علوی حق اسی کو کہتے ہیں کہ شیعوں کے مقابلہ میں سُنیوں کی طاقت ہر
قسم حسابی قاعدہ سے پندرہ سولہ درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ پس اتنے
طاقت دار گروہ کا ضعیف وقلیل جماعت کے روبرو باثبات حقیت خود
قلم نہ اٹھانا گویا بصد زبان اپنی فرو مائیگی کا اقرار کرتا ہے میرے قلم میں
طاقت نہیں ہے کہ تحفہ کی جو دھجیاں اُڑائی گئی ہیں اُن سب کو ایکجگہ جمع
کرکے کوئی تعداد اجوبہ ظاہر کرسکوں مگر بنظر اظہار حال مشتے نمونہ از خروارے
اتنا عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ باب ہفتم متعلقہ امامت مندرجہ تحفہ کے
تقریباً پچاس ورق ہیں جس کے جواب میں فقط ایک عالم شیعہ نے تیس جلدیں
مسمّٰی بہ عبقات الانوار لکھی ہیں بعض جلد اتنی جسیم وضخیم ہے کہ چودہ پندرہ
روپیہ قیمت پاتے ہوئی ہے اور پانچ چھ روپیہ سے تو کوئی بھی کم نہیں
باب دہم جسکا تعلق مطاعن خلفاثلاثہ و دیگر صحابہ وام المومنین حضرت عائشہ
صدیقہ وغیرہا سے ہے اُس کے جواب میں بڑی بھاری تین جلد لکھی گئی
ہیں منتہی الکلام کی بھی یہی کیفیت ہے کہ استقصاء الافہام ہے تین جلد میں جواب
دیا گیا ہے اگر آپ وسیع النظر ہیں اور تحفہ وغیرہ کے جوابات زیر ملاحظہ آچکے
ہیں تو صاف طور پر ارقام فرمائے کہ کسی عالم شیعہ نے تاحال آپکے امور مستفسرہ کا
جواب نہیں دیا یہ کہ شاہ صاحب وغیرہ متکلمین کو باین تبحر وہمہ دانی درحقیقت یہ
اعتراض سوجھا ہی نہیں کہ شیعہ تصدیعہ جواب اٹھاتے۔ جسوقت کہ آپ اپنی
وسعت نظر سے ایسی تحریر ہمارے حوالے فرمائینگے انشاءاللہ مع صفحہ کتاب کا

نشان دے کر آپکی ادعا و تفرد کو باطل کیا جاویگا مگر چونکہ اہلسنت کو معاملات مذہب میں چنداں واقفیت نہیں ہوتی اور میں دیکھہ رہا ہوں کہ بعض ناقصین اپنی کوتہ نظری سے مضامین شہرہ سامی کو آپ ہی کا انشا کیا ہوا خیال فرماتے ہیں لہذا مجھکو بعض مصالح سے یہ بات ضروری معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے استفسار کی حقیت واقعی منکشف کردی جاوے کہ چندین بار حضرات اہلسنت اِن باتوں کو بیان فرماکر جواب پاچکے ہیں ورنہ خوف ہے کہ کہیں خدانخواستہ آپکے دماغ عالی میں یہ بات جاگزیں ہوجاوے کہ میں بھی ازجملہ مناظرین و متکلمین ہوں کتب فارسیہ و عربیہ کا دیکھنا تو شاید بیتعذر ہو براہِ کرم گستری بالفعل ایک رد و کتاب کو ملاحظہ فرماکر اپنا اطمینان خاطر فرمالیجئے اگر اُسمیں آپ کے سوالات کا پتہ نہ چلے تو مجھہ سے دست و پنجہ ہوجئے مولوی مہدی علیخان صاحب بہادر محسن الملک نے جو آیات بینات لکھی ہے اسکا جواب ہماری جانب سے بذریعہ کتاب مستطاب رمی الجمرات تین جلدوں میں ایک فاضل کامل و عالم متبحر نے طبع کرایا ہے اور آیات بینات کا اہلسنت کی نظر میں تحفہ وغیرہ سے بھی کچھہ اقتدار بڑہا ہوا ہے ہم پر احسان فرماکر اُن جوابوں پر ایک نظر دیکھہ لیجئے میں تیقن کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آپکا پورا اطمینان ہوجائیگا ہر چند کہ در باب عدم وقوع عقد جناب ام کلثوم صاحب رمی الجمرات نے بھی بحسب ضرورت ارقام فرمایا ہے لیکن سوا اسکے مقتدانا فخر المتکلمین و رئیس المناظرین حضرت مولوی علی اظہر صاحب نے ایک رسالہ مسمّی بہ کنز مکتوم اِس مادہ میں خاص طور پر باین عنوان لکھا ہے کہ جسکو دیکھکر آپ بالیقین یہ فرماویں گے کہ بے شبہ رواۃ سنیہ نے ہیہات میں غلطی اٹھائی اور ایک بے وجود چیز کو اپنی غلط فہمی سے یا دیدہ و دانستہ

قایم کر دیا پھر تو امید نہیں ہے کہ آپ کبھی بھولے سے بھی اس قصہ واہی کو صحیح با ور فرما دیں مگر یہ تو فرمائے کہ باین شوکت و مکنت علمائے اہل سنت کی طرف سے ایسا قصور ہمت کیوں ہوا کہ شیعہ کے مقابلہ مین آجتک قلم اوٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی آج دُنیا میں کوئی ایسی کتاب نظر نہیں دیجا سکتی کہ شیعہ کے جواب کا رد اہلسنت نے لکھا ہو یا کہ اہلسنت کی کسی کتاب کا جواب بمقابلہ اصل کتاب یا دیگر کتب بین منجانب شیعہ ہو گیا ہو مخرس اُس خاندان کے اخلاف کبھی عزت نہیں پاسکتے کہ جنکے اخلاف میں کسی نوع کا نقص ہوتا ہے۔ دیکھئے قاضی عبد الجبار متکلم اول واعورین تیمیہ و ابن روزبہان و صاحب صواعق محرقہ و تحفہ و منتہی الکلام و ازالۃ الغین سیف مسلول و نواقض الروافض و رشید الدین و مولوی مہدی علی خان صاحب وغیرہ باعتبار قدامت کے سب آپکے بزرگ او رحضور اُن کے خورد ہیں پس جبکہ بمقابلہ شیعہ اُن حضرات کی یہ توقیر ہے کہ ایک ایک سطر کے رد میں جزو کے جزو لکھدے گئے تو پھر آپ کس شمار میں ہیں سچ فرمائے کہ کبھی اس صدمہ میں خواب راحت مبدل بہ کلفت بھی ہوئی ہے آپ کے بزرگواران مثل شاہ صاحب و حیدر علی صاحب کے نام مبارک سے آجتک کسی سُنی بہائی نے الزام کذب و افترا و غلط نویسی و خلاف گوئی دفع نہیں کیا اور نہ تا قیامت امید ہے میں یقین کرتا ہوں کہ جب کبھی آپ کو یہ خیال ہوتا ہوگا کہ (ہیں) اہلسنت کی یہ کثرت و مقدرت و شوکت اور بمقابلہ شیعہ ایسی پنبہ دہنی فرط آہ و زاری سے نیند اُچٹ جاتی ہوگی اور ع چو مفلسے کہ طلبگار گنج قارون است۔ یہی دل چاہتا ہوگا کہ کسی حیلہ و ترکیب سے بزرگواران کے اقوال کا استرداد جو منجانب

شیعہ ہوا ہے اُسکی اصلاح ہو جاوے۔ مکرم من۔ گستاخی معاف ہو جبتک کہ ابواب تحفہ و منتہی الکلام و آیات بینات کے جوابات کا ابطال اہلسنت کی طرف سے نہ ہو گا۔ اُسوقت تک آپ تمام حضرات وابستہ زنجیر ندامت و عامل بمذہب باطل سمجھے جاویں گے خیر ؎ اگر بدر نتواند بسر تمام کند۔ سابق گروہ سُنیہ سے گو کہ کُتب شیعہ کا رد نہو سکا مگر آپ ماشاء اللہ ذکی طبیعت و صاحب جودت نئی روشنی کے آدمی معلوم ہوتے ہیں بمقتضائے سعادتمندی منجملہ اعتراضات عدیدہ و کثیرہ کے دو چار ہی باتوں کا جواب عنایت فرماکر اپنے بزرگواروں کے سر پاک سے یہ بار گراں کہ مشابہ کوہ ہمالہ ہے دُور کرکے خلف الرشید و سعید کا خطاب حاصل فرمائیے اور اپنے معاصرین و ابنائے زمانہ کی نظر میں موقر و معزز ہو جیے اگر ہمارے علما کے اُن اقوال کو جو کہ بربنائے عدم حقیت مذہب اہلسنت لکھے گئے ہیں آپ از جملہ محالات تصور فرماکر باطل نہ کرسکیں تو حضور شاہ صاحب کی اُس کذب نویسی ہی کو تاویل غیر علیل سے جو کہ بضدیت شیعہ غایت حیا و ایمان و پاس اسلام سے حضور ممدوح نے بحمایت اہلسنت کی ہے درست فرما دیجئے ورنہ ہمارے نزدیک ایسی صورت میں آپ کبھی ممدوح خلایق نہیں ہو سکتے کہ بزرگواران بحیلہ دروغ گوئی و خلاف نویسی و خیانت شعاری و افترا پردازی تشئید المطاعن و تقلیب المکائد و عبقات الانوار و بوارق موبقہ و استقصاء الافحام وغیرہ کتب کلامیہ کے سنگین حوالات میں لکد کوب متکلمیان شیعیان ہوں اور اُنکے اذناب و اخلاف جیسے حضور لامع النور ممدوح ہی روشدہ مضامین کہ جنکے لکھنے سے بڑے بوڑھوں نے خجالت دار و گیر ہو رہی ہے نئی نئی عبارتوں میں بیان کرکے جہلا کی نظر میں اپنی آنکھ

عاقل زمانہ و فرزانۂ روزگار ثابت کرائیں۔ میں آپ کو روح انصاف
کی قسم دیکر پوچھتا ہوں بلکہ خلیفہ ششم حضرت معاویہ و خلیفہ ہفتم حضرت یزید
رضی اللہ عنہ کا واسطہ اسپر مستزاد کرتا ہوں کہ ایمان اسی کا نام ہے کہ شیعہ
بر دآ اقوال شاہ صاحب وغیرہ تمام مطاعن و رزائل و قبایح کو خلفا کے
ذات عالی صفات سے چسپاں کریں اور اہلسنت ٹھنڈے سانس بھر کر
چشم نیم وا اُن الزامات کو معاینہ کر کے غایت بے بسی و کوتہ دستی سے دم
خود ہو جائیں مگر بنظر جہلا اُس کہنہ قبائے خلافت پر کہ جسکو اپنے بدن
زیبا سے خلیفہ اول نے حسب الارشاد جناب امیر علیہ السلام مصرحۂ خطبہ
شقشقیہ مندرجۂ نہج البلاغۃ مسلمۂ سنیہ کھینچ کھانچکر چسپاں فرما لیا تھا کبھی رنگ
ریا کر دھوکے دیتے رہیں اور وہ دھوکے شیعیان مرتضوی کی تابش
سے ایسے اُڑیں کہ جیسے آفتاب سے شبنم بُرا نہ مانئے جناب والا نے بھی جہلا
کم کردۂ خرد کے دھوکہ دہی میں دقیقہ از دقایق فرو گذاشت نہیں کیا۔
ابتدائے کلام ہی میں وہ چال چلی ہے کہ سو منشیان کامل فن کی روح نثار
و بلا گردان قلم ہو جاوے جیسا کہ خاتمہ کلام پر خوارج کے مقابلہ میں
اہل حق سے تازہ تازہ گرم بھک بھکائی دلائل طلب ہوتے ہیں سو ویسے ہی
ابتدائے کلام میں اہل حق کو پرانی دُہرانی باتوں کا بیان کرنیوالا تجویز
فرمایا ہے غالبا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث بھی آپکی رائے میں
تازگی طلب ہیں حضرت من پہلے بخاری اور مسلم شریف کے ساتھ وہ عمل فرمانا
ہے جو کہ جناب عثمان کان عفت و ایمان نے قرآن کو مشتمل بہ تصرف و اغلاط
ملکر کیا تھا جبکہ حضور پر نور تباسی جناب ذو النورین گرم بازاری فرماکر کتب
صوفہ سے اُن مطالب و مضامین کو جسپر شیعہ متمسک ہو کر حضرات اہلسنت کے

مقابلہ میں مظفر و منصور رہتے ہیں حذف فرما دیں تب بصد بشاشت شادمانی
بےخوف و خطر ہو کر ہم سے کہتے کہ اب تو شیعہ کے پایۂ استدلال کو ابن مسعود وغیرہ کے
قرآن سوختہ کے ساتھ بہ تبعیت جناب محرق القرآن ہم نے ملحق فرما دیا اب
کہیں سے نئے دلائل باثبات ظلم و جور شیخین بہم پہنچائیے اُسوقت جیسی مصلحت
ہو عرض کیا جائیگا۔ لیکن جبتک کہ کتب موصوفہ مصئون عن التحرف ہیں
برابر یہی کہے جائیں گے کہ وہ دیکھو بخاری میں غضب جناب سیدہؑ کی رنجش
درج ہے صحیح مسلم میں حسب تسلیم حضرت عمر شیخین کرام کا حضرت امیرؑ کے
نزدیک جھوٹا دغا باز خیانت شعار ہونا لکھا ہے رسول اکرم کے ارشاد
ہدایت بنیاد پر الزام ہذیان درج ہے دیگر کتب معتمدہ میں خلفاء راشدین
کا بجرم نافرمانی و تخلف لشکر اُسامہ صدمۂ لعن اللہ من تخلف عن جیش اُسامہ
اُٹھانا اور جناب امیرؑ کے گھر پر آگ لکڑیاں لیجانا محسنؑ کا شکم مادر میں
ضرب مشت و لگد سے شہید کرنا نبیؐ کو بے غسل و کفن چھوڑ کر دنیا کے
پیچھے پڑ جانا صحابۂ مقبولین کو مار مار کر مدینہ سے نکالدینا متعدد قرآنوں
کو جلانا اہلبیت کے حقوق واجبہ کا غصب کرنا وغیرہ وغیرہ درج ہے۔
اگر حضور بجوشِ تسنن کل کتب کو مع قرآن پاک دنیا سے اُٹھا دیویں تو ہم
بھی اعتراض جدید کے پیدا کرنے میں کوشش کریں مگر اُسوقت ہی ہمکو یہ کہنے
کی گنجایش ہو جائے گی کہ حضرات اہل سنت کو شیعہ کے مقابلہ میں ایسی
پس پائی ہوئی کہ کتب احادیث کو بایں عنوان درہم و برہم کر دیا کہ
کسی کی فصل نہیں اور کسی کا باب نہیں۔ ماشاء اللہ آپ بھی عجیب چیز
ہیں پہلی صدی کے نصف اول میں حضرات ثلاثہ بمقابلہ خاندان نبوت
بدعملی کریں اور چودھویں صدی کے ابتدا میں آپ اُنکو سچا ٹھہرانا قرار

دیگر ناقابلِ التفات سمجھیں ہیں نہایت خوشی کے ساتھ سُننا چاہتا ہوں
کہ ہمارے بیحد و انتہا اعتراضات میں سے دس پانچ ہی کی نسبت ارشاد
فرماتے کہ فلان فلان پُرانا ہے اور ہماری جانب سے اُنکے یہ نئے جواب
ہوئے ہیں ہمسرین بنا اگر انکار شیطان کو جو کہ در بابِ سجدۂ آدم
علیہ السلام واقع ہوا ہے ابتدائی قصّہ سمجھکر فرد اعتراض سے خارج
کیا جاوے تو غالبا حسب مذاق سامی دُرست ہو گا۔ کیون حضور غارِ
ثور میں جناب رسالت مآب کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق کا متواری
ہو کر مشرف بہ تشریف ثانی اثنین اذ ہما فی الغار رہنا جسکو آپ بدا بست
خود محمول بہ توصیف فرما کر بیان کرتے ہوئے جھوم جھوم کر دوہرے ہو
ہو جاتے ہیں۔ ہجرت کی پہلی شب کا قصہ ہے تعجب ہے کہ وہ پُرانا ہوا
اور حضراتِ خلفا کی وہ بے ادبیاں جو کہ دوران خلافت میں بمقابلہ
خاندانِ نبوت سرزد ہوئی ہیں ناقابل بیان تجویز کیے جاویں۔ اجی
حضرت جن اعتراضاتِ شدید کا کسی عالم اہلسنت سے از بدو افتتاح
بابِ کلام الی الآن کہ زائد از تیرہ سو سال ہوتے ہیں کوئی جواب نہین
دیا گیا وہ پُرانے ہو کر مبدم مضبوط ہوئے جاتے ہیں یاد رہے پُرانا
اعتراض اہل زبان کی اصطلاح میں اُسی بات کو کہتے ہیں کہ جسکا جواب
نہ ہوا ہو اور جو اعتراض کہ حجت ہائے بالغہ و دلائل کاملہ سے مندفع ہو جاتا
ہے اُسکو پُرانا نہیں کہتے بلکہ وہ قطعی باطل خیال کیا جاتا ہے۔ کیوں
جناب عزل جناب ابو بکر از تبلیغ سورۂ برأت و تخلف شیخین از شرکت لشکر
اُسامہ و قصّہ طلب داشت قرطاس و خامہ و معاملہ فدک و ضبطی خمس و ایجاد
تراویح و منع متعہ وغیرہ وغیرہ اِن پُرانے اعتراضات کا یہی جواب آتا ہے

کہ ہمارے کتب کے مقابلہ میں قلم شکستہ کر دیا جاوے آخر فرمائے تو سہی جہاں تک
آپ جواب ندیں شیعہ معترض ہونے سے کیوں رکیں جناب من ہندوستان
کے ذی رتبہ اہل سنت آپ کے ان فقروں میں نہ آوینگے کیونکہ دانشمندان
ہند کو شاہ صاحب کی تراش خراش کا جوابوں کے دیکھنے سے کچھ کچھ
حال معلوم ہوگیا ہے وہ جو گئے ہو رہے ہیں خیال چھلا۔ البتہ ایسی گھڑت
کو زیادہ پسند کرتا ہے سو آپ کی ندرت دامن کشان جس طرف چاہے بیجائے
کیا خوب قانونِ تمادی نے گھر کے گھر عاف کر دئے آپ بحکم الناس علی
دین ملوکہم معدنِ رسالت کے حقوق جائزہ کے مقابلہ میں اُس کا اتفاق
چاہتے ہیں سو یہ بخیر ہمارے دعوے میں بعنایت الٰہی کسی طرح ہی تمادی
نہیں آسکتی۔ بموجب احکام قرآن و حدیث پہلے ہی ڈگری حاصل کر چکے
ہیں۔ اجرا ہی ہوگیا منکران حقیت گرفتار ہو ہو کر اپنے اپنے مقامات
پر پہنچ گئے کسی پر تشئید المطاعن و عبقات الانوار کا پہرہ لگا ہوا ہے کوئی
تحفۃ الاشعریہ کے سرہنگوں کی سختی سے بجرم تبدیل معانی قرآن دماغ کفر
آچکا کر حدودِ اسلام سے سات پار اُتار اگیا۔ دیکھو فتاواے علمائے سنیہ
منشیہ طرحِ تحفۃ الاشعریہ جواب ہدیۃ الشیعہ ایک صاحب استقصاء الافحام
کے محکم قلعہ میں مقید رہکر بعد اے ہائے ہائے مقلدان و مریدان کو پکار
رہے ہیں کہ خدا را جواب دے کر مجھکو اس قید شدید سے چھڑاؤ۔ کئی سب
پنبہ بگوش ہوگئے ایک دم نہیں مارتا ہی ابھی مولوی جہانگیر خاں صاحب
مؤلف اظہار الہدیٰ حضرت عالی کے کرامات و خرق عادات کو جوگیوں
اور رمتیوں کی شعبدہ بازیوں سے مشابہت دیکر تازیانہ کفر کھاتے
کھاتے چراغ پا ہو گئے کتاب معیار الہدیٰ کا ورق آخر ملاحظہ طلب ہے

جسمیں چند علمائے سنیہ نے اُسکے کُفر کا فتویٰ دیا ہے حضرت من یہہ اپنا
ڈگری ہے کہ جس کسی نے اُسکے نا واجب ہونمیں چون وچرا کیا فوراً کافر ہوگیا
کا سپرد اذان عدالت العالیہ کے ساتھ ہوا لیکن اہلبیت پر ارشادات
ہوئے پھر رہے ہیں جس کسی کو ذرا بھی اس قدرتی ڈگری کے مقابلہ میں
اُڑتا ہوا دیکھتے ہیں فوراً یا بدستے دگرے دست بدستے دگرے منکرین
اوّلین کے ساتھ ملحق کر دیتے ہیں ہملوآپکی دانشمندی پر کمال افسوس آتا
ہے کہ ایسی ڈگری جسکا جسٹرا جرا آپسے کبھی نہ ہوا جو ہوا ہے نہیں بعد
ستداد مدت کیونکر ناقابل تعمیل ہو سکتی ہے۔ خیر ع این کار از تو آید
و مرداں چنیں کنند۔ کتاب ہدایات الرشید کی آپنے بڑی مداحی فرمائی
ہے اور بجد سے مبالغہ کیا ہے کہ اُسکو عجائب قدرت خداوندی کا نمونہ
قرار دیا ہے۔ خیر یہ اپنا اپنا پندار ہے اگر آپ اُسکو نقل لوح محفوظ یا
مؤلف صاحب کو خدا کہنے لگیں تو کون زبان روکتا ہے میں بہت اشتیاق
کے ساتھ آپکی زبان مبارک سے اس بات کو سننا چاہتا ہوں کہ وہ کیا
نئی بات درج کتاب موصوف ہو کر آپکے لئے مایہ فخر و ناز ہوئی کہ جسکا
ذکر کتب اوّلین و پیشین میں نہ آیا تھا آپکو حضرت پیران پیر کے اُس قدم
مبارک کی قسم دیتا ہوں جو کہ حسب قاعدہ سامی تمام اولیاء کے دوش
پر مقدم ہے کیا صاحب ہدایات الرشید نے مطاعن خلفا سے کسی طعن کو اٹھایا
متخلفین جیش اسامہ سے جملہ لعن اللہ دفع کیا فدک کے [illegible] قصہ
کو صاف کیا جناب سیدہ ع کے گھر پر آتش باری کی تصویب کی سقط [illegible] کا جواب دیا
نکث عہد غدیر کی کوئی تاویل بیان کی۔ التزام تحریم متعہ و سقاط حی علیٰ خیر العمل
کی کوئی علت صحیح ارشاد ہوئی۔ تقیہ کو باطل فرمایا۔ حضرات شیخین کا ایمان

ہونا ثابت کیا آخر فرمائیگا تو یہی مؤلف کتاب موصوف نے کیا ایسا کا رنمایاں کیا جسکی وجہ سے ان کی کتاب کو نمونہ قدرتِ خداوندی کہا گیا حقیر نے بھی اسکو معائنہ کیا ہے وہی صواقع وتحفہ ومنتہی الکلام کے پُرانے مضامین الٹ پلٹ کر برنگ تازہ بیان کئے ہیں۔ جنکو آپ بھی بوجہ قدامت ناپسند فرماتے ہیں مؤلف کتاب موصوف اگر ہمارے بیحد وانتہا اعتراضات میں سے کسی ایک دو کا ہی جواب مُسکت عنایت فرماتے تو شاید ہم خود محجوب ہوکر ہمہ در رنگ بیان ہوتے مگر چونکہ آپ نے پُرشوکت الفاظ میں اُس کتاب کا ذکر فرمایا ہے عجب نہیں کہ دیگر حضرات بھی اُسکو ایسا ہی سمجھکر نادیدہ مصدق ہوجائیں۔ بنا برآں مناسب معلوم ہوا کہ دو ایک مقام مندرجہ کتاب موصوفہ کی حالت پیش نظر عقلائے زمانہ کرکے اُنکے انصاف پر محمول کردیویں کہ جس کتاب کا مصنف ایسا پاکدامن وزیرک وراست گفتار ہو اُسکی تحریر کیا کچھ ہوگی واضح ہووے کہ حضرات اہل سُنت کو ہمیشہ سے یہ اہتمام مدنظر رہا ہے کہ کوئی قرینہ ایسا بہم پہنچایا جائے کہ جس سے سیدہ کی خلیفہ ابوبکر کی رضامندی درباب فدک ثابت ہو کر فی الجملہ رفع خجالت ہو لہٰذا برآں خواجہ نصر اللہ کابلی صاحب صواقع نے ایک کتاب مسمّیٰ بہ مجالج السالکین مع چند سطور عبارت غلط طور پر منسوب بہ شیعہ کرکے بزعم خود اس بات کو ثابت کرنا چاہا کہ سیدہ علیہا السلام معاملات فدک میں خلیفہ ابوبکر سے رضامند ہوگئیں صاحب تحفہ اثنا عشری ومؤلف سیف مسلول چونکہ کاسہ لیس کابلی ہیں انہوں نے بلا تلاش ومعائنہ اصل کتاب بقولے نقل راچہ عقل اُسی طرح لکھدیا۔ متقدمین شیعہ نے بروقت جواب نویسی نہایت شور مچایا کہ کوئی کتاب مجالج السالکین ہماری

کتابوں میں نہیں ہے یہ بے پر کا کبوتر کیسے بنایا گیا جبکہ علمائے شیعہ نے زور دیکر دبایا تب بیچارے مقلدانِ شاہ صاحب کی جان پر بنی اور رہا تو نکا تو جواب نہ ہوسکا مگر مجاج السالکین کی بابت اُنہوں نے ایک عنوان تجویز کیا مگر ایسا ہے جیسا کہ بقول بعض ظرفا حضرت انسان نے خدا سے منظوری حاصل کر کے چمکاڈر یعنی شپرک بنایا تھا چونکہ احسن الخالقین کا کام نہ تھا لہذا ناقص خالق نے کل اعضاء و مقامات بنائے مگر مقصد بنانا بھول گئے یہی حال جناب حافظ خلیل احمد صاحب مولف ہدایات الرشید کا مجاج السالکین کے توجیہ میں ہوا تمام رخنہ بندیاں کیں۔ مگر ایک جگہ ایسے بہکے کہ کل کارروائی درہم و برہم ہو کر مثال مذکرۂ صدر کے دار و گیر کرنے پر ہم کو باعث ہوئی صاحب ممدوح کتاب مذکورہ کے صفحہ (۶۲۳) پر رقام فرماتے ہیں کہ دراصل وہ کتاب جسکا حوالہ صاحب تحفہ نے دیا ہے مصباح السالکین ہے کاتب کی غلطی سے کتاب صواقع میں جس سے شاہ صاحب ناقل ہیں صاد و با کی جگہ حا و جیم بدلکر مجاج ہو گیا۔ غالباً اسی قسم کی تاویلیں رکیکہ نے جناب والا کو کتاب مذکورہ کی عجائب قدرت خداوندی ہونے پر اعتقاد کرنے سے مجبور کیا بخاطر داشت سامی تخفیف حافظ صاحب کی اس تاویل کو منظور کر کے عرض کرتا ہے کہ صاد کا حا کے ساتھ بدل جانا تو ممکن ہے مگر با اور جیم کا تبادلہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ ان دو حروف میں کسی نوع سے تجنیس خطی پیدا نہیں ہوسکتی اگر صاحب صواقع کو ایسا ایسا غلط نویس محرر ملا تھا کہ با اور جیم کی شانِ کتابت میں امتیاز نہ دے سکتا تھا تو نہ معلوم اپنی خوش فہمی سے متن کتاب میں کیا کچھ تغیر کیا ہوگا۔ شاید مقابلہ کی نوبت نہ پہنچی ہوگی ہماری سمجھ میں ایک بات

آتی ہے اگر آپ بھی چونکہ انصاف دوست ہیں پسند فرماویں تو اسکا
تصفیہ بآسانی ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ عبارت مصباح السالکین
مندرجہ ہدایات الرشید و عبارت مجاج السالکین محولہ تحفہ کا باہم مقابل
کیا جاوے اگر عبارت مصباح وہی ہے جو کہ صاحب تحفہ نے بحوالہ
مجاج ارقام فرمائی ہے تو بے شبہ بقول جناب حافظ خلیل احمد صاحب
کاتب کی غلطی سے بجائے مصباح مجاج لکھا گیا اور اگر خدا نخواستہ
عبارتوں میں تفاوت ہے تو نہ شاہ صاحب وغیرہ شیعہ کی دار و گیر
سے بچتے ہیں اور نہ ہدایات الرشید نمونہ عجائب قدرت خداوندی
مانی جاسکتی ہے میں نے تو خوب دیکھہ لیا دونوں کتابوں کی عبارات
میں اتنا فرق ہے کہ جتنا مجھہ میں اور آپ میں اب فرمائے جبکہ عبارتیں
ایسی متفاوت ہیں کہ باہم کسی نوع کا ربط ہی نہیں تو سوائے انکے
اور کیا خیال کیا جاوے کہ صاحب صواقع نے کتاب کے ساتھہ ایک
عبارت بھی گھڑ لی ہے تو ہم خواجہ نصر اللہ کابلی کو صرف مجاج السالکین
کے لفظ پر کاذب و مفتری خیال کرتے تھے اب جناب مولوی حافظ خلیل احمد
صاحب کی تحقیق و تنقید و دقت نظری سے ایک طولانی عبارت بنانیکا بھی انپر
الزام قائم ہوگیا واہ صاحب جس کتاب میں امیر خسرو کیسے انمل اور بے تال و مہمل
باتیں درج ہوں آپ اسکو عجائب قدرت خداوندی کا نمونہ لکھتے ہیں الحمد للہ
کہ مجاج السالکین پر ہمارے اعتراض قدیم کو جناب حافظ صاحب کی تحقیق
جدید نے ایسا مستحکم کیا کہ ایک سے ہزار درجہ پر پہنچ گیا دیکھئے جناب یہ تو دلائل
اسکے کہتے ہیں جیسا کہ آپکے ممدوح صاحب ہدایات الرشید کرتے ہیں اگر صاحب
ایمان جنکو ایک ماشہ بھی پاس اسلام ہے رتی بھر غور فرمائیں تو انکی نسبت بے تکلف

یہ کہہ سکتے ہیں کہ فی الواقع یہ کوئی غوث یا قطب یا ابدال ہیں یا آنکہ اُن کے جسم لطیف میں پیران پیر کی رُوح پرفتوح نے حلول فرمایا ہے۔ میرا قلم جرأت نہیں کرتا کہ اُنکے وجوہ ایمانداری کی تفصیل میں کچھ کام ہوسکے ماشاءاللہ حضرت کو وہ باریک مضمون سوجھتے ہیں اور ایسے توجیہات دور از کار بیان فرماتے ہیں کہ جس سے اسلام کا وقار کفار کی نظر میں بھی مشکوک و بے وقعت ہو جائے چونکہ حافظ صاحب آپکے ممدوح و پیشوا اور رفیق کے عنایت فرما ہیں لہذا میں اُنکی کتاب پر ایراد کرنا مکروہ سمجھ کر آپ کو فقط اسقدر دکھائے دیتا ہوں کہ بلا شبہہ وہ کتاب اگر عجائب قدرت خداوندی پر مشتمل نہ سمجھی جاوے تو کسی دوسری قدرت پر ضرور اُسکا اشتمال ہے بحکم نقل کفر کفر نباشد۔ صاحب ہدایات الرشید کے ایک توجیہہ جو کہ بپاس صحابہ دنیا طلبان کیگئی ہیں ہدیۂ خدمت کرتا ہوں ذرا اُسکے نتائج پر غور کیجئے شیعہ قدیم سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ حضرت خلفائ نے دنیا کی طمع سے آنحضرت کے جسد اطہر کو بلا غسل و کفن و دفن و نماز جنازہ وغیرہ چھوڑ دیا اور در باب خلافت باہم لڑتے جھگڑتے رہے یہ اعتراض ایسا جگر خراش و ندامت افزا ہے کہ اچھے اچھے دانشمند سرنگوں ہو جاتے ہیں اور غایت اضطراب سے کچھ جواب نہیں دے سکتے مگر مؤلف ہدایات الرشید نے چونکہ مصدر عجائب قدرت خداوندی ہیں ہمارے اعتراض کو تسلیم فرما کر ایسی دلیل بیان فرمائی ہے کہ جسکا انعام ہمارے پاس سوائے اس دُعا کے نہیں ہے کہ خدائے کریم بتصدق غوث الثقلین و بی بی عائشہ صدیقہ مولوی صاحب موصوف کو بروز حشر حضرت عمر و جناب معاویہ کے ساتھ محشور فرما کر جمیع اہلسنت کو اُنکے سایۂ

عاطفت میں مقام رفیع عنایت فرماتے جناب موصوف ہدایات الرشید کے صفحہ (۱۵۱) پر بایں مطلب رقمطراز ہیں کہ یوم انتقال سے حضرت تیسرے دن دفن ہوئے اور پھر بفاصلہ قلیل اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ مسئلہ خلافت بہ نسبت دفن رسول اللہ صلعم اہم اور ضروری اور خطرناک تھا اگر حضرت کے دفن میں تعجیل نہ کیگئی تو کچھ باک نہیں آپکا بدنِ مقدس بگڑنے اور متعفن ہونے سے پاک و منزہ تھا اگر دفنِ نبیؐ کو انتظام خلافت پر مقدم کیا جاتا تو بڑا بھاری اندیشہ اسلام کی برہمی کا لگا ہوا تھا کیونکہ جسطرح انصار کی منشا تھی اگر اُسی طرح سے خلافت متفرق ہوتی تو اسلام و اہل اسلام درہم و برہم ہو جاتے۔ انتہی بقدر الحاجت کہاں ہیں مسلمان مولف عجائب قدرت خداوندی کی نکتہ رسی و دقیقہ سنجی کی داد دیکر اُنکی قطبیت و غوثیت کے قائل ہوں اور دست بیع ہو کر حضرت کے صاحب حال ہونیکا عقیدہ لریں تمام دُنیا کا قاعدہ ہے ہر ضرورتوں پر خاک ڈالکر پہلے میت کو دفن کرتے ہیں۔ مگر یہ نئی بات سوائے رسول اکرم کے نعش مبارک کے اور کسی کے ساتھ نظیر نہیں بیجا سکتی کہ تین روز تک گھر میں جنازہ رکھا رہا شاید فرط محبت سے بی بی عائشہ نے نہ دفن ہونے دیا ہو جبکہ انکے پدر بزرگوار سقیفہ بنی ساعدہ سے دستار امامت باندھ کر آئے ہونگے تو غالباً اُنہوں نے اُس سوگ نشین مسندِ ماتم داری کو سمجھا بجھا کر آمادۂ دفن و کفن و غسل وغیرہ فرمایا ہوگا بڑی غلطی کی اس سے تو اطمینان ہی تھا کہ بوجہ اعجاز نبوت آپکا لاشہ عفونت نہیں کرسکتا پھر اُس ماہِ رسالت کیوں نہ خاک کیا۔ ویسے ہی تختِ میت پر پڑا رہنے دیتا تھا۔ سب لوگ آپکا رُخِ منور دیکھکر تا قیامت زیارت سے مشرف ہوا کرتے۔ اُمت کی بڑی حق تلفی ہوئی۔ بھلا خلفا تو اپنے اُس کام

میں بجان و دل مشغول تھے جس کے حاصل ہونے کی اُمید میں حضرت کو دوات
قلم نہ دیا چینتیں سامعہ کی شرکت سے سرتابی بلکہ بائکشی کی بفور انتقال ختمی مرتبت
مصنوعی محبت سے خود رفتہ ہوکر شمشیر بدست ہوگئے اہلبیت علیہ السلام کس
کام میں مشغول نہ تھے کہ گھر میں مُردہ پڑا رکھا حضرت امیر تو شور [illegible] سقیفہ
میں بھی شریک نہ تھے پھر کیا کرتے رہے چونکہ آپ بھی موالیان اہلبیت
بلکہ شیعہ اولی میں داخل ہیں کہ ولی اللہ ارشاد تو فرمائے یہ کیوں نہ تجہیز
وکفن ہوتے شاید آپ یہ جواب دیں کہ تجہیز و تکفین [illegible]
و دفن کیلئے خرچ کہاں سے آتا بیت المال پر تو پہرہ لگا [illegible]
خلیفہ مقرر ہو گیا تب انہوں نے مثل خود [illegible] دنیا و [illegible]
کے برآمد ہونیکا حکم دیا کیونکہ شاہان دنیا کا قاعدہ [illegible]
مرجائے تو خدام و کاربردازان سنت جماعت کی [illegible]
حضور کی عمر وہیں ایک شاہ نمان آوارہ [illegible]
تجہیز و تکفین کا انتظام ہونا چاہئے تھا [illegible]
قائم ہوا تھا کاش اگر دس بیس روز تک یہ تنظمان خلافت مشغول بکار [illegible]
[illegible] کی ڈھول چلتی رہتی تو جسد اطہر سپرد زمین نہ کیا جاتا تو
تو یہی ہے کہ جبتک مُردہ دفن نہ ہو کھانے [illegible] ہوتا نہ معلوم تین
تین روز متواتر فاقہ کرنے پر اہلبیت اور خصوصاً حضرت عائشہ بی بی پر نہ
پر کیا گذری ہوگی ہائے افسوس [illegible]
شفقیہ اپنی زندگی میں خلیفہ کے نہ قائم فرمانے سے اسلام میں سخت [illegible]
برپا فرمادیا ادنے ادنے باتیں حتی کہ مسائل جائے ضرور و آداب
مباشرت وغیرہ سب بیان فرما گئے مگر ایسی بھاری اور ضروری

مسئلہ کو جو کہ بقول صاحب ہدایات الرشید آپ کے دفن و کفن پر بھی مقدم تھا صحابہ کی رائے پر چھوڑ گئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسے ناقص الرائے گروہ کی نسبت حضرت کو کیونکر اطمینان ہوا آخر انصار کا بھی بڑا ہتوک تھا اور قرآن پاک میں جابجا انصار کی روشن الفاظ میں تعریف آئی ہے اس گروہ کی تو حسب تسلیم صاحب ہدایات الرشید ایسی بھی یہ رائے شامل تھی کہ اگر اُنکی منشا کے موافق انتظام خلافت ہوتا تو اسلام کا تختہ تختہ ہو جاتا۔ تعجب ہے کہ جناب حافظ خلیل احمد صاحب نے ہدایات الرشید میں ایسے ذی عزت و باوقعت گروہ کو جنکی توصیف پر قرآن پاک شہادت دے رہا ہے ملت بیضا اور شریعت غرا کی تباہی کا سبب تجویز کیا جو کہ عین منشا رگفتار بدکردار ہے ہم ہوک بیاداس بے ادبی خاندان نبوت گروہ بھی اپنی معمولی اصطلاح سے کسی مہاجر و انصار کی خدمت میں حرف زن و نکتہ گیر ہوں تو رافضی کہے جاویں اور اہلسنت و جماعت ایسے آزاد و گستاخ ہوں کہ انصار کو مصدر کفر اور ارتداد بیان کرنے سے بھی معتوب نہوں بلکہ عجائب قدرت خداوندی کے نمونہ سمجھے جاویں عجب حال ہے امامت کو فروعات دین میں داخل کر کے کبھی ایسا بے حقیقت سمجھتے ہیں کہ امام کے ظالم اور کاذب اور فاجر اور فاسق اور غادر اور خائن ہونے سے ایک ذرہ ضرر اسلام خیال نہیں فرماتے ہیں چنانچہ مئی ۱۹۰۵ء میں خود مؤلف ہدایات الرشید نے مدرسہ دیوبند میں بمواجہ چند طلاب بجواب حجت حقیر ارشاد فرمایا کہ بے شبہ حسب روایات مندرجہ صحیح مسلم بقول جناب عمر حضرت امیر علیہ السلام خلیفہ اول و دوم کو کاذب و غادر اور خائن وغیرہ جانتے

تھے مگر اُنکے کاذب ہونے سے اہلِ سُنّت کو کچھ مضرت نہیں پہنچ سکتی بایں معنی کہ ہمارے نزدیک خلافت اصولِ دین میں داخل نہیں ہے کہ جس سے خواہ مخواہ خلیفہ کا با ایمان اور سچا ہونا لازمی ہو اور گاہے اُسکو ایسا اہم امر ضروری ظاہر فرماتے ہیں کہ رحمت اللعالمین کے دفن پر مقدم کرکے خلیفہ کے تعین نہ ہونے سے امورِ اسلام کی برہمی و ابتری تصور کرتے ہیں خدارا غور فرمائے اگر امامت کوئی چیز نہیں اور ہر فاسق اور فاجر و ظالم و زانی شقی و کاذب و غادر اُسکا متحمل ہو سکتا ہے تو انصار کی پرخاش دربابِ تجویز خلیفہ اسلام کی چلتی ہوئی کشتی کے ڈبونے والے کیوں تجویز کئے گئے۔ اگر خیر انصار سے کوئی خلیفہ قائم کیا جاتا تو بیش بریں نیست کہ فاسق و منافق ہوتا ہر اُس سے اسلام کو کیا ضرر پہنچتا آخر حضرت ثلثہ بھی تو چشم بد دور ایسے ہی تھے اُنہیں کے جوازِ خلافت کے لئے تو یہ تعمیم کیگئی ہے کہ ہر فاسق و فاجر امام ہو سکتا ہے ہاں ہمارے الست میں صاحب ہدایات الرشید کو یہ کھٹکا پیدا ہوا کہ اگر انصار میں سے خلیفہ ہوتا تو شاید بوجہ نرم مزاجی فاطمہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں نہ لیجاتا۔ فدک کو ضبط کرکے آلِ احمد کو محتاج محض نہ بناتا شکم سیدہؑ میں محسن معصوم کو شہید نہ کرتا حلال خدا کے حرام اور حرام خدا کے حلال پر رعیت کو مجبور نہ کرتا بیگناہ لوگوں پر بالزام ردّت سیف اللہ نہ چلتی ازواج مسلمین سے زناکاری نہ کیجاتی ہاں تو ہم رائے لگاتے ہیں کہ لاریب اگر انصار وغیرہ دیگر ذی دین خلعت خلافت سے زیب ہو کر اہلبیت کے احترام میں کوشش کرتے تو جب قواعد موضوعہ اہلسنّت اسلام ڈوب جاتا مسلمانی نہ تو جب ہی رونق پکڑتی جبکہ رسالت بربادیا گیا الحاصل ہمکو سخت تعجب ہو رہا ہے۔ حالانکہ امامت کی

یہ ضرورت شدید ہو کہ سلطانِ کون ومکان معاذ اللہ تین روز تک مرے پڑے رہیں اور اُسکو ایک امر خفیف سمجھ کر صحابہ عظام متوجہ بدفن ہو دیں اصل اصول کیوں نہ کیا گیا تھوڑا سا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہلسنت کو خلافت وامامت کے داخل اصول کرنے میں ایک سخت لاچاری واقع ہوئی اور سوائے اُسکے کہ ہر ظالم وفاسق دغاباز کو امام بنا لیا جاوے اور کسی طرح سے اُسکا دفعیہ نہیں ہو سکتا تہا کیونکہ کل شیعہ کا اتفاق ہے کہ ہادی خلائق وپیشوائے اُمت جمیع ارجاس وادناس سے پاکیزہ و بری ہو علم وکمال میں اپنا نظیر نہ رکہتا ہو کسی مسئلہ مشکل میں دوسرے کی ہدایت کا محتاج نہو مثل نبی صلعم کے دانا رموز وغوامض فرقانی کو سمجھ کر استنباط و استخراج مطالب پر قدرت تامہ رکہتا ہو اہلسنت بخلاف اسکے کہتے ہیں کہ افضلیت شرط امامت وخلافت نہیں اور بنظر سہولیت ایک ایسا سہل قاعدہ تجویز فرما لیا ہے کہ سوائے کفر کے اور کوئی گناہ صحابہ کے شرف صحابیت کو دفع نہیں کر سکتا دیکھو ہدایات الرشید کا صفحہ اگر حضرات اہلسنت ایسی تعمیم نہ کرتے تو کبہی کام نہ چلتا کیونکہ صفات مجوزہ شیعہ حضرات ثلثہ کے مسلک منکہ تجد سے بہی بعید اسے دور ہیں آپ غور فرمائیں کہ شیعہ نے درباب امامت ایسے سخت شرایط لگاتے ہیں ممکن نہیں کہ سوائے خاصان خدا و برگزیدگان رب العلی کے اور کسی کی ذات سے اُسکا ایفا ہو سکے اور بحمد اللہ کل فضائل امامت کو اقوال علمائے موثقہ سنیہ سے ثابت کر دکہاتے ہیں گو کہ بعض متعصبین اہلسنت بمعاملہ عصمت ائمہ شیعہ کے منکر ہیں مگر جب کبہی ذکر آتا ہے یہی کہتے ہیں کہ آئمہ اہلبیت پنجتن پاک چہاردہ معصوم حضرت امیر کی نسبت برابر کتب میں لکہتے آتے ہیں کہ امام المتقین سید لوسین عز المحجلین غرق آتنا ہے کہ اجمالاً فانعزاد الالفاظ

شایستہ سے جو کہ متعلق بہ حصول ہیں حضرات آئمہ علیہم السلام کو یاد کرتے
ہیں مگر بر وقت مباحثہ خلافت اپنے خلفاء کے بعض حالات پر نظر کرکے
خانوادہ مقدس کو خاطی و گنہگار و جائز الخطا قرار دیتے ہیں کوئی منصف
باایمان داد دے کہ ہم نے پیشوائے اُمت و ہادی خلایق و مرشد طریقت
کے لئے بعینہ وہی صفات قائم کی ہیں جو کہ انبیاء کے لئے ہونی چاہئیں مخالف
عنید کو کتب مبسوطہ و مطولہ میں دکھا سکتے ہیں اہلسنت نے تو جہاں تک
ایسا سر ہلکا کیا کہ ہر جاہل و لا یعقل و کاذب و غادر کو امام بنا لیا اور
شرط افضلیت اٹھا دی معاذ اللہ اولی الامر جسکی اطاعت بذیل متابعت
خدا و رسول معدود ہو وہ کاذب و خائن ہو سکتا ہے۔ آپ ماشاءاللہ
ارباب فہم سے ہیں بجائے خود انصاف فرمائے کہ امامت درحالیکہ
حسب فحوائے حدیث متفق علیہ کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ
یہ وقعت رکھتی ہو کہ بعدم معرفت امام زمانہ منجر بکفر و ارتداد و مرگ جہالت
ہو جائے تو اسکو داخل اصول کیوں نہ سمجھا جاوے ظاہر ہے کہ مسائل فرعیہ
کے نہ جاننے سے شخص جاہل بذیل کفار معدود نہیں ہو سکتا کفر کی صفت
اسیوقت عائد ہو گی جبکہ اصول دین نہ جانتا ہو پس ہرگاہ بروایت فریقین
جناب جعفر صادق علیہ السلام نے امامت کے اقتدار میں یہانتک اہتمام
فرمایا کہ جاہل و منکر امام کو کافر قطعی قرار دیدیا تو اسکو از جملہ ارکان
ایمان نہ سمجھنا گویا ختمی مرتبت کا تخفیہ کرنا ہے کتاب منہاج میں قاضی
بیضاوی کا قول ملاحظہ طلب ہے جو کہ امامت کو اعظم ترین مسائل
اصول دین سے سمجھ کر اس کی مخالفت کو کفر و بدعت ہونا اعتقاد کئے
ہوئے ہیں آپ بطور حکم اس پیچیدگی کو سلجھائیں کہ حدیث موصوفہ بالا کے

ارشاد سے رسالتمآبؐ کا کیا منشا تھا آیا یہ ہے کہ امثال ابوبکر و عمر وغیرہ
کی عدم معرفت سے مسلمان زنجیر کفر میں جکڑ بند ہو جائینگے یا کیا اگر اس قسم
کے خلفا جو کہ ظالم و فاجر و فاسق تھے ایسے معزز سمجھے جاویں کہ اُنکے خلافت
کے انتظام کو دفنِ نبی صلعم پر تقدیم دیجاوے تو اُنکے ساتھ جان پہچان
نہ ہونے سے مرگ جہالت نصیب ہونا اسلام کو باین رفعتِ شان مضحکہ
صبیان و نسوان بناتا ہے یہانتک پہ اُنے دُھرائے اعتراضات کا حال
اور ہدایات الرشید کا نمونہ عجائب قدرت خداوندی ہونا برسبیل اختصار
یکے از ہزار عرض کیا گیا اب اُن سوالات کی جانب متوجہ ہوتا ہوں جنکو
آپ نے لاجواب سمجھکر تمام علمائے شیعہ سے مخاطبہ فرمایا ہے ہرچند کہ
رمی الجمرات و کنز مکتوم و دیگر کتب کلامیہ میں جناب کی فرمائشات ایسی
پوری ہو چکی ہیں کہ تا قیامت اُن کا جواب ممکن نہیں مگر آپ کو ہماری
کتابوں کے معائنہ سے ایسی نفرت ہے جیسے کہ خلفا کے کذب و غدر
وغیرہ سے محبت۔ ضرور ہے کہ حسبِ عادات اُن کو نہ دیکھا ہوگا اور
یہ عریضہ تو بالیقین ملاحظۂ عالی سے گزرے گا۔ لہذا کچھ حالات مجملاً
حوالۂ قلم کرتا ہوں مفصل کیفیت کتب محولہ بالا کے ملاحظہ سے مثلِ
روز روشن عیاں ہو جائے گی جناب کو اس بات پر بڑا ناز ہے
کہ ابتدائے زمانہ دعوت میں جبکہ آنحضرت کی گرہ میں ایک پیسہ نہ تھا
صحابہ اپنے یگانہ بیگانہ سے منہ موڑ کر آنحضرت کا ساتھ دیکر گھر
سے بے گھر ہوئے سفر حضر کی تکلیفیں اُٹھائیں اپنے دو لختِ جگر حضرت
کی زوجیت میں داخل کیں عہد خلافت میں اسلام کو خوب ترقی و
وسعت و رونق دیکر شریعت کے تمام بندھن جیسے ملک کا پاس کیا

درّے مار کر بجرم زناکاری ہلاک کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ غرض آپ کی یہ ہے کہ جو لوگ اِس طریقہ سے آنحضرت کے حبالہ سابیعت میں داخل ہوئے عقلاً باور نہیں کر سکتی کہ وہ ایک ساعت کے لیئے بھی مسبوق بہ کفر و نفاق ہوتے ہوں۔ جناب والا ہم اِس کلیہ کے پابند نہیں بلکہ بہ تقلید شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ہمارا خیال اِس طرف گیا ہوا ہے کہ خواہش نفسانی آنِ واحد میں اچھے ایمان دار کو جادۂ اعتدال سے متزلزل کر کے حدودِ کفر میں داخل کر دیتی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک زمانہ میں آدمی کا مزاج صحیح ہوا اور بربنا صحتِ عقل و ثبات نفس ایمان بخدا۔ بخدا و رسول لایا ہوا اور بہر وجوہ و اسباب خارجیہ و داخلیہ مثل غلبہ حرص و حسد یا طمع دولت و حکومت فریب شیطانی سے مطیع شہواتِ نفسانی ہو کر قویم دین و طریقہ مستقیم کو چھوڑ کر کجروی و اعوجاج اختیار کرے۔ چنانچہ شاہ صاحب تحفہ میں صفحہ (۲۵۱) پر معترف ہوئے ہیں کہ حالتِ نبی آدم بمکر شیطان و اغوائے نفس دمبدم در تغیر است یہ بحرحیں مومنا و عیسی کافرا و یمسی مؤمنا و یصبح کافرا قصہ برصیصاد بلعم باعور دریں باب برائے عبرت کافی است) الحاصل انسان کا تادم مرگ ایک صورت پر رہنا کسی دلیل عقلی سے تسلیم نہیں ہو سکتا مہربان من ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر منجملہ صحابہ کے کسی نے بعد وفاتِ آنحضرت صلعم ثقلین یعنی قرآن پاک و آلِ اطہار کے ساتھ ایک ذرا بھی بے ادبی کی وہ کافر کلمہ گو و نامسلمان محض ہے شیخین وغیرہ کا مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانا عزیز و اقارب کی محبت کو ترک کر کے مفلس شخص کا ساتھ دینا صاحبزادیوں کا حرم سرا میں داخل کرنا اسلام کے پھیلانے میں ساعی ہونا اعلیٰ وقت

کارآمد ہو سکتا تہا جبکہ بلا نفاق و شقاق و اشتمال اغراض نفسانی محض لوجہ اللہ
ہوتا اور بعد نبی صلعم انکی اولاد و احفاد کو مرشد زادہ سمجھکر اعزاز و اکرام
میں دقیقہ از دقایق فرو گذاشت نہ کرتے اور جسطرح کہ مواطن متعددہ
میں آنحضرت انکی تعظیم و تکریم پر نصیحت و وصیت فرما چکے تہے پورے
طور پر عمل فرما ہوتے کیونکہ جناب بحکم عقل و مشاہدہ حالات زمانہ و سیر
تواریخ یہ بات ممکن نہیں ہے کہ کسی شخص کا اقتدار روز نہ روز بترقی
دیکھکر خیل محتاجین و مفلوکین بامید آیندہ اپنے ذاتی منفعت کے لئے
بظاہر رفاقت و ہمدردی و جاں نثاری کا دم بہرنے لگیں آپ غور کریں
آنحضرت کے لشکر میں تین قسم کے آدمی تہے۔ مومن و منافق و مؤلفۃ القلوب
مومنین و منافقین کفار و دشمنان اسلام کے ساتھ ایک ہی طرح سے
جنگ و جدال و نہب و قتال کرتے تہے بلکہ منافقین اپنا عیب نفاق چہپانے
کے لئے سب سے زیادہ کوشش دکہلاتے تہے اور دونوں گروہ باہم
ایسے خلط ملط ہو رہے تہے کہ مومنین و منافقین میں کوئی وجہ امتیازی
نہ تہا بحکم قرآن ثابت ہے کہ رسالتمآب علیہ الصلوۃ والسلام بہی انکو
[illegible] شناخت کر سکتے تہے البتہ بروایت صحیح ترمذی مومنین و منافقین کے
لئے محبت و [illegible] مرتضوی ایک کسوٹی معین ہوئی تہی بنا بر قولاً فعلاً
اشارتاً کنایتاً [illegible] بغض جناب [illegible] دیکہا تو سمجہ جاتے تہے کہ یہ مومن
ناقص الایمان ہے یا منافق [illegible] ہے۔ رہتے یہی رہے مؤلفۃ القلوب
وہ [illegible] میں [illegible] ملا [illegible] سواد [illegible] داخل
ہوکر لوٹ مار میں شریک ہو جاتے تہے بصورت دیگر جان بچا کر بہاگ
نکلتے تہے صلح حدیبیہ چونکہ بیعت رضوان سے مابعد واقع ہوئی ہے۔ اسمیں بجز حضرت

خلیفہ ثانی نے آنحضرت کی نبوت میں شک کرکے زمرۂ شاکین و مرتابین میں اعلیٰ درجہ کا پاس حاصل کیا اُسکا دفعیہ حضرت امام عینی شارح بخاری شریف نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ قمعیل کان مؤلفۃ القلوب الی الآن حضرت عینی اُس گستاخی کی مدافعت میں جو کہ صلح حدیبیہ حضرت عمر سے وقوع پذیر ہوئی ایسے دست پاچہ ہوئے کہ اُنکو طفیل درجہ کا مسلمان یعنے مؤلفۃ القلوب تسلیم کر لیا۔ جو کہ مثل بنئے بقالوں کے حمایت الاسلام میں ہکر خوب مال چکھا کرتا تھا۔ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ بیعت رضوان کے بعد صلح حدیبیہ واقع ہوئی ہے پس حسب تسلیم امام عینی حضرات اہلسنت کا وہ طمطراق خاک مذلت و ندامت میں مل گیا جو کہ بیعت رضوان سے بحق حضرت عمر انشا اہم کیا گیا ہے۔ کیونکہ آیۃ واقی ہدایہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین سے بیعت موصوف کے مقصود مومنین ہیں نہ اہل تالیف تعجب ہے کہ رسالتمآب علیہ التحیۃ والثنا کا زمانۂ وصال قریب پہنچ گیا اور خلیفہ صاحب اپنی بد مزاجی سے زمرۂ مؤلفین میں داخل ہو کر ہنوز روز اوّل ہیں۔ سچ ہے خاکسار آدمی کا ساتھی ہمیشہ ڈوبتا ہے امام عینی نے ہر چند زور لگایا کہ حضرت عمر کے مشکوک بہ نبوت ہونے کو جو کہ عین کفر و نفاق ہے مولفۃ القلوب کے ساتھ بدلکر اہلسنت کے قلب نازک کو فی الجملہ تسکین دیجائے۔ مگر بقول مدعی سست و گواہ چست۔ جناب عمر نے اپنی شان فاروقی و نصف شعاری سے اُنکی تمام محنت کو ضائع و برباد کرکے اپنے ایمان ہی میں بٹہ لگا دیا جو لوگ کہ حضرت عمر کو باوصف طول قامت بہ مخوائے کل طویل احمق الا عمر عاقل تسلیم کئے ہوئے ہیں ہم لازم ہے کہ بحکم اقرار العقلاء علی انفسہم عقلمند منافق ہی مان لیویں کیونکہ حذیفہ سے جنکو علم المنافقین حاصل تھا بار بار گھبرا کر پوچھا کرتے تھے کہ

تم کو میرے سر کی قسم یاد اشتِ گستاخی لیلۃ العقبہ آنحضرت نے مجھ کو بھی ایل
منافقین معدود فرمایا ہے یا نہیں مگر جناب حذیفہ بھی ایسے پکے امین اسرار
تھے کہ صاف طور پر کبھی پتہ نہ دیا مگر بطور کہ العاقل تکفیہ الاشارۃ کے انہیں کے
فہم عالی پر محوّل کر دیا انت اعلم بنفسک یعنی اپنی ذات کو آپ خود ہی خوب
پہچانتے ہیں پچھ ولیکن انصاف فرمائیے اگر وہ بد یا پلاکت تمہی مرتکب شغب
مذکورہ میں حضور بھی بنفس نفیس شریک جماعتِ منافقین تھے۔ تو پھر استفسار
چہ معنی دارد پس جو بزرگوار کہ از جملہ مہاجر و انصار بدانستِ خود منافقین
میں داخل تھے یا کہ منافق نہ تھے اور خواہ مخواہ بخلاف کے ظنوا المؤمنین خیرا
رحمۃ اللعالمین سے بدگمان ہو کر حسنِ ظن نہ رکھتے تھے۔ اگر بعض صفاتِ
مستند اسلامی ظاہرا ان میں باقی بھی رہ گئیں تو ایسے آدمیوں کو اہل اسلام
دینیات میں اپنا پیشوا کب مان سکتے ہیں۔ آپ اس پر نہ جائیں کہ جو
ایک مرتبہ بظاہر احاطۂ اسلام میں داخل ہو گیا وہ پھر کبھی اس احاطہ
سے نہیں نکل سکتا جناب والا آپ کے ثلاثہ تو بجائے کچھ ایسے ہی آدمیوں
میں داخل نہ تھے جنکی نسبت بخلاف قواعد عقلی یہ خیال کر لیا جاوے کہ وہ
کبھی جادۂ اعتدال سے متزلزل نہ ہوتے ہونگے۔ دیکھیے جناب خلیفہ
اوّل جنکی نسبت راہِ خدا میں بذلِ اموال کرنا آپ صاحب بیان فرماتے
ہیں قبل از اسلام ایسے مفلوک و قلاش تھے کہ ابنِ ربیعہ جیسے ذلیل و
خوار کے ہاتھ سے وہ وہ تکالیف اٹھائیں کہ جنکو ہم صاف الفاظ میں بیان
کرنا آپ کے خلافِ مزاج سمجھکر کتب تواریخ کے ملاحظہ پر ہدایت کرتے
ہیں۔ جب بیچاروں نے دیکھا کہ اس کفر کیشی میں شبانہ روز ہی ذلت و
خواری رہیگی لہذا بظاہر مسلمان بنکر بعد وفاتِ آنحضرت انکی اولاد کے مقابلہ میں ایسی

ایسی کار روائیاں کیں کہ ع ہیچ کافر نکند آنچہ مسلمان کردند۔ پہلے جناب شاہ صاحب کے ارشاد سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ مانت انسان و سید ہم معرض تغیر میں ہے اگر صبح کو مسلمان ہے تو شام کو بے ایمان اسی کے موئد جناب مولوی مہدی علیخان صاحب بہادر او اُن آیات بینات میں اقدام فرماتے ہیں کہ بعد اسلام کے اکثر مسلمانوں کو شیطان نے بہکایا پس ممکن ہے کہ حضرات ثلاثہ بھی اُس طرح ان دو دشمنوں کی جھپٹ میں آگئے ہوں مگر خیر کہ جناب خلیفۂ دوم کے سامنے شیطان محض بے حقیقت تھا اور آنکا شوکت و صولت کا خوف اُسپر ایسا غالب ہو گیا تھا کہ سایہ سے بھاگتا تھا چنانچہ کہا گیا ہے کہ الشیطان یفر من ظل عمر مگر جناب خلیفۂ اول پر اُسکو یہانتک تسلط تھا کہ ان لی شیطانا سے ظاہر ہے اب یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حسب تصریح صاحب آیات بینات اہل اسلام میں وہ کون کون صاحب تھے جو کہ بعد اسلام خواہش نفسانی و اغوائے شیطانی سے رہگرائے بادیۂ ضلالت ہو گئے۔ ہمکو اس سے بحث نہیں ہے کہ اِسم باسم اُن سبکی فہرست مرتب کریں جو کہ مطیع شیطان ہو گئے تھے۔ لیکن چونکہ مابین سُنی و شیعہ ابتدا سے خلفائے ثلاثہ کی بابت گفتگو چلی آتی ہے لہذا اُنہیں کی نسبت تحقیقات مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اگر بروئے تحقیق حضرت ثلاثہ اُس قسم کے مسلمانوں میں داخل ہو گئے جنکو بعد ایمان کے شیطان نے بہکا کر راہ مستقیم سے ہٹایا تو جسقدر اُنکے اعالی موالی ہیں وہ سب کے سب اُسی صفت میں داخل ہو جاتینگے ملا سعد الدین تفتازانی جو کہ اجلۂ علمائے مشاہیر و فضلائے اہلسنت سے ہیں اُنہوں نے اواخر شرح مقاصد میں ایک طولانی عربی عبارت لکھی ہے جسکا مضمون اُردو میں عرض کیا جاتا ہے

دہو ہنا صحابہ میں جو مفاسد برپا ہو کر منجر بہ نزاع ہوتے وہ صریحاً اسپر
دلالت کرتے ہیں۔ کہ بعض صحابہ حق سے تجاوز کر کے حد ظلم و فسق پر پہنچ
گئے اور یہ تمام خرابیاں اسوجہ سے واقع ہوئیں کہ حسد و عداوت
و طلب ملک و ریاست و میل بجانب لذات و شہوات طبائع میں حلول کر گیا
تھا چونکہ صحابہ معصوم نہ تھے اور نہ بوجہ مرافقت و مصاحبت آنحضرت صلعم
بخیر لہذا بوجہ عدم عصمت لغزش کا ہونا چنداں مستبعد نہیں ہے لیکن علما
نے حسن ظن سے صحابہ کے مفاسد باہمی میں تاویلات و محامل پیدا کئے ہیں
باینہمہ تو ہم کہ عقائد مسلمین صحابہ کبار خصوصاً مہاجر و انصار سے پھر نہ
جائیں کیونکہ وہ مبشر بصواب دار القرار ہیں اور جو ظلم کہ بعد آنحضرت انکے
اہلبیت پر گزرے وہ ایسے ہیں کہ انکو کوئی مخفی نہیں کر سکتا اور قریب
ہے کہ گواہی دیویں انکے جمادات و نباتات اور رودیں زمین و آسمان
اور منہدم ہو جائیں پہاڑ اور شق ہو جاویں پتھروں کے سینے باقی رہیگی
برائی۔ انکی ہمیشہ ہمیشہ لعنت خدا کی اوسپر جو متوجہ کرتا یا راضی ہوا اون ظلموں کا۔ انتہی
اگر آپ کی طبیعت میں کچھ بھی انصاف ہے تو خود ہی غور فرمائیے کہ بقول
علامہ موصوف و دیگر علمائے جنکے اقوال کتب مبسوط میں منقول ہیں جو صحابہ
کہ مظہر ظلم و تعدی و فسق و فجور ہو کر حق سے تجاوز کر گئے اور ریاست و ملک
و بادشاہت کے طالب ہو کر لذات و شہوات نفسانی کیطرف مائل ہوئے
وہ کون بزرگوار تھے میں یقین کرتا ہوں کہ اس بات کو مان لینے میں آپکو
تامل نہ ہوگا کہ بموجب آیۂ مبارکہ استخلاف حسب عقیدۂ اہلسنت جناب ثلاثہ کرام ہی
کو تمکن فی الارض ہوا ہے پس اگر ثلاثہ تا مدار رہے کوئی بے اعتدالی نہیں
ہوئی اور مہام خلافت کو حسب مرضیات الٰہی پورے طور پر انجام دیکر افراد معدلت

پیرا میں اپنا نام نامی درج کرایا تو ایسے سرپرستان ملت سے اہل اسلام کی
طبائع کا منحرف ہونا یعنی چہ اگر کوئی پلید وغبی الذہن یہ کہہ اٹھے کہ علامہ
موصوف کی غرض کسی اور گروہ سے ہے تو اسکا دفعیہ اس فقرہ نے بجراحت
تمام تر کردیا ہے حضوصاً مہاجروانصار کے وہ مبشر بصواب دار القرار ہیں
(حسب روایات اہلسنت سرخیل عشرہ بشرہ یہی تین بزرگوار شمار کئے جاتے ہیں
اندریں حالت حضرات ثلاثہ نے کسکا حق غصب کیا کسکو لوٹا کسکے گھر پر آگ اور
لکڑیاں لیکر گئے۔ جو انکی جانب سے لوگونکی طبائع لغزش پذیر ہوں اگر حسب تقریح
تفتازانی وغیرہ خلفائے نامدار سے ایسے عمل بد سرزد ہوئے ہیں کہ جو منجر بہ تفسیق
تھے تو ہم پر کیا جبر ہے کہ انکو اچھا خیال کرکے امور مذہبی میں اپنا پیشوائے ملت
و مرشد طریقت سمجھیں ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ جن صحابہ کی رفتار و کردار
رسول اکرم کے سامنے اور انکے مابعد اچھی رہی اور خاندان نبوت کے پورے
طور پر تائید و تقلید کرکے ایمان صحیح پر دنیا سے اٹھے وہ بہترین امت ہیں
انکے جمیع اقوال وافعال کا اتباع ہمپر ضروریات دین سے ہے البتہ جن
صحابہ نے ظاہراً و باطناً ولفظاً و معناً مخالفت اہلبیت کرکے انکو مستاصل کرنا
چاہا۔ وہ حضرات ہمارے نزدیک یزید ثانی و دجال امت ہیں اور غالباً
جناب کو بھی ان قیود سے انکار نہوگا۔ کیونکہ آپ اس بات کے مدعی ہیں
کہ صحابہ و اہلبیت باہم تلطف و محبت رکھتے تھے اور ہم کہتے ہیں کہ پوری
مخالفت تھی نہ انمیں کبھی کوئی تعلق رشتہ بندی ہوا نہ اہلبیت نے انکو گاہے
اپنے ولی نعمت یعنی ختمی مرتبت کا یار وفادار سمجھا بلکہ بروایات صحاح حضرت
امیر نے حسب تسلیم جناب عمر ابوبکر و خود عمر کو کاذب و غادر و خائن و آثم جانا
سیدہ معظمہ نے روز مسئلہ فدک سے تا یوم وفات شیخین عظام سے کلام نہ کیا

جنازہ پر آنیکی اجازت نہ دی تاہم آپ ہی اسکے سرہانے پر دستار بسر پیچیدہ بیٹھے
ہیں خدا را ایکگھڑی کی لاج کیجئے اپنے امیر الٰہی کے قول ہند جیسے عزالعابدین
سے جسکا ذیل میں تذکرہ ہوتا ہے۔ ہاں دلائل ذیل سا تھ دو صریح مطلب
بیان کرکے بزور تقریر دلپذیر ذہن نشین ثلاثہ کرام و اہلبیت عظام کا اتحاد
ثابت فرماتے۔ امام موصوف در باب انحراف صحابہ از بیعت روز غدیر ارشاد
فرماتے ہیں کہ شکرانا مبارک باد بتنیا دلالت کرتا ہے خلافت مرتضوی کی تسلیم
و رضا پر مگر ازان بعد ہوا و ہوس نفسانی بجہت حب ریاست دنیا انپر
غالب ہو گئی جسوقت انہوں نے نقیبوں کا عزیب پر و رسلامت کہنا گھوڑوں
کا کنوتیاں ملا کر چلنا ابر چلنا ممالک کا فتح ہونا اموال و غنائم کا آنا دیکھا پس
دنیا کی آنفت نے انکو ایسا مست کیا کہ جسکو آنحضرت کے روبرو نہایت
بشاشت و انبساط کے ساتھ مستحکم کر چکے تھے دفعتاً توڑ ڈالا اور اپنی حالت
قدیم پر عود کر گئے اور اسکے بدلے میں نہایت ہی ذلیل و حقیر و خفیف المالیت
چیز خریدی دیکھئے حضور امام غزالی نے بالکل صاف صاف لکھدیا کہ متخلفین بیعت
مرتضوی حضرت دوم و امثالہم تھے۔ پھر اتحاد و موالات مابین صحابہ و اہلبیت
کہاں۔ پس علامہ تفتازانی کا یہ ارشاد کہ علمانے بوجہ حسن ظن صحابہ کے مفاسد
و تنازعات باہمی میں تاویلات و محامل پیدا کئے ہیں بایں خیال کہ مسلمانوں
کے عقائد صحابہ کبار سے متغیر نہ ہو جائیں گروہ شیعہ کو مجبور نہیں کرسکتا
کہ باتباع منتظمان دین سنیہ ہم بھی انکے افعال بدعت اشتمال کی اصلاح میں
جو تاویلات رکیکہ کی گئی ہیں بہ طیب خاطر منظور کرکے انکو از جملہ اخیار سمجھنے
لگیں بحکم خبر معتبر ظنوا بالمؤمنین خیرا طائفہ مومنین و موقنین سے حسن
ظن ہونا چاہئے۔ نہ کہ فاسقین و فاجرین و ظالمین و مرتابین و شاکین و

فاتحین سے آنحضرت کے صحابہ سے کوئی انسان بھی نہ تہا و ہی محمدیہ
کے حضرات تھے جنکی تعریف و مدحت سے بھرا قرآن پاک نازل ہوا متفقہ
آیات واحادیث دلائل [illegible]
تطبیق دیکر انکے تعدد [illegible]
ہیں اور آپ صاحب [illegible]
پہونچے الصدایۃ [illegible]
اس بات کو پسند کر سکتا [illegible]
تہا لیکن ہو گئے انکو اپنا امام [illegible] سے حضرات
کی محبت و دلالت سے وابستہ و متعلق خیال کرتے [illegible] اتفاق
اہلسنت و شیعہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کو فقیر خانہ پر علمائے سنی و شیعہ کا بڑا مجمع ہوا۔ بزمرہ علمائے اہلسنت
جناب مولوی حافظ خلیل احمد صاحب مولف نمونہ عجائب قدرت خداوندی
بہی تہے یہی مسئلہ نفاق اہلسنت ایک رسالہ مبسوط میں شارح اہلسنت سے
کرکے حقیر نے ایک فاضل سنی المذہب کو نذر کیا تہا۔ فاضل موصوف نے
اسکا جواب عنایت فرمایا دونوں تحریروں کی جانچ کی گئی علمائے طرفین
کا ایک خاص جلسہ قرار دیا گیا اور معاہدہ تبراضی باہمی مرتب ہوا
منجملہ دیگر شرائط کے عہدنامہ میں یہ بات بہی قرار پائی تہی کہ بروئے

جب جانچ ہردو تحریر سے جو غلط ہو جائیگی اُسی گروہ کے علما تبدیلِ مذہب کے اُسکا اعلان بذریعہ اخبار کردیں گے چنانچہ تاریخ مذکورہ پر ہردو فریق دونوں تحریروں کی جانچ و پڑتال کے لئے جمع ہوئے پہلے بتائید تحریر تحقیق منجانب فضلائے شیعہ بپابندی شرط معاہدہ یہ گفتگو ہوئی کہ اگر بروئے جانچ فاضل سُنی کی تحریر سے نفاق شیخین کا ابطال لازم آگیا تو ہم اسی جلسہ میں مذہب بدل دیں گے چونکہ میرے مقابل کا جواب صریحی و بدیہی ناصواب و قابلِ التفاتِ اہلِ علم نہ تھا لہذا حضرات اہلِ سُنت کو سوائے اِس حیلہ کے اور کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ تا ہنوز ہماری نظر سے معاملاتِ بحوثِ ثلثہ نہیں گزرے ہر چند اُن سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ نے درحقیقت وہ تحریریں جس کی جانچ کے لئے بلادِ بعیدہ سے زحمت سفر گوارا کرکے قدم رنجہ فرمائی کی ہے معائنہ نہیں فرمائیں تو کافی مہلت اُنکے ملاحظہ کے لئے ہم سے لیکر بعد اطمینان تبدیلِ مذہب کا وعدہ فرمانا علمائے موصوف نے نہ مہلت لی نہ اپنے ہم مذہب فاضل کی تحریر کو تصدیق کیا نہ خود جوابدہی پر آمادگی ظاہر کی بلکہ کچھ ایسی دور از کار تقریریں پیش کیں کہ جنکا تذکرہ اس جگہ نامناسب ہے۔ رسالہ انتصار الشریعہ نمبر (۲) میں جو کہ بجواب نصیحۃ الشیعہ ماہواری شایع ہوتا ہے کل رودادِ جلسہ قابلِ ملاحظہ ہے پس آپ ہی انصاف فرمائیں کہ جن بزرگواران کی پیشانی مبارک سے علمائے اہلسنت با وصفِ ایں ہمہ جاہ و ثروت نفاق کا چمکتا ہوا ستارہ کفر تک قلم سے پاک نہیں کر سکے اگر انہوں نے فتوحات کرکے روم و شام و مازندران میں اسلام کا جھنڈا گاڑ کر بخلاف حکمِ خدا و رسول شریعت پاک میں ایجاد و خود سازی کرکے رواج دیا ہو تو ایسے حضرات کو کیا مفاد اُخروی

مل سکتاہے تائیدِ دینِ مُبین بحکم حدیث صحیح مندرجہ بخاری شریف
ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر فساق و فجار کے ہاتھ پر موقوف ہوئی
ہے جبکہ حسب تصریح قدمأ اہلسُنت اشرار و فجار و نابکار و ناہنجار لوگوں
سے دینِ نبوی کی تقویت ہو گی تو ہم محض باعتبار فتوحات و ترقیات
و توسیعات مُلکی خلفا پر نفاق کو لایق منصب جلیلہ خلافت عظمیٰ و مویت
کبریٰ کیون سمجھنے لگے آپ کے مذہب میں چونکہ مُرتکب کبائر کی امامت کا
اعتقاد ضروریاتِ دین سے ہے لہذا یہ عقیدہ مُبارک رہے ہم بفراسخ
دُور ہیں۔ افسوس ہے کہ بوجہ ظاہر پرستی آپ اِس خیال سے بڑے
دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ اگر خلفا باطن دشمن اسلام ہوتے
تو اُسکو کیوں ترقی دیتے بلکہ قابو پاکر اُسکے مٹانے میں کوشش کرتے
حضرت من اُن بزرگواروں نے اپنے دورانِ خلافت میں جو بظاہر
پاسِ اِسلام کرکے فتوحات میں کوشش دکھلائی اور رواجِ دین مین
کمربستگی و چستی سے بچشم اربابِ ظاہر بین وقار رہا یا اُسکو ترقی دینا اور
مُمدو معاونِ اسلام ہونا نہیں کہتے وہ ایسے دشمن اسلام تھے کہ بقول
امام غزالی و تفتازانی حرص و حسد سے رہگراے بادیۂ ضلالت ہوگئے
اُنہیں کی کارروائیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلامی طاقت تہتر حصوں پر
مُنقسم ہو کر ضعیف و کمزور ہوگئی جناب والا دشمن خانگی عدو بیرونی
سے بدرجہا مضرت رسان ہوتاہے وہ بپاس یگانگت و یکجہتی
ایسے کام کر دکھاتاہے کہ جسے استیصال کُلی ہو جائے اگر صحابہ بعد نبی
صلعم اطاعتِ ثقلین کرکے ترویج دین میں کوشاں ہوتے تو بے شبہ اُنکا
اعزاز ہماری نظر میں ازجملہ ضروریاتِ دین ہو جاتا۔ اُنحضرات نے تو تمکن

مسند خلافت ہو کر پہلے نبی کے گھر کی صفائی پر کمر باندھی منبع احکام آلہی و
حاملان علوم رسالت پناہی کی بیخ کنی جب مد نظر ہوئی تو کیونکر باور
ہوسکتا ہے کہ وہ بزرگوار محض باعتبار فوج کشی و فتوحات حامی اسلام
تھے بلکہ دین نبی کا دشمن قرآن و اہلبیت کی عداوت سے کہ جنکی طاعت
پر تمام مسلمان مامور ہیں پورے طور پر متمیز ہوسکتا ہے فہرست منسلکہ عریضہ
ہذا کے مطالب کو بغور ملاحظہ فرما کر دیکھ لیجئے کہ آپ کے ممدوح کیسے
تھے۔ اگر انہوں نے بعد نبی صلعم قرآن و اہلبیت کی متابعت کر کے رواج
اسلام میں کوشش کی تو لاریب انکی خلافت کے حق ہونیکا اعتقاد کرنا ہم پر
مثل روزہ و نماز فرض ہے پس آپ کو واجب ہے کہ فہرست کے مطالب
کو دیکھکر جواب دینے کا تہیہ فرمائیں کہ صحابہ عظام نے اہلبیت کی کس
حد تک اطاعت کی بخدا اگر با بطال مضامین فہرست آپ نے ہم کو واجب
طریقہ سے مجبوج فرما دیا تو کوئی شک نہیں ہے کہ ہم بھی حضرات خلفا کو
مثل آپ ہی کے سمجھ کر انکی خلافت کے رشادت کا اعتقاد کر کے اپنا فلاح
آخرت سمجھیں گے مگر دشوار تو یہی ہے کہ دشوار ہی نہیں کب ممکن ہے کہ
آپ آل محمدؐ سے خلفا ثلاثہ کا اتحاد ثابت کر کے کامیابی حاصل کریں گے
کیونکہ انہوں نے اپنے ولی نعمت کے خاندان کو ایسا تباہ و برباد کیا
کہ ادنے ادنے آدمیوں کو داعیہ سلطنت اسلام ہوگیا۔ چنانچہ تاریخ
بلاذری کے صفحہ (۲۶۴) پر لکھا ہے کہ جسوقت یزید نے جناب امام حسین
علیہ السلام کو شہید کیا تو عبداللہ ابن عمر نے تنبیہاً و تادیباً اسکو لکھا
اما بعد فقد عظمت الرزیۃ وجلت المصیبۃ وحدث فی الاسلام حدث عظیم
ولا یوم کیوم الحسین الیٰ خرہٖ یعنی تحقیق کہ بڑی مصیبت واقع ہوئی

اور حادثہ عظیم اسلام میں پیدا ہوا۔ اور نہیں ہے کوئی نمونہ ایسا جیسا
کہ روزِ قتلِ امامِ حسینؑ تھا۔ یعنی باعتبار اندوہ و ملال کوئی ایسا دن
نہیں ہے جو کہ روزِ عاشورا سے مثال دیا جاوے۔ پس یزید نے ابن عمر
کو جواب لکھا کہ اے احمق ہم تیار مکانوں میں مقیم ہو کر بچھے ہوئے بچھونے
اور آراستہ مسندوں پر تکیہ زن ہوئے اگر یہ حق تھا خلافت جس پر نزاع واقع
ہو کر منجر بہ جدال و قتال ہوا سو اسنے ہمارے کسی اور کا تھا تو آپکے
والد باجد پہلے شخص ہیں جنہوں نے اہل حق کو محروم کرکے دوسرے
خاندانوں میں اُسکو منتقل کیا ہے۔ یہ بیٹے کی بات سُنکر خلیفہ دوم صاحبزادے
ایسے چپ ہوئے کہ پھر کبھی یزید پلید پر کوئی تعریض نہ کرسکے علامہ تفتازانی
و امام غزالی کی تحریر اور یزید کا جوابی کارڈ بہت ہی ملتا ہوا ہے تماشہ یہ ہے
کہ فضل ابن روزبہان نے کتابِ ابطال الباطل میں تاریخ مذکور کے
مضمون کا انکار نہیں کیا بلکہ اُسکو قبول فرما کر یہ لکھدیا کہ یزید کے
قول کا اعتبار نہیں آنحضرت سچے دل سے ایمان لاکر ترویج دین میں
ایسی ہی کوشش ہوا کرتی ہے جیسکہ بقول یزید حضرت عمرؓ وغیرہ سے
وقوع پذیر ہوئی۔ جنابِ من نفاق کی تعریف صحیح یہ ہے کہ کفر در دل و زبان
اللہ اکبر داشتن۔ بی بی عائشہ صدیقہ و حفصہ امہات المومنین کا معاملہ
دو سورۂ تحریم کی آیات محکمات سے ہویدا ہے آٹھ صفاتِ عظیمہ و جلیلہ
کا بحکمِ قرآن اُنمیں نقص ظاہر کیا گیا ہے کہ جنمیں اول درجہ پر ایمان و اسلام
ہے اور حضرتِ نوح و لوط علیہما السلام کی ازواج سے جو کہ کافرہ تھیں
اُنکو تشبیہہ دیگئی ہے علاوہ ازیں جناب عائشہ محترمہ نے حضرت امیر علیہ السلام
کے ساتھ مخالفت کرکے جو جو کارِ نمایاں کئے ہیں وہ سب طشت از بام ہیں حاجت

اعادہ وتکرار نہیں جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام کی شجاعت ودلاوری پر جو چشمک زنی ہو کر ارشاد ہوا ہے کہ اگر انسے ایسی فتوحات نمایاں ہوئیں جیسکہ ثلاثہ سے ہوئیں تو نہ معلوم شیعہ کیا شور مچاتے۔ اِس کا جواب بسبیل اختصار یہ ہے کہ بیر العلم میں افواجِ اجنہ اور خیبر میں مرحب وحارث کو قتل کرکے ایک انگلی پر ایسے دروازہ کو جو کہ بدشوار چالیس اور بروایتے ستّر جوانانِ قوی ہیکل کی ہمت سے جنبش کہاتا تہا اُٹہا لینا عمر ابن عبدود سے جنگِ خندق میں درحالیکہ جنابِ فاروق اُسکی ہمت وسطوت وزور طاقت کے اظہار سے دیگر صحابہ کے لئے باعثِ انہزام وبیدلی ہوئے تہے تیرہ برس کی عمر میں جنگ کرکے قلع وقمع کرنا احد میں جبکہ آنحضرت کو عین موقع جدال پر حضرتِ ثلاثہ تنہا چہوڑکر روبفرار ہوئے تہے بذات واحد کفار مقابلہ ومقاتلہ کرکے سکانِ سمٰوات کو بہ کلمہ مقدسہ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار اپنا مداح بنا کر واہب العطیات سے ذوالفقار لینا جبرئیل علیہ السلام کا اُنکی جوانمردی ومواساتِ دین پر شہادت دینا دوشِ احمدؐ پر قدم رکہہ کر خانہ کعبہ کو ارجاسِ اصنام سے پاک کرنا شب ہجرت میں بستر نبی صلعم پر کہ اُس جگہ غالب احتمالِ ضرر تہا بے تکلف دراز یا ہو کر من یشری نفسہ ابتغاء لمرضات اللہ کا آسمان سے خطاب پانا۔ چہ لاکہہ کفار کے مقابلہ میں بذاتِ واحد سورۂ برأت کو جو کہ مشتمل بوعید شدید تہی بیخوف وخطر پڑہنا وغیرہ وغیرہ۔ شاید جناب کے انصاف میں داخل شجاعت وتہوڑی نہو اگر کسی جنگ میں ثلاثہ کا خودچرکا کہانا یا کہ کسی لولے لنگڑے ایاہج بہاگتے ہوئے کے اچہی ضرب کا پہنچانا ہی آپ ثابت فرما دیتے تو اُسکی نسبت کتب میں غور

کیا جاتا وہ بزرگوار تو ایسے پرورش یافتہ ناز و نعم تھے کہ جسم لطیف پر کبھی آنچ آنے ہی نہیں دی لیجئے عہدِ رسول صلعم کے تمام معارک مجاہد کی تاریخ موجود ہے اور فتوح الشام وغیرہ میں وہ جملہ محاربات جو کہ خلفاء سے سرزد ہوئے درج ہیں ثابت کیجئے کہ خلفاء شجاعت شعار فرار کردار نے کبھی کسی کو مارا ہو یا کہ خدانخواستہ جسم لطیف پر کوئی صدمہ اٹھایا ہو اونٰے ادنٰے صحابہ کے کشتوں کی تعداد موجود ہے مگر اُن حضرات کے نام نامی پر صفر لگا ہوا ہے اجی حضرت اُنکے عہد حکومت میں مسلمان فتح ممالک کرکے اموال وغنائم سے بیت المال پُر کرتے تھے اور اُنکا نام ہوتا تھا بقولے۔ کاٹے دہار نام تلوار کا۔ لڑے سپاہی نام سردار کا بہادری اور آپ کی شجاعت بالذات مابہ النزاع ہے وہ آپکے زمانہ میں قطعاً نہ تھی حدیثِ غدیر کی بابت جو آپ معترض ہوئے تھے۔ اگر حضرت امیرؑ کی خلافتِ بلافصل پر حدیث موصوف دلالت کرتی تو ضرور تھا کہ ایسے قوی ثبوت کے پیش کرنے میں شیعہ کبھی کوتاہی نفرمانتے اِس سے ثابت ہوا کہ آپکی رائے معدلت پیرائے میں یہ بات جانگزیں ہو چکی ہے کہ اگر جنابِ علی المرتضیٰ بروقت نزاع خلافت اُسپر مستدل ہوتے تو سمجھا جاتا کہ مولیٰ کے معنیٰ اولیٰ کے ساتھہ تعبیر دے جاتے ہیں کوئی گنجائش کلام نہیں ہے میں نہایت ادب سے دست بستہ آپکی خدمت میں مستدعی ہوں کہ اگر حضور طالب حق ہیں تو بس اسی ایک بات پر فیصلہ ہے اور تمام قصہ کہانی چھوڑ دیجئے اور اسی پر جم جائیے اب ذرا سنبھل بیٹھئے یمین وشمال نہ دیکھئے آپ بحث کو محدود کر چکے اقرار کی پابندی مرد وبندہ پر فرض ہے اگر ہم کتبِ اہلسنت سے یہ بات ثابت نکر سکے کہ جناب امیر علیہ السلام

خطبۂ غدیر سے کبھی استدلال بخلافت کیا ہے تو بے شبہ ہمارا یہ دعویٰ کرنا کہ خم غدیر
میں آنحضرت خلافت مرتضوی پر نص جلی فرما چکے ہیں بالکل غلط ہو جائیگا اور اگر ہمنے
اِس امر کو علمائے موثقین اہل سنت کی زبانی ثابت کر دکھایا کہ خم غدیر میں آنحضرت
نے خطبہ سوا بیعت حضرت امیرؑ ارشاد فرمایا ہے اُس سے خلافت عظمیٰ ہی بنا بر ہی
مراد ہے اور جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام نے بوقت ضرورت صحابہ سے استشہاد فرمایا
ہے اور جن لوگوں نے اغراض نفسانی و اغوائے شیطانی سے دیدۂ و دانستہ اسکے
ظاہر کرنے میں مضایقہ کیا وہ امراض شدید و صعب العلاج مثل جذام و سفید داغ
وغیرہ میں مبتلا ہوئے اور منکرین غشا خطبہ موصوف پر آنحضرت کے سامنے عذاب
آسمانی نازل ہوا تو فرمایئے کہ یہ تمام باتیں اپنے ثقات کے اقرار سے معلوم کر کے
حسب وعدہ خود حضور جناب امیرؑ کو منصوص سمجھکر دیگر خلفا کی خدمتگذاری اسی
طرح فرمائیں گے کہ جیسے شیعہ کرتے ہیں یا کہ نہیں نحیف نے تحریر ہذا کے آخر
میں جو ایک فہرست چسپاں کی ہے اسمیں صاف طور پر لکھدیا ہے کہ آنحضرت صلعم
نے بحکم قرآن ولایت مرتضوی کا اعلان فرما کر صحابہ سے عہد لیا تھا جسکا تذکرہ
امام غزالی نے بایں مضمون کیا ہے کہ عمر کا مبارکباد دینا دلالت کرتا ہے خلافت
مرتضوی کی تسلیم و رضا پر مگر زاں بعد بجہت حب ریاست وطمع دنیا ہوا
و ہوس اُنپر غالب ہوئی اور بردہ عہد غدیر جسکو بصد بشاشت روبروئے
آنحضرت ظاہراً باظہار رضامندی موثق کر چکے تھے دفعتہً توڑ ڈالا اور اپنی
حالت قدیم پر عود کر گئے بس خیال فرمایئے کہ ایسے عہد شکن و ناکث بیعت بحکم
آیہ والذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان
یوصل ویفسدون فی الارض اولئک لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار مرتکب نکث وغدر ملعون
محض کیوں نہ سمجھے جاویں اگر ہم بہ مقتضائے غلط فہمی خلاف طور پر سرکرا ہے

بادیۂ غوایت ہوگئے ہیں تو خدارا ہم کو سنبھالکر اہلِ اسلام کی ڈوبتی ہوئی
کشتی کو اس طوفان بے تمیزی سے کنارہ لگائے ہوئے امام غزالی و تفتازانی
وغیرہ کے بیاناتِ ہوش رُبا و جانگزا کی کوئی تاویل متین و ذہن نشین بیان
فرمائیے کیونکہ مجھکو بہ نیک نیتی یہ بات منظور ہے کہ تمام مسلمانوں کا نفاق باہمی
اُٹھ جائے اور یہ گروہ پُرشکوہ یکدلی سے اپنے مفاد دینی و دنیاوی
میں کوشش بلیغ دکھلاکر قوم کے ستارۂ اقبال کو جو کہ فوراً ادبار سے
انحطاط پذیر ہوتے ہوتے حضیضِ ذلت وخواری میں پہنچ گیا ہے کیوان
و ثریا سے بھی کچھ اونچا کر دکھائے لہٰذا ایک فہرست اُن بعض مطالب کی
جو کہ حضراتِ خلفا ثلاثہ و اُنکے تابعین سے بربنا مخالفت خدا و رسول و معاندت
ثقلین یعنی قرآن پاک و اہلبیت کرام ظاہر ہوئے ہیں مع ذکرِ حدیثِ غدیر ملفوف
عریضہ ہذا آپکی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ برائے خدا و رسول دوستانہ
طریقہ سے ایک جلسہ علما و ماہران علم کا منعقد کر لیجیے تاکہ یہ جھگڑا جو کہ
مدتوں سے زیر بحث ہے صاف ہو جاوے اور حقیر و جناب والا چونکہ
بلا خیال مجادلہ و مکابرہ اس امرِ عظیم کے جو کہ بدر و حنین و خیبر و صفین
کے جہاد سے غالباً کم درجہ نہیں رکھتا بانی ہوتے ہیں عجب نہیں کہ عنداللہ
ماجور و مثاب ہوں آپ اُن جملہ معاملات کو جو کہ متعلق بحدیثِ غدیر و دیگر
اعتراضات وغیرہ پیش کئے جاتے ہیں مطالب ذہن نشین سے ہمارا
اطمینان فرما دیوینگے تو باللہ العظیم نہایت صحیح طور پر وعدہ
کیا جاتا ہے کہ مبلغ پچیس ہزار روپیہ بطورِ انعام آپ کو دیا جاویگا
اور جماعت کثیر مذہب اہلِ سنت اختیار کر کے بذریعۂ اخبار و اشتہار
خلفا ثلاثہ کا احق بخلافت ہونا شائع کریگی اگر طبیعت خواہش کرتی ہے

کہ بذیل دوستانِ خدا جناب والا و دیگر اہل اسلام شمار کیے جاویں
تو فہرستِ ملفوفہ خوب غور و تامل سے ملاحظہ فرما کر ارقام فرمائیے تا ایک
معاہدہ باہم مرتب ہو کر شرائط جلسہ طے ہو جاویں اُسوقت بقدر
زرِ مذکور ایک پرامیسری نوٹ کسی مردِ امین میں امانت کر دیا جاویگا۔
بخدا لا یزال ہم اپنے مرشدانِ طریقت و پیشوایانِ دین کی قسم سے لکھتے ہیں
کہ بصورتِ مغلوبیت زرِ مذکور الصدر ادا کرنے پر بجان و دل آمادہ ہیں
اور آپ سے بصورتِ ناکامی ایک حبہ نہ لیا جاوے گا دو ماہ کی مہلت
دیجاتی ہے۔ اگر مطالب مندرجہ فہرست و مضامین عریضہ ہذا کے ابطال
کی آپ میں بروئے قوتِ مذہبی طاقت ہے تو جواب ارسال فرمائیے ورنہ
بعد انقضائے مدتِ معہودہ یہ خط جو کہ بطور ایک رسالہ کے ہو گیا ہے
چھاپ دیا جاویگا اور نیز ایک اشتہار بھی شائع ہوگا۔ جسمیں کچھ حالات اجمالاً بیان
کیے جاویں گے ہر چند کہ تا تصفیہ معاملات مندرجہ فہرست و عریضہ نیاز کچھ گوئی
ضرورت نہ تھی کہ آپ کے نوٹ پر جو کہ خاتمہ اوراق پر دیا گیا ہے توجہ کرتا
مگر چونکہ آپ کے فحوائے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ گروہِ شیعہ اپنی حقیت
مذہب کے اثبات میں یہانتک عاجز ہے کہ خوارج و کفار کے مقابلہ میں
بھی بروئے اصول خود کامیابی حاصل نہیں کر سکتا چہ جائیکہ بالمقابل اہلسنت
پس در حالیکہ ہم خود اہلسنت ہی کو اُنکے صحاح و کتب سیر وغیرہ سے ایسا
الزام دیسکتے ہیں کہ وہ تا قیامت بھی اگر کوشش کریں تو سوزن تحریر و تقریر
سے اپنے مذہب کی اُس چاک دامن پر پیوند نہیں چڑھا سکتے کہ جسکو ہم نے مضامین
مندرجہ فہرست کی تشریح سے پارہ پارہ کیا ہے تو اب ہمکو کیا ضرورت باقی رہی
کہ سواد اعظم اہل اسلام کو چھوڑ کر ایک ذلیل و حقیر گروہ کے مقابلہ میں قلم اٹھائیں

اگر خوارج و کفار سے رد و قدح کرکے ہمتے کامیابی بھی حاصل کی تو اُس کی کیا وقعت ہے ہمارا مذہبی اقتدار یہ ہے کہ اہل سُنّت کو زچ کرکے محض ناکارہ کردیویں بخدا ہماری حمیت و مرات کبھی گوارا نہیں کرتی کہ آقا کو چھوڑکر غلام کا پیچھا کریں ہمدانی قوم سے کلام کرنا اپنا کسرِ شان سمجھکر اس سے اعراض کرکے آپ کے نوٹ پر ایسا ایراد شدید کرنا ہوں کہ اہل دانش کی طبیعت پھڑک کر خود بخود لوٹ پوٹ ہوجائے اور جواب بھی ایسا ہو کہ انشاء اللہ آپ خود تسلیم فرمادیویں واقعی یہ طریقہ جناب نے نرالا نکالا ہے۔ کیوں نہو زمانہ ترقی پر ہے نئی روشنی میں صنائع بدائع و دستکاری واختراعات وغیرہ میں خلائق نے ایسی دستگاہ بہم پہنچائی ہے کہ پہلی خلقت کی صنعت بالکل گرد ہوگئی حضور نے اپنی نکتہ رسی و دقیقہ سنجی سے امور دین میں بھی وہ جدید طریقہ نکالا کہ اس بات پر اگر جناب کو فخر المتکلمین کہا جائے تو بجا ہے فخر رازی امام المتکلمین اگر زندہ ہوتے تو غالباً آپکی فکر عالی کی داد دیتے چونکہ وہ موجود نہیں ہیں عجب نہیں کہ اُنکے مقلدین علم کلام میں جناب اپنا پیشوا سمجھیں کیا خوب جب اپنے ہتھیار کند اور سب وار خالی نظر آئے تب حضور والا نے خوارج و کفار کا سہارا لیکر شیعہ کا مقابلہ کرنا چاہا معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کی داب سے آپ کا داب جداگانہ ہے اور اس طرز جدید کے موجد آپ ہی ہیں خیر خشکہ یا پنیر۔ اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ۔ پہلے تو یہ فرمائے کہ کفار و خوارج نے آپ کے نام پر کوئی مختار نامہ تصدیق کرا دیا ہے کہ جس کی بنا پر آپ طالب جواب ہیں۔ غور تو کیجئے کہ اگر ہم نے جواب بھی لکھا تو یہی مشہور ہوگا کہ ایک خارجی یا کافر کا قول رد کیا گیا ہے چونکہ روئے خطاب آپ سے ہے اندرین صورت میں

کب پسند کرتا ہوں کہ خدانخواستہ آپ جیسا لئیق ومتین بہ نظر عامۃ الناس
کا فر وخارجی یا کہ اُن کا مختار بلا معتنا نہ قرار دیا جاوے حضرت من آپکا
یہ خیال بدانست حقیر درست نہیں ہے کفار وخوارج کے ساتھ ہمارے
دلائل کا موازنہ کرنا آپ کو اُس وقت لازم تہا جبکہ حضرات اہلسنت
کے مقابلہ میں حضور ہماری ایسی پسپائی دیکھتے کہ کتب سُنّیہ کے مطالب
کا جواب ہماری جانب سے شائع ہوکر آپ کو سرنگون نہ کرتا شاہ صاحب
نے جو تحفہ میں باب الہیات ونبوّت وامامت لکھکر شیعہ کے اصول پر
الزام وارد فرمایا ہے اُس سے بالاتر آپ صاحب نہیں لکھہ سکتے بلکہ
جمیع متاخرین اُسی کتاب سے استنباط کرکے آجتک بمقابلہ شیعہ گفتگو کرتے
چلے آئے ہیں حسب قواعد عقلی آپ پر لازم تہا کہ کُل جوابات تحفہ اور
بالخصوص ابواب سہ گانہ متذکرہ بالا کا ابطال کرکے اہل نظر کو دکہا دیتے
کہ وہ دیکہو ہمنے علمائے شیعہ کی اُن جملہ کتابوں کو جوکہ برد اقوال
سُنّیہ مرقوم ہوئیں نہیں بایں عنوان باطل کردیا کہ کفار وخوارج
کے مقابلہ میں بہی اُنکی کچہہ حقیقت ووقعت باقی نرہی یہ عام فریبی گویا
آپ کا حصّہ ہے کہ جواب ندینا اور مزید برآں خوارج وکفار کو
اپنا پشت پناہ بناکر دعا واکر بیٹھنا تعجب ہے کہ طائر بال وپر بستہ
آہنگ بلند پروازی کرکے گنجشک بال ودُم بُریدہ کی امداد سے
شاہین تیز پرواز کو اوج عزّت سے حضیض مذلت میں گرانا
چاہے جناب والا آپ کو اِس قدر آزادی نہیں مل سکتی ذرا آنکہہ
اُٹہا کر اوپر دیکھتے بوارق وتشئید المطاعن وعبقات الانوار
واستقصاء الافحام کے قلعہ کی کیسی اونچی اونچی مستحکم دیوار بنائی

گئی ہے ۔ بھلا ممکن ہے کہ کوئی پر و بال شکستہ اس چہار دیواری
سے باہر جا سکے ہمارے علمائے متقدمین نے آپ کے فضلائے کاملین
کو زنجیر کلام میں ایسے طریقہ سے جکڑ بند نہیں کیا کہ آپ صاحب
بدشواری بھی کروٹ لے سکیں بسم اللہ ہماری کتابوں کا جواب
صحیح ارقام فرما کر اپنے ہی مذہب کے اہل عقل و صاحبان انصاف
کا سارٹیفکیٹ دکھائے یہ بھی نہ ہو سکے تو حقیر نے چند اوراق یہ ثبوت
کذب نفاق شیخین لکھہ کر ایک جماعت علمائے اہلسنت کو عرق بجبہ تحیر
و انگشت بدندان کیا ہے اسکو رد فرمائے آخر آپ بھی تو کوئی کام کیجئے
یہ چوورقہ تو آپ کی فکر عالی کا نتیجہ تسلیم نہیں کیا جاتا حضور والا یہ
مضامین تو شاہ صاحب کے طبع زاد ہیں صدہا مرتبہ رد ہو چکے ہیں چونکہ
اپنی ناواقفیت سے جناب نے انہیں مضامین مردودہ کو زیب قلم فرمایا
لہذا ہمکو یہ استحقاق حاصل ہو گیا کہ آپ کو کشاں کشاں شاہ صاحب
وغیرہ متکلمین سنیہ کے جوار میں قلعہ بند کر کے اسکے دروازہ پر اپنی تحریر
صائب و لاجواب کا بایں شرط قفل چڑہا دیویں کہ تا تحریر جواب مثل
متقدمین آپ بھی زیر حراست رہیں بس اب آگے آئے ۔ کسمسائے
نہیں ۔ دیکھئے تو سہی کیسی دلچسپ جگہ ہے اور کیا مجمع لگا ہے کبھی شاہ
صاحب سے ملتے ۔ گاہے مولوی حیدر علی صاحب سے ملاقات کیجئے
مولوی جہانگیر خانصاحب کو دیکھتے کہ شمشیر الضحیٰ کی تاب سے کیسے
بدحواس ہو رہے ہیں صاحب ہدیۃ الشیعہ سے معانقہ فرماتے کہ سیدہ
علیہا السلام کے حقوق جائزہ و واجبہ کے شائیں آیات قرآنی کے معنی بالظلم
اپنے ہم مذہب علماکے دار وگیر سے شکنجہ معصیت میں پھنسے ہوئے بیاختیاری

سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں ہمارے مخاطب اوّل مولوی محمد قاسم
بھی کسی گوشہ میں رسالہ مذہب و نفاق مؤلفہ حقیر لیے ہوئے اپنے جواب
کی ناقابلیت سے سر بزانوے تفکر ٹپکاتے ہوتے نظر آئیں گے۔ آپ بھی
ایک کونے میں بیٹھکر گریہ کناں ہوجیئے نہ اے حضرات آپ پر کیا ضرورت
شدید طاری ہوئی تھی کہ بے بنیاد تحریریں کر لے بقولے ع ہم تو ڈوبے
ہیں مگر تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ اپنے ساتھ ہمارا بھی ناس پال اُڑا دیا
آپ صاحبان کی تحریر کی تقلید سے یہ روز بد نصیب ہوا ہے کہ بیٹھے
بٹھائے اڑ گڑے میں آ گئے۔ دیکھئے کب رہائی ملتی ہے مگر اُمید نہیں
ہے کہ ابدالدہر تک بھی چھٹکارا ہو سکے کیونکہ براتعیں دیکھ چکے
ہیں کہ اس قلعہ کا آیا ہوا کبھی باہر نہیں گیا۔ اسلئے کہ نہ جواب لکھا
گیا نہ مخلصی ہوئی خیر با ایں ہمہ ہم آپ کے نہایت شکر گزار ہیں کہ آپنے
اپنے سوال کا خود ہی تصفیہ فرما کر ہمکو سبکسار کر دیا اور خوارج و کفار
کے مقابلہ میں جوابدہ ہونے سے تخفیف تصدیع کیا۔ کیونکہ جناب نے اپنے
اعلان کے صفحہ ۴۰ پر ارقام فرمایا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ابدالدہر
تک شیعہ کو کوئی ایسی دلیل نصیب نہ ہوگی اور ممکن نہیں کہ بلا مدد اہلسنت
و جماعت انکے دشمنان حضرت امیر کے مقابلہ میں کبھی کامیابی حاصل ہو
انتہی اس تقریر سے صاف ہویدا ہے کہ آپ خوارج و نواصب کو علاوہ
دلائل مشہورہ کے کسی حجت خاص سے محجوج فرما سکتے ہیں سبحان اللہ
چشم ما روشن دل ما شاد ع ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند دربارۂ
صحت ایمان حضرت امیر سنی و شیعہ ایک مذہب رکھتے ہیں اور خوارج
دلئام و نواصب نافرجام با وصف دعوی ایمان و اسلام امیر مومنان کے عدو جانی

ہیں پس ایسے شخص کے ایمان ثابت کرنہیں کہ جسکے باایمان بلکہ جاں لیا یان
ہو نہیں ہم اور آپ متحد العقیدہ ہیں ہمارا اپنی فکر عالی سے دلائل پیش
کرنا ہمارے لئے عین موجب فخر و مباہات ہے وہ آپکے دلائل اہل عقل
کے نزدیک ہماری توہین و تحقین کا سبب نہ ہوگی۔ بلکہ بوجہ اتحاد عقیدت
بہ ایمان حضرت امیر وہ جملہ اونکے دونوں فرقوں کی سمجھی جاوینگی۔
مثال اعرض کیا جاتا ہے کہ کسی سلطان کے ملک پر کوئی غنیم فوج کشی کرے
اور منجملہ رعایائے سلطانی ایک صوبہ کی رعیت جو کہ اُس غنیم کی ہمسایہ ہے
مقابلہ کرکے دشمن کو پسپا کردیوے تو وہ فتح نمایان اُس بادشاہ کے
تمام رعایا پر محتوی ہوگی بایں معنی کہ کل رعایا بادشاہ سے ایک نوع
پر محبت رکھتی ہے ایسے ہی ہم اور آپ جناب امیر کی رعایا ہیں لہذا
بمقابلہ خوارج آپکا مستدل ہونا ہماری پسپائی و کوتہ دستی کی حجت
نہیں ہوسکتا اور برد ئے قواعد عقلی پہلے خوارج کے مقابلہ میں آپ
ہی کو کمربستہ ہونا چاہیئے کیونکہ مابین خوارج نافرجام و شیعیان
ذی الاحتشام فقط اتنا پردہ ہے کہ جیسے پیاز کا چھلکا ہوتا ہے کیونکہ
جس نے باعلان اظہار عداوت کیا وہ طایفہ خوارج میں معدود ہوا
اور جن حضرات نے امیر و کل امیر کو ثلاثہ کرام کی رعایا تصور کرکے
خانوادہ مقدس کو خلفا کا مطیع و منقاد جانا وہ سنی پاک طینت رہا
ورنہ درحقیقت دونو گروہ ایک شاخ کے پھول اور ایک درخت کے
میوہ ہیں اندریںحالت خوارج کے سامنے باثبات ایمان حضرت امیر آپ
کا مجیب ہونا حق بجانب ہے۔ قاعدۂ کلیہ ہے کہ جب کسی سلطنت پر مخالف حملہ
کرتا ہے۔ تو پہلے وہ رعایا اُس کے ردکرنے میں کوشش کرتی ہے جو کہ اُس غنیم کی

ہم سرحد ہو۔ چونکہ حضرات اہل سنت کو خوارج سے نہایت قربت و
اختصاص ہے اور شیعہ کو بُعد عظیم۔ لہذا اُنکے حملوں کا روکنا آپ کو
رعایائے وفادار کی صعنت میں داخل کرنیوالا ہے۔ بسم اللہ شوق سے
گروہ منکر کے مقابلہ میں دلائل کاملہ و حجت ہائے بالغہ سے جناب امیرؑ
کے ایمان ثابت کرنے میں اپنے جوہر ذاتی دکھلاتے بحمد اللہ کہ حسب اقرار
سامی حضرت امیر علیہ السلام کا ایمان بمقابلہ دشمنان قابلیت تسلیم رکھتا
ہے پس ہمکو بھی استحقاق ہو گیا کہ درباب ایمان حضرات ثلاثہ آپ سے
مستدعی ہوں کہ اسی طرح حضرات خلفا کے ایمان پر کوئی نئی دلیل
لائے اہلسنت سے تو ممکن نہیں کہ حسب اصول خود انکا باایمان ہونا ثابت
کرسکیں۔ کیونکہ یہ امر اگر اُنکے امکان و احاطہ قدرت سے نہ ہوتا تو شیعہ
کے اُن جوابات کا جو کہ بردّ و تضعیف اقوال علمائے سُنیہ لکھے گئے ہیں
ضرور ابطال کرتے آپ کو سوائے ازیں کوئی چارہ نہیں ہے کہ خوارج
و نواصب کے روبرو غایت حجاب و ندامت سے سر تسلیم خم کرکے ایک
عرضداشت بایں مضمون پیش کیجئے کہ اے ہمارے دینی بھائیو حضرات
خلفا ثلاثہ کے بارہ میں اپنے اصول کے موافق ہم بقدر امکان کوشش
کرکے بہت ہی ایچ پیچ سے شیعہ کے مقابلہ پر آمادہ ہوتے ہیں خاندان
نبوت پر بیش از بیش الزام لگا کر بذریعہ کتاب مستطاب تخلیۃ الانبیاء
صاحبان عصمت کی خطائیں ثابت کرنے میں دقیقہ از دقائق فروگذاشت
نہیں کرتے مگر وہ لوگ ایک فقرہ سے ہماری تمام محنت ضائع و برباد
کرکے ایسی موشگافیاں کرتے ہیں کہ بالآخر ہمکو بجز دم بخود ہونے کے
کوئی چارہ نہیں ملتا تم ہی تو دیکھو کہ شاہ صاحب نے باب مطاعن

میں کیسی پر زور تقریر سے خلفاؔ کی گلو خلاصی چاہی مگر صاحب تشئید المطاعن
نے ایسا مضبوط ثبوت پیش کیا کہ جس کے اعتبار پر حضرات خلفاؔ کا اقتدار
کفار کی نظر سے بھی جاتا رہا۔ ہم رات دن اسی فکر میں رہتے ہیں
اور بہت سے علماؔ کے اسی صدمہ جانکاہ باعث انقطاع سلسلہ
حیات ہو چکا اور دیکھیے آئندہ کیا ہوگا افسوس ہے کہ ہمارے علماؔ
بھی داغ حسرت لیکر دنیا سے اٹھ گئے۔ مگر ممکن نہ ہو سکا کہ شیعہ
کے ایک اعتراض کا بھی جواب ہو جاتا پس ہم اور آپ دونوں
گروہ خلفاؔ کے نام لیوا ہیں خدا را طبیعت پر زور دیکر کوئی ایسا
چلتا ہوا مضمون پیدا کرو کہ علاوہ دلائل قدیمہ کے کوئی دوسری
دلیل جو مسلمہ شیعہ ہو پیش کرکے اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو سنبھالنا
چاہیے۔ کیونکہ انگریزی عملداری میں فرمان آزادی پاکر گروہ شیعہ
نے وہ وہ چست تقریریں کی ہیں کہ جن کے اعتبار پر ہم بطور پیشین
گوئی یہہ کہہ سکتے ہیں کہ عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے کہ کل اہل اسلام
دائرہ تشیع میں داخل ہو جاویں دیکھیے تو سہی کہ آپ کے معروضہ
کی وہ صاحب کس حد تک وقعت کرتے ہیں میں یقین کرتا ہوں
کہ بوجہ اتحاد عقیدت وہ ضرور آپ سے مروت کرینگے کیونکہ
حضرت امیرؑ کا ایمان ثابت کرنے میں جو استحقاق کہ بمقابل خوارج
جناب کو حاصل تھا کہ جس پر آپ کمربستگی ظاہر فرما چکے ہیں وہی
حق ثلاثہ کرام کے ایمان ثابت کرنے میں خوارج بدانجام کو
ہمارے مقابلہ میں حاصل ہے پھر وہ کیوں کوتاہی کرینگے
ضرور ہے بمثل جناب والا خلفاؔ کا ایمان ثابت کرنے میں کمربستہ

ہمارا دین نہایت شکر کا موقع ہے کہ جناب کا سوال آپ ہی کے لئے
وبال ہوگیا اور ہم بعنایت الہٰی خوارج کے مقابلہ میں حضور کی ہمت
سے اہل عقل کے نزدیک قطعی بری ہوگئے الحاصل آپ کو لازم ہے کہ
کفار و خوارج کو پشت پناہ نہ بنائے اگر قدرت ہے تو کچھہ اپنا زور
دکہائے قرآن و صحاح سے خلفا کا ایمان ثابت کیجئے اُنکے حسن خاتمہ
پر مثل شہدائے بدر و اُحد ختمی مرتبت کی کوئی حدیث سُنائے بر دّ و ابطال
مضامین مندرجہ حدیث مسلم حضرت علیؑ کے نزدیک جناب شیخین کا سچا اور
ایماندار ہونا ہمکو تسلیم کرائے یا قطعی استعفا دیجئے کہ بروئے روایات و
احادیث مرویہ مسلم و بخاری اہلسنت ثلاثہ کا ایمان ثابت کرنہیں سکتے
و ناصر ہیں آپ کے عجز کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اپنے کتب کو پس پشت ڈالکر
خوارج و کفار کے ذریعہ سے ہمکو محجوج کرنا چاہتے ہو یہ یاد رہے کہ ہم کو
بھی ہر طرح کے ہتکھنڈے یاد ہیں جیسا رنگ آپ لائیں گے انشاء اللہ
ہم ویسا ہی کر دکہائیں گے۔ مطلب آپکے نوٹ کا یہ ہے کہ شیعہ خوارج
کے نزدیک حضرت امیرؑ کا ایمان بلا احتمال اہلسنت بدلیل خاص ثابت
کریں اور جب کہ شیعہ بہ ثبوت ایمان مرتضوی یہ دلائل مشترکہ شیعہ و
سنی پیش کریں گے کہ حضرت امیرؑ ایسے وقت میں ایمان لائے جبکہ نبی صلعم
کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا بحمایت اسلام کفار کے ساتھہ مجاہدہ و مقاتلہ
کیا شب ہجرت آنحضرت کے بستر پر کہ غالب محل خوف تھا استراحت کی
لاکھوں آدمیوں کے مقابلہ میں سورۂ برأت کی آیات غضب آمیز
کے سنانے میں کچھہ باک نہ فرمایا اپنی ذات کو وقف اسلام کر دیا
نبی صلعم نے اپنی پارۂ جگر اُنکی زوجیت میں دی پس خوارج

یہ باتیں سنکر فوراً شیعو نکا موہنہ جھنجوڑ کر یہہ کہہ اُٹھیں گے کہ جب آپ کے مقابلہ میں ہمارے چچا زاد بھائی اِسی قسم کے فضائل خلفائے ثلاثہ بیان کرتے ہیں۔ تو آپ سب کو محمول بہ نفاق کرکے رد کر دیتے ہیں کہ ہم کیوں ماننے لگے ہمارے نزدیک بھی یہ ساری باتیں منافقت پر دلالت کرتے ہیں گویا آپ نے ایک دریدہ دہن گروہ کے مرہم تقریر سے اپنے ناسُور باطنی کا اندمال چاہا۔ سو یہ بخیر خوارج جب ہم سے پوچھیں گے اُسکو جواب دیا جاوے گا۔ مگر چونکہ حضرات اہلسنت آپ بجانب خوارج سائل ہوئے ہیں۔ لہذا اُن سے کہہ دیجئے کہ اے ناحق شناسو اگر اور کسی چیز کو نہیں مانتے ہو تو قرآن جو تمہارے نزدیک بھی مسلم ہے تمہارے شیعوں سے ایک عالم نے ایک کتاب مستطاب عبقات الانوار جناب شاہ صاحب کے اِن ایرادات کا جواب دیا ہے۔ جو کہ باب ہفتم میں آیات والہ خلافت و امامت حضرت مرتضوی پر کئے گئے ہیں ہمارے نزدیک تو عالم شیعی کی تمام تر تحریر جو کہ بر رد اقوال شاہ صاحب کی گئی ہیں۔ بایں معنی مسلم ہے کہ ہم آجتک اُنکا جواب نہیں دے سکے اور نہ آیندہ تا قیامت اُمید ہے کہ کوئی عالم سُنی اُن مطالب کا ابطال کر سکے۔ تم اگر کچھ جرأت رکھتے ہو تو اُس کتاب کا جواب لکھو عجب نہیں کہ تمہاری ہمت سے شاہ صاحب کو بھی اِلزام کذب نویسی سے برأت ہو جاوے۔ پس یہی قول فیصل ہے اگر خوارج نے با بطال مضامین مندرجہ کتاب موصوف ہم کو مجبور کر دیا تو بے شبہ بروئے قرآن ہم اثبات خلافت بلافصل حضرت امیرؑ سے بمقابلہ خوارج کیا آپ کے سامنے بھی عاجز ہیں

اور اگر وہ بھی مثل علمائے سُنّیہ ساکت وصامت رہے تو پھر آپ ہی انصاف فرمائیگا کہ کس کو غلبہ ہے۔ سوائے ازیں رسالہ اشتہار التشیع نمبر (۴۳) جوکہ بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۱ء کو بجواب نصیحت الشیعہ لکھنو میں چھپا ہے درباب حالات خوارج ملاحظہ طلب ہے۔ لیکن بحکم انصاف اتنا خیال فرمالینا مناسب بلکہ ضروری ہے کہ اختلاف دلائل وخصوصاً حجت وبرہان اُسی مسئلہ میں ہوتا ہے جسمیں دو گروہ باہم مختلف ہوں اور جو امور کہ اتفاقی ہوتے ہیں اُن کے دلائل بھی متحد ہوا کرتے ہیں۔ آپ پہلے کسی اہل علم سے ملاقات کرکے دریافت فرمائے کہ قاعدہ سلف سے اِسوقت تک جمیع مذاہب واہلِ عقل میں جاری ہے یا کیا۔ مثلاً عرض کیا جاتا ہے کہ وجودِ صانع کے دلائل یا توحید کے تو نہ منکرینِ وجود وتوحید حضرت باری کے مقابلہ میں جمیع موحدین ومعتقدین وجودِ رب العزت کے ایک ہی قسم کے ہونگے علیٰ ہذا نبوت مسئلہ کے اثبات کے دلائل میں جملہ مذاہب قائلین بہ نبوت کا اتحاد تمام ہوگا گوکہ بعض مسائل غیر از نبوت میں وہ باہمدگر اختلاف رکھتے ہوں۔ بندہ پرور دلائل متحدہ ومتفقہ کو کسی خاص فرقہ کی دلیل کہدینا گویا زبردستی حقوقِ مشترکہ میں اپنا قبضہ کرلینا ہے۔ جسوقت کہ بجایت وطرفداری حضرت امیرؑ آپ بنظر ابطال خوارج دلیل پیش کرینگے ہم آپ سے بصدمسرت اتفاقِ رائے کرکے باعلان کہدیوینگے کہ گویہ دلیل حضراتِ اہلسنت کی فکرِ عالی کا نتیجہ ہے۔ مگر بوجہ اتحادِ عقیدت ہم بھی نصف کے شریک ہیں۔ آج پہلا دن ہے کہ یہ فقرہ ہی جدید وعجیب آپ کی طرف سے صادر کیا گیا کہ ہم گروہ شیعہ بمقابلہ کفار لئام وخوارج بدانجام

بہ ثبوت وحدانیت و نبوت و ایمان حضرت امیر اہلسنت جداگانہ
دلائل پیدا کر دیں اس سے صاف ثابت ہے کہ پہلی تمام دلیلیں جو کہ
متقدمین اہلسنت و شیعہ نے بہ ثبوت وحدانیہ و نبوت و امامت
بمقابلہ منکرین پیش کی ہیں وہ سب کی سب آپ کی ہیں اُن سے آپ
بیرو ا رہوکر ہم دیگر وجوہ سے کفار و خوارج کا مقابلہ کریں مگر ان
خطا معاف معلوم ہوتا ہے کہ آپکی تحقیقات حضور شاہ صاحب کے
تحفہ سے دو قدم بھی آگے نہیں بڑہی کاش آپ صاحب علم و
بصیرت ہوتے تو بعداد اب عرض کیا جاتا کہ چشم حقیقت بیں کو وا
فرماکر علامہ حلی علیہ الرحمہ کی کتاب الفین کو دیکھئے وہ ہزر دلائل
مسکت و لاجواب سے امیرالمومنین علیہ السلام کی امامت کو
بمقابلہ منکرین ثابت فرماکر ارباب انکار و حسد کو اپنے کلام محکم
کی دیوار مستحکم سے ایسا روک دیا ہے کہ جیسے سکندر نے سد معروف
سے گروہ یاجوج و ماجوج کو۔ ہائے افسوس آپ نے شماداللہ
کو بھی نہ دیکھا میں سچ کہہ سکتا ہوں اگر جناب اُسکو ملاحظہ فرما
تو خوارج و کفار کی حمایت کا خواب میں بھی خیال نہ کرتے خیر کتب
مذکورہ کو دیکھکر اُن سے استخراج و استنباط مطالب کرنا تو اہل علم
و ارباب فہم کا کام ہے آپ کتاب مستطاب شمس سماء البرہان کے
حصہ دوم ہی کو ملاحظہ فرماکر اپنے لوث کی لغویت پر ندامت کش
ہوجیے جناب مولانا و مقتدانا سرخیل متکلمین و سید المجتہدین السید
مولوی محمد حسین صاحب لکھنوی ادام اللہ اقبالہ نے ادلہ توحید
و امامت و معاد کو زبان اُردو میں بایں شستگی و اختصار اسکی بیان فرمایا ہے

اگر معاندِ غدیر ہزار سال سنگ خارا پر سر مارے تو ممکن نہیں کہ ایک دلیل سے بھی عہدہ برآ ہو سکے۔ الحاصل ہم آپ کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ وہ چھین جھپٹ کا زمانہ گزر گیا اب سکہ شاہی نہیں انگریزی عملداری میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ فرمائیے اگر ان میں سند والے آپ ہمارے گھر سے کیا کچھ نہیں لے چکے۔ خلافت کے ساتھ حضرت امیر کے القاب و خطاب تک ضبط کر کے صدیق و فاروق بنا دئے گئے ہیں اس عہدِ پُر امن و امان میں دن دہاڑے نہ لوٹئے۔ اُمویہ و عباسیہ کی عملداری نہ سمجھئے ہم زمین و آسمان ایک کر دیں گے اور مشترک دلائل میں تنہا آپ کو قابض نہ ہونے دیں گے اگر آپ ہماری شرکت ناپسند فرماتے ہیں۔ بسم اللہ تقسیم کرا لیجئے دو قرعہ بنائے ایک قرعہ میں وجودِ صانع و توحید و نبوت و امامت پر اپنے علمائے کے دلائل لکھئے اور دوسرے قرعہ پر ہمارے علمائے کے بعد تیاری قرعجات ہم باضابطہ جانچ کرائیں گے۔ قرعوں کے معائنہ سے کثرت و قلتِ دلائل کا حال آپ پر واضح ہو جائیگا بعض فضلائے اہلسنت کا قول ہے کہ اگر محقق طوسی علیہ الرحمہ کتمِ عدم سے عالمِ شہود میں جلوہ گر نہ ہوتے تو اہلِ اسلام کفار کے مقابلہ میں بہ ثبوتِ وحدانیت و نبوت بالکل سپر انداختہ ہو چکے تھے بندہ پرور ہوش کیجئے اور کچھ سوچ سمجھکر لکھئے مشترک اعتقادات میں خاص دلائل کبھی نہیں ہو سکتیں کفار و مشرکین و دہریہ وغیرہ کے مقابلہ میں کل اہلِ اسلام کے مسائل توحید و ابطالِ شرکت و اثباتِ نبوت آنحضرت و دیگر انبیاء قدیم سے متعلق چلے آتے ہیں اسی طرح خوارج و نواصب کے بطلانِ عقیدت

ہیں بہ ثبوت ایمان و فضائل و مناقب حضرتِ مرتضوی و دیگر آئمہ
علیہم السلام سُنّی و شیعہ و معتزلہ سب کے سب یکرائے ہیں اور قرآن و
حدیث و تاریخ و سیر اہل اسلام سے انکو مجوج کرتے ہیں۔ افسوس ہے
کہ سوائے تحفہ و نمونہ عجائب قدرت خداوندی آپ نے آنکھہ کھول
کر دنیا میں کوئی کتاب نہیں دیکھی اگر قدما سُنّیہ کی کتابوں کا رد آپ
ملاحظہ فرماتے۔ تو شاید ایسے بیدھڑک ہو کر قلم نہ اُٹھاتے جناب پر
واجب ہے کہ پہلے اپنی نوعیتِ مذہب قائم کیجئے اگر حضور سُنّی با
طینت ہیں تو علمائے موثوقین سے دستخط کرا کر ایک تحریر ارسال فرمائیے
کہ عقلاً و نقلاً یہ طریقہ درست ہے کہ اُمور متفق علیہ میں بھی دلائل ہر
فرقہ کے مختص ہونی چاہئیں اور اگر سرکار دولت مدار مائل بخروج
ہیں پھر تو سُنّی و شیعہ دونوں بالاتفاق آپکی خدمت گزاری کو موجود
ہیں اور اگر خدام دولت منکرِ وجود صانع و توحید و نبوت و امامت
ہیں تو قائلین نبوّت و وجودِ حضرت باری سب یکدل ہو کر افواج
دلائل و براہین کے ہجوم و اژدہام سے محاربہ بہرت پور کا سمان
کر دکھائیں گے۔ غرضکہ آپ جو کچھہ ہیں ایک طرفہ و نادرہ روزگار
ہیں۔ مگر اُس کی صحت مطلوب ہے زیادہ بجز آرزوئے قدمبوسی
اور کیا عرض کیا جاوے کہ اہل سُنّت کے معتبر راویاں اور سندی
کتابوں سے حدیث غدیر کے متعلق مضامین ذیل پیش کر سکتے
ہیں۔ بصورتِ عدم ثبوت مبلغ پچیس ہزار روپیہ نذرانہ دینے
پر مع تبدیل مذہب آمادہ ہیں اور نیز دیگر وجوہ مندرجہ فہرست
ہذا کو بھی علمائے موثوقین اہلسُنّت کی روایات سے اُسی شرط

پر ثابت کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔

حالات متعلق بحدیث غدیر

(۱) درباب اعلان خلافت حضرت امیرؑ صحابہ سے آنحضرت کا خوف کرنا
(۲) ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کی موجودگی میں بمقام غدیر رسالتمآب کا حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا۔
(۳) جناب امیرؑ کی ولیعہدی پر اُمّہات المومنین کا مبارکباد دینا۔
(۴) بحکم قرآن آنحضرت کا تبلیغ مولائیت حضرت امیر پر مامور رہونا۔
(۵) صحابہ حاضرین مجمع غدیر سے حضرت عمر کا جناب امیرؑ کو خلافت کی تہنیت دینا
(۶) بعد اعلان خطبۂ خلافت مرتضوی خدا کا تکمیل دین کی بشارت دیکر اپنی رضامندی ظاہر کرنا
(۷) بر غدیر غدیر رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علیؑ کے سر پر عمامہ باندھنا جو دستور دستاربندی کا علما میں چلا آتا ہے
(۸) مولے کے معنی اس مقام پر ضرورت بموجب اقوال اہلسنت کے اولے بہ تصرف ہیں۔
(۹) منکرین خطبۂ غدیر پر حضرت کے سامنے عذاب آسمانی نازل ہونا۔
(۱۰) غدیر میں شعرا کا بطور مبارکباد قصائد پڑھنا۔
(۱۱) بروقت شوریٰ عبدالرحمٰن وغیرہ ممبران کمیٹی کے روبرو حضرت امیرؑ کا حدیث غدیر کو دلیل لانا۔
(۱۲) وقوع حدیث غدیر پر اصحاب سے جناب امیرؑ کا استشہاد فرمانا۔

(۴۰) حدیث غدیر کے چھپانے والوں پر انس صحابیؓ پر برص و جذام و سفید داغ وغیرہ کا لاحق ہونا۔

(۴۱) اپنے دیوان میں حضرت امیر علیہ السلام کا ایسے اشعار بڑھنا کہ جس پر استدلال بخلافت کیا گیا حدیث غدیر کے ذریعہ سے۔

ہر چند کہ معاملہ غدیر کے متعلق بہت باتیں ہیں حقیر نے ان سب کو ایک رسالہ میں بتفصیل عرض کیا ہے آپ براہ مہربانی ان چودہ نمبروں پر نظر فرماکر انصاف فرمائے کہ حدیث موصوف کا جناب امیرؑ کی خلافت سے کس حد تک تعلق ہے غالباً یہ باتیں آپ کو پہلے معلوم نہ ہونگی ایسی جہت سے آپ نے یہ ارقام فرمایا ہے کہ حضرات شیعہ بیان تو کریں کہ حضرت امیرؑ نے کبھی استدلال بخلافت خود بذریعہ حدیث غدیر کیا ہے یا کہ کبھی اسکو پیش فرمایا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ بعد ملاحظہ رسالہ مرتبہ حقیر حالات غدیر پر مطلع ہو کر ضرور شیعہ ہو جائیں گے اگر قابل بطلان ہے بسم اللہ ہمارے رسالہ کو غلط کر کے پچیس ۲۵ ہزار روپیہ لیجئے ؛

دیگر وجوہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے ثلاثہ کا اقتدار اور مذہب اہل سُنّت کا وقار ظاہر ہوتا ہے اور نیز حضرت امیرؑ کے علوی شان کا ہی کچھ بیان ہے۔

(۱) حضرت امیرؑ کا سب سے پہلے بحالت طفولیت ایمان لانا اور آیہ السابقون الاولین سے یہی مراد ہونا۔

(۲) بروز جنگ خندق حضرت علیؑ کی ایک ضرب کا ثقلین کی عبادت سے افضل ہونا جسمیں عبادت شیخین بھی داخل ہے۔

(۳) کل صحابہ سے باعتبارِ علم و زہد و اتقاء و ورع و شجاعت و سخاوت و فصاحتِ کلام وغیرہ حضرتِ امیر کا اکمل ہونا

(۴) جمیع صحابہ میں سوائے جنابِ امیرؑ کے اور کسی کو احکامِ الٰہی کی قابلیت نہ ہونا اور بالخصوص جنابِ ابو بکر کو

(۵) حضرتِ امیرؑ کا خدا و رسولؐ کے نزدیک محبوب ترینِ خلایق ہونا اور حضرتِ شیخین کا دوستانِ خدا میں داخل نہ ہونا۔

(۶) صدیق اکبر و فاروق اعظم کا خطاب پیشگاہ ختمی مرتبت سے حضرت علیؑ کو ملنا اور جنابِ عمر کو خطابِ فاروق منجانبِ یہود عنایت ہونا۔

(۷) محبت و عداوت حضرت امیرؑ سے مومن و منافق کا شناخت ہونا۔

(۸) حضرت ابو بکر کا جنابِ سیدہؑ کے گواہوں کی گواہی کا معاملۂ فدک میں قبول نہ کرنا

(۹) درباب وراثتِ انبیا حضرت ابو بکر کا قرآن کے خلاف حدیث بناکر سیدہؑ سے فدک کو ضبط کرنا

(۱۰) جنابِ سیدہؑ کا ابو بکر سے غصہ ہو کر تا حیات کلام نہ کرنا۔

(۱۱) جنابِ سیدہؑ کا ہنگامِ وفات ناراضگی سے وصیت کرنا کہ ابو بکر میرے جنازہ پر نہ آئے

(۱۲) ہنگامِ وفاتِ خود خلیفہ اوّل کا سیدہؑ کے ساتھ سختی کرنے سے تاسف ہونا

(۱۳) بوقت بیعت طلبی خلیفہ ابو بکر کے سامنے حضرت علیؑ کا ایسی حجت شدید اپنی خلافت پر پیش کرنا کہ جسکو خلیفہ صاحب نے لاجواب سمجھکر تسلیم کر لیا۔

(۱۴) بموجودگی حضرت امیر خلیفہ اوّل اپنی ذات کو لائق منصب خلافت نہ سمجھتے تھے

(۱۵) حسب بیان جناب عمر حضرت ابوبکر کی خلافت ایک فساد بھری ہوئی شرارت ہے

(۱۶) حضرت عمر کا سیدہؑ کے گھر پر آگ اور لکڑیاں لیجانا اور نہایت بیباکی سے یہ کہنا کہ تمہارا گھر مع حسنین کے پھونک دوں گا۔

(۱۷) حضرت عمر کا جناب سیدہ کے شکم مبارک پر دروازہ گرانا جس سے محسن معصوم شکم میں شہید ہو گئے۔

(۱۸) حضرت عمر کا سیدہ کی سند فدک کو چاک کرنا

(۱۹) قتل امام حسین علیہ السلام کی نسبت یزید کا یہ بیان کرنا کہ میںنے اہل بیت پر ظلم کرنے عمر کا اتباع کیا ہے

(۲۰) حی علیٰ خیر العمل کا خلیفہ دوم کے حکم سے موقوف ہونا

(۲۱) الصلوٰۃ خیر من النوم کا اپنی رائے سے جناب عمر کا اذان میں داخل کرنا

(۲۲) حضرت عمر کا آنحضرت کی رسالت میں شک کرنا

(۲۳) حضرت عمر کا رسول پاک کے ارشاد پر الزام ہذیان لگانا

(۲۴) پندرہ چودہ مرتبہ حضرت عمر کی رائے کا مقبول درگاہ حضرت باری ہونا اور رسالتمآب صلعم کی رائے کا جو کہ برخلاف رائے حضرت عمر تھی خدا کی جناب سے رد ہونا۔

(۲۵) حضرت عمر کو مع دیگر صحاب اُن کے ہم زبان کے آنحضرت کا بوقت نزاع دوات وقلم اپنے پاس سے اٹھا دینا۔

(۲۶) حضرت عمر کا اپنی ذات کو منافق سمجھنا

(۲۷) حضرت عمر کو فاروق کا خطاب منجانب یہود عطا ہونا

(۲۸) بحکم خدا و ارشاد رسولؐ پاک وعملدرآمد صحابہ متعہ کا حلال ہونا اور حضرت عمر کا اسکو اپنی رائے سے حرام کرنا۔

(۲۹) تراویح کا بعہد جناب عمر جاری ہونا اور خلیفہ صاحب کا اُس کو اپنی زبان سے بدعت کہنا۔

(۳۰) جناب عُمر کا اُم کلثوم دختر جناب امیر علیہ السلام سے عقد ہونا اور راویان اہلسنت کا غلطی سے اس واقعہ کو بیان کرنا

(۳۱) بمصلحت خاص حضرت عمر کا بناوٹی طور سے دیوانہ بن کر وفات نبیؐ سے انکار کرنا۔

(۳۲) جہاد میں آنحضرت کو تنہا چھوڑ کر حضرت ابوبکر و عمر کا فرار کرنا اور وہ فرار حضرت امیرؑ کے نزدیک کفر ہونا۔

(۳۳) شیخین کا حضرت کو بے غسل و کفن چھوڑ دینا اور انتظام خلافت دفن نبی پر مقدم کرنا۔

(۳۴) حضرت ابوبکر و عمر کا بقول جناب عمر بحکم مسلم و بخاری شریف حضرت امیر کے نزدیک جھوٹا بدعہد خیانت شعار ہونا۔

(۳۵) بروئے احادیث مندرجہ بخاری و مسلم جناب ابوبکر و عمر کا منافق ہونا

(۳۶) حضرت امیر علیہ السلام کا بمقابلہ خلفا بموجب وصیت آنحضرت سکوت کرنا اور اُنکو خلیفہ ناحق جاننا۔

(۳۷) حضرات شیخین و امثالہم کا آنحضرت صلعم کے ارشاد واجب العمل کی تعمیل سے قریب وفات سرتابی کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ملعون ہونا

(۳۸) احادیث فضائل خلفاء مذہب اہل سنت کا وضعی ہونا امویہ و عباسیہ کا روپیہ دے کر حدیثوں کا بحق خلفاء بنوانا۔

(۳۹) اپنے اصحاب خاص کو آنحضرت کا حوادث آئندہ کی خبر دے کر یہ ارشاد فرمانا کہ بعد ہمارے شیاطین و دشمنان خدا متصرف امور ملت ہونگے

(۴۰) حضرت عثمان کا صحابہ جلیل کو مار کر مدینہ سے نکالدینا

(۴۱) حضرت عثمان پر عائشہ کا لعنت کرنا اور لوگوں کو اُسکے قتل پر برانگیختہ کرنا

(۴۲) جناب عثمان کا لوگوں سے بجز قرآن دیگر پھونک دینا

(۴۳) جناب عثمان نے بخلاف فعل رسول و سنت شیخین حکم مردود خدا کو مدینہ میں بلا کر خدمت میں دخیل کیا۔

(۴۴) جناب عثمان نے فدک کو تہا مروان کی جاگیر میں داخل کر دیا۔

(۴۵) بی بی عائشہ و حفصہ کا بحکم قرآن ناقص الایمان ہونا۔

(۴۶) عائشہ و حفصہ کا کافرہ عورتوں سے بحکم قرآن مشابہ ہونا

(۴۷) عائشہ و حفصہ کا بحکم قرآن راہ راست سے گم ہو جانا

(۴۸) روضۂ رسول میں امام حسن علیہ السلام کے دفن سے حضرت عائشہ کا مانع ہونا۔

(۴۹) بہ شراکت مروان عائشہ کا جناب امام حسن علیہ السلام کے جنازے پر تیر باران کرنا۔

(۵۰) حرامی کا حلالی سے اچھا ہونا

(۵۱) عمر ابن العاص وغیرہ معاویہ کا حرامی ہونا۔

(۵۲) خالد ابن ولید کا ایک مومن کو قتل کرکے اُسکے ذریعہ سے زنا کرنا

(۵۳) اہلبیت علیہم السلام کے طریقہ سے اہلسنت کے مذہب کا مخالف ہونا۔

(۵۴) یزید کا مومن ہونا

(۵۵) حضرت علی کا شراب پی کر نماز میں بہک جانا۔

(۵۶) رسول مقبول کا شراب پینا

(۵۷) ابوحنیفہ کا مرجیہ ہونا بلکہ شریعت پاک الٹ دینا

(۵۸) خواہر و مادر سے کپڑا لپیٹ کر مباشرت کرنا

(۵۹) تحفہ کے جوابونکو دیکھ کر اہل سنت کا دم بخود ہوجانا اور جوابات مذکورہ کے ابطال میں قلم نہ اٹھانا۔

(۶۰) منتہی الکلام کے جوابوں کو معائنہ کر کے اہل سنت کا سکوت کرنا

(۶۱) آیات بینات کے جوابوں کا جواب ندینا

(۶۲) ہدیۃ الشیعہ کے جواب کا باطل نہ کرنا

(۶۳) مولوی شیخ احمد صاحب تازہ شیعہ کی کتاب انوار الہدیٰ کا جواب نہ ہونا اور ساطعات الہدے مؤلفہ مولوی جہانگیر خان صاحب کا انوار الہدے کا جواب واقعی نہونا وغیرہ وغیرہ۔

سید سجاد حسین ولد سید محمد حسین ساکن موضع بہرہ سادات
ڈاک خانہ تتہ ضلع مظفر نگر

ضمیمہ رسالہ سجادیہ

حقیر نے یہ رسالہ جسکو سجادیہ سے تسمیہ کیا ہے مولوی محمد قاسم صاحب کو مع ایک رقعہ تعدادی ہزار روپیہ دے کر استدعا کی کہ اگر رد توجیہات مندرجہ رسالہ جو کہ بخاری و مسلم شریف سے کی گئی ہیں آپ نے حضرات شیخین کی پیشانی مبارک سے داغ نفاق اُٹھا کر اُن کا دینا ہے یا ایمان جانا ثابت کر دیا تو میں زر موعود نذر کرکے مذہب اہل سنت اختیار کر دوں گا۔ چنانچہ فاضل اہل سنت نے ایک جواب عنایت فرمایا جو کہ سراسر لغو و بے معنی و مہمل ہے اگر میں اسکو طبع کرا کے اہل ملک کے سامنے پیش کر دوں تو دنیا کا کوئی شخص بہ آسانی کیا بہ مشکل بھی اُسکا مطلب نہیں سمجھ سکتا۔ بدیں وجہ اسکو چھپوا کر اپنا فضول روپیہ خرچ کرنا اور لوگوں کا ناقابل تحریر کے معائنہ سے تضیع وقت کرنا غیر مناسب سمجھا گیا۔ میرے ذی عزت مخاطب نے اُن دلائل سے جو کہ مثبت نفاق ثلاثہ حقیر نے درج رسالہ کی ہیں ایک کا بھی ابطال نہ کیا چند اعتراضات واہی و بے سر و پا مثل عقد ام کلثوم و تقیہ و متعہ وغیرہ نوک برخامہ فرما کر تحفیف کے حوالے کرکے اپنی قوم میں مشہور کر دیا کہ میں نے دندان شکن او شکست جواب دے دیا۔

مخاطب جلیل القدر نے نظم و نثر دونوں میں جواب عنایت فرمایا ہے۔ نثر چونکہ ایسا مہمل ہے کہ گویا مجذوبوں کی بڑ ہے ممکن نہیں کہ کوئی سمجھ سکے۔ البتہ نظم میں کسی قدر سہولت و آسانی کو کام میں لایا گیا ہے اس میں سے چند شعر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں اہل دانش خوبی نظم پر نظر فرما کر خود فیصلہ فرما لیں گے کہ جس کا نظم اس درجہ پر ہے اس کا نظم کیا کچھ نور بھرا ہوگا۔ میرے رسالہ میں متعہ کی بحث نہیں بلکہ نفاق شیخین کو بہ تفصیل دکھایا گیا ہے۔ لیکن مخاطب نے بخلاف بحث مسئلہ متعہ پر گفتگو کرنے بجائے نظم میں اپنے لطفوں کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے

ایک منہ سے ملے درجہ حسین
دوسرے سے درجۂ بھائی حسین

تیسرے سے درجۂ شبر خدا
اور چوتھے سے نبی کا سا ملا

کیوں محرّم میں بھلا غمگین ہوئے
مرتبہ کوئی نہ جب اُس سے ملے

کیوں بھلا پیٹو ہو سر کو روز و ریں
اب بھلا اس سے ملے درجہ حسین

وغیرہ وغیرہ ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق کے فضائل بیان کرتے ہوئے اس طرح گہرریز ہوئے ہیں۔

راہ مولا میں دیا بو بکر نے
مال جو موجود تھا اُن کے کینے

اور کئے آزاد اپنے مال سے
وہ موذن جو بلال پاک تھے

ہر طرح سے تھے وہ غمخوار نبی
اور رہے ہر حال میں یار نبی

مال و جاں سے تھے مددگار نبی
رازدار صاحب غار نبی

وغیرہ وغیرہ حضرت صدیق کی وفات اور دفن کی کیفیت اس طرح لکھتے ہیں

حضرت صدیق کا جس دم ہوا وقت وفات
حضرت شاہ نجف سے آہ فرمایا یہ بات

یا علی تم نے ہی نہلا یا ہے میرے شاہ کو
تم نے ان ہاتھوں سے کفنایا رسول اللہ کو

روضۂ اقدس پہ پہنچایا تھے تم یا علی
حکم کر ہووے تو دفنانا مجھے تم یا علی

آخرش جب چھپ گیا وہ چاند سچا صدق کا
پھر علی مرتضی لے اُس جنازے کو اٹھا

غسل دیکر اپنے دست پاک سے با روشتاب
روضۂ اقدس پہ لائے حیدر عالیجناب

یوں پکارے حیدر کرار شاہ نامدار
یارسول اللہ ہے حاضر تمہارا یار غار

روضۂ اطہر سے یہ آواز آئی مومناں
دوست کو اب دوست کے تم پاس لے آؤ یہاں

اس طرح کرتے روایت ہیں علی شیر خدا
قبر میں صدیق کو جب میں اتروانے لگا

اسطرح کی اُس گھڑی وارد ہوئی ایک بات
حضرت پیغمبر حق نے نکالا ایک ہاتھ

یعنی اپنے دوست کو حضرت نے آ کر لے لیا
دفن اپنے یار کو اسطرح سے یارو کیا

حضرت صدیق کی ڈاڑھی پہ رکھا ہاتھ کو | اور زباں پر اپنی لائے اُس گھڑی ابیات کو
اے مرے ستار اے غفار اے مالک مرے | میری امت کو تو اس ڈاڑھی کے صدقہ بخشدے
آئی یہ آواز اے میرے نبی میرے حبیب | میری رحمت سے نہیں یہ بات کچھ ایسی عجیب
غم نہ کھا امت کا اپنی اے مرے پیارے نبی | میں نے اس ڈاڑھی کے صدقے تیری امت بخشدی
واسطہ صدیق کی ڈاڑھی کا تو دیتا اگر | سارے عالم کو بھی میں بخش دیتا سر بسر

ایک موقع پر قرآن کی بابت لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے اپنا جمع کیا ہوا قرآن جو شائع نفرمایا اس کی بابت شیعہ یہ عذر کرتے ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ [illegible] آیہ | لیکن حضرت [illegible] نے بخشے قرآں [illegible]
جمع کرکے مہر سر بستہ کیا | [illegible] اول [illegible]
پس ہوئے منکر نہ مانا اسکو جان | اور کہا حاجت نہیں [illegible] قرآن [illegible]
جبکہ ثابت ہر طرح کتمان ہوا | اب عمل کرنے کو کیا [illegible]

وغیرہ وغیرہ جبکہ حضرت مجیب کا جواب جو کہ بعض ناقابل و دور از صواب تھا حقیر کے پاس پہنچا اور دیکھنے جولاہوں کی جماعت میں یہ عام شہرت ہوئی۔ کہ مولوی صاحب نے رسالہ سجادیہ کا جواب دے دیا اسوقت مخاطب باتمیز سے کہا گیا کہ صرف چند ورق سیاہ کرکے دے دینا کافی نہ سمجھا جائیگا بلکہ آپ کو لازم ہے کہ ایک جلسہ قایم کیجیے جسمیں علمائے فریقین کے علاوہ دیگر مذاہب ہنود ونصاریٰ کے علمائے عربی داں بھی موجود ہوں تمام علما یکجا ہوکر جانچ کریں کہ آیا آپ کی تحریر نے دلائل کفر و نفاق مندرجۂ رسالہ حقیر کو بالکل باطل کرکے ثلاثہ کا با ایمان دنیا سے جانا ثابت کردیا۔ فاضل مخاطب نے علمائے فریقین کے جمع ہونے اور جلسۂ جانچ کے قایم کرنے سے حتی الامکان بہت پہلو تہی کی اور طرح طرح عذرات پیش کئے۔ لیکن حقیر نے ہرگز نہ مانا برابر یہی اصرار کرتا رہا کہ اجماع علما ضرور

ہوگا اور بروئے جانچ جو بات صحیح تجویز کی جاوے گی اُس پر فریقین کا پابند ہونا لازم سمجھا جاوے گا۔ فاضل مجیب بجائے خود جانتے تھے کہ مجھ سے رسالہ سجادیہ کے ایک جملہ کا جواب نہیں دیا گیا۔ لہذا اُن کو جلسہ جانچ کے انعقاد سے سخت گریز تھی اور حقیر کو قائمی جلسہ پر بدیں وجہ اصرار اور استبداد تھا کہ جن دھنیے جولاہوں نائی دھوبی تیلی۔ تنبولی۔ کنجڑے۔ قصائی وغیرہ گنوار لوگوں کی نظر میں مولوی صاحب کا اقتدار ہے اور اُنکے ہمراہی الزام واہی کہ جو کہ شیعہ پر مثل وطی با محارم و لواطت وغیرہ وہ اپنی جماعت میں جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں بہ تفہیم قلب منظور کرکے سمجھ لیتے ہیں کہ فی الواقع مذہب شیعہ ایسا ہی بدکیش ہے جیسا کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ وہ غارت ہو جاوے اور لوگ سمجھ لیں کہ یہ کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ چنانچہ بعنایت الٰہی ایسا ہی ہوا جو لوگ کہ اُن کو عالم کامل جانتے تھے وہ ہی جاہل سمجھنے لگے۔ ناظرین پر انشاء اللہ ظاہر ہو جاوے گا۔ الحاصل میں نے کوشش بلیغ کرکے جلسہ جانچ کے متعلق ایک معاہدہ مرتب کراکر جناب مستطاب معلی القاب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں جو کہ تمام ہندوستان کے علمائے اہل سنت میں سربرآوردہ مانے گئے ہیں۔ بذریعہ فاضل مخاطب بھجوا دیا۔ منجملہ اور چند شرائط کے عہدنامہ مذکور میں ایک اہم شرط یہ بھی تھی۔ سجاد حسین (یعنی حقیر) پر لازم ہے کہ پانچ معتبرین علمائے شیعہ سے دستخط کراکے اپنے رسالہ کو جلسہ جانچ میں پیش کرے اگر بروئے جانچ وہ رسالہ ناقابل قرار پاکر بے اعتبار تجویز ہوا۔ تو سجاد حسین کے ساتھ وہ علمائے شیعہ بھی مذہب اہل سنت اختیار کریں گے جو کہ اپنے دستخط کرنے سے اُسکے مؤید و مصدق ہوں گے اگر علمائے شیعہ نے رسالے پر دستخط نہ کئے تو تنہا سجاد حسین کو مذہب اہل سنت اختیار کرنا ہوگا۔ علیٰ ہذا یہی شرط فریق مقابل کے لئے تھی کہ مولوی محمد قاسم صاحب پر لازم ہے کہ پانچ معتمدین علمائے اہل سنت سے دستخط کراکے

رسالہ کو جانچ میں پیش کرے اگر ممبران جانچ کی رائے میں اُن کا مرتبہ رسالہ مبطل رسالہ سچا دیہ نہ سمجھا گیا تو وہ عالم بھی مذہب شیعہ اختیار کریں گے جوکہ اپنے دستخط کر دیں گے اور اگر قبل از جانچ علمائے اہل سنت نے دستخط کرنے سے انکار کردیا تو صرف محمد قاسم صاحب کو شیعہ ہونا پڑے گا چنانچہ جناب مولوی رشید احمد صاحب موصوف الصدر نے معاہدہ مذکور بالا تمام پاس فرما کر مزین بدستخط خود کردیا صرف اُس دفعہ کو نکال ڈالا جس میں علمائے غیر مذہب کی شرکت تجویز کی گئی تھی۔

موصوف الصدور نے تحریر فرمایا کہ ہم اسلامی امور میں غیر مذہب والوں کی شرکت ناپسند کرتے ہیں بالآخر بعد ترتیب و تکمیل معاہدہ تحیف نے صاحب کلکٹر بہادر ضلع مظفرنگر سے زبانی عرض کرکے اجازت نامہ حاصل کی صاحب بہادر نے نضارت حسین خان صاحب سب انسپکٹر تھانہ بھیرہ کو انتظام کے لئے حکم دیا۔ ۴ جنوری ۱۸۹۰ء بہ مقام بہڑہ سادات ضلع مذکور بالا حقیر خانہ پر اجماع قرار پایا۔

تمام روداد جلسہ من اولہ الی آخرہ رسالہ انتصار الشریعہ لکھنؤ نمبر ۲ جلد ۱ ماہ نومبر ۱۸۹۳ء میں درج ہے جس کو بکم و کاست حرف بہ حرف نقل کیا جاتا ہے۔

نقل روداد جلسہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چشم دید حالات مناظرہ بہڑہ سادات

چونکہ ہمیں بھی اس مناظرہ میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے اس باعث سے ہم از روئے وقائع نگاری اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ تفصیلی حالات سے اس مناظرہ کے اپنے معزز ناظرین کو مطلع کریں اگرچہ انتصار الشریعۃ کا یہ نمبر بابت ماہ نومبر ہے اور یہ

واقعہ ابتدائے ماہ جنوری کا ہے اس لئے زیادہ موزوں یہ تھا کہ ہم ان حالات کو ماہ جنوری کے نمبر میں لکھتے لیکن چونکہ ہم سے اکثر حضرات مستفسر ہیں اور یہ نمبر بھی ماہ فروری میں شائع ہوتا ہے اس لئے اسی کے صفحات میں ہمیں جگہ نکالنا پڑی نہیں سکے کہ ہم جلسہ کی کارروائی لکھیں مناسب سمجھتے ہیں کہ ناظرین کو اس جلسہ کے انعقاد کی بنا سے آگاہ کردیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب سنی المذہب ساکن سنبھلہیڑہ ضلع مظفرنگر جو قوم پیرزادوں سے ہیں انھوں نے کچھ دنوں مدرسہ دیوبند میں تحصیل علم کرکے اپنے قرب وجوار کے عوام شیعوں میں وہی تحفہ کے مضامین بیان کرنا شروع کئے اور آخرکار نوبت یہ ہوئی کہ ایک جلسہ بمقام سنبھلہیڑہ ہیں جس میں زیادہ تر عوام اہل سنت جمع تھے کسی پنجابی شیعہ صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب سے بحث ہوئی جس میں مولوی صاحب نے کشف الغمہ سے وہی پرانی حدیث پیش کی جو ابن جوزی سنی مذہب کی کتاب صفوۃ الصفا میں مذکور ہے اور جس عبارت میں یہ روایت مذکور ہے اسے صاحب کشف الغمہ نے نقل فرمایا ہے اور اس روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی خلیفہ اول کو صدیق ظاہر کیا ہے چونکہ خود مولوی محمد قاسم صاحب نے کتاب کشف الغمہ کو دیکھا بھی نہ تھا اس لئے اپنے ان علما کی تحریروں پر جنھوں نے غفلت یا تغافل سے روایت مذکور کو روایات علماء اہل تشیع سے ظاہر کیا ہے اعتماد کرکے یہ دعوے کر بیٹھے کہ شیعوں کی روایت سے خلیفہ اول کا صدیق ہونا ثابت ہوتا ہے نیز نہج البلاغۃ کا خطبہ للہ بلاد فلان الخ کہ جس سے مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے خلیفہ صاحب کی تعریف ثابت کرنا چاہی ہے حالانکہ اس میں معاملہ برعکس ہے، پیش کیا اگرچہ اس جلسہ میں عوام اہلسنت کی کثرت تھی اور بیچارے بادڈامے جانتے تھے لیکن جناب مولوی محمد حسن

صاحب نے بلا خوف و ہراس مولوی محمد قاسم صاحب کو معقول جواب دیئے اور
جلسہ برخاست ہوا لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے اسکے بعد یہ مشہور کرنا شروع
کیا کہ میں نے شیعوں کو قایل کر دیا اور جواب سے بالکل عاجز اور درماندہ ہو گئے
چونکہ اس غیر واقع امر کی شہرت سے ممکن تھا کہ عوام میں غلط فہمی پیدا ہو اس لئے
سید سجاد حسین صاحب ساکن پھرڑہ سادات ضلع مظفرنگر نے ازراہ محبت دینی مولوی
محمد قاسم صاحب کو بذریعہ ایک رقعہ کے اصلی حالات جلسہ مناظرہ لکھ کر متنبہ کیا کہ
آپ ان واقعات کو غلط طور پر کیوں مشہور کرتے ہیں نیز اس رقعہ میں وہ حدیث
صحیح مسلم لکھی جس سے امیرالمومنین کے نزدیک حضرات شیخین کا ان اوصاف سے عدم
انصاف ثابت ہوتا ہے جنسے وہ حضرات اپنے کو متصف سمجھتے تھے یہ حدیث
اس امر کے اظہار کے لئے لکھی تھی کہ جبوقت امیرالمومنین علیہ السلام کے نزدیک
موجب روایت صحیح مسلم شیخین کا ایسے اوصاف سے متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے
تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ امیرالمومنین کے پوتے (امام محمد باقر علیہ السلام) حضرت
خلیفہ اول کو صدیق جانتے ہوں اس کے جواب میں مولوی محمد قاسم صاحبنے
ایک دو ورق کا رقعہ لکھا جس میں مناظرے کی بابت تو ایک حرف بھی نہ تحریر فرمایا
ہاں حدیث صحیح مسلم کے متعلق بزعم خود کچھ جواب رقم کیا کہ جسکی رد میں سید سجاد حسین
صاحب نے ایک مبسوط رسالہ تیار کرکے مولوی محمد قاسم صاحب کی خدمت میں پیش
کرنا چاہا لیکن مولوی صاحب نے اس کے لینے سے انکار کیا بالآخر جب ان کے
ہم مذہب حضرات نے ان پر زور ڈالا تو بتکرار خرابی ایک عرصہ کے بعد وہ رسالہ
لیا اور انہیں حضرات کے اصرار و تاکید سے اس رسالہ کے بظاہر جواب میں اپنے
بھی ایک رسالہ تحریر فرمایا چونکہ یہ سلسلہ تحریر طول پکڑ گیا تھا اور خیال ہوتا تھا
کہ آیندہ بھی ختم ہوگا اور نہ کوئی معقول نتیجہ ظاہر ہو سکے گا اس لئے فریقین

مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجاد حسین صاحب) میں باہم یہ طے پایا کہ علمائے فریقین کا ایک جلسہ بمقام بیرڑہ سادات منعقد کیا جائے جن میں سے پانچ پانچ علما رمعہ ان جانچ منتخب کئے جائیں اور ان کے سامنے تحریرات فریقین پیش کرکے یہ استدعا کی جائے کہ وہ منصفانہ طور پر باہم بحث کرکے یہ نتیجہ نکالیں کہ آیا مولوی محمد قاسم صاحب نے سید سجاد حسین صاحب کی تحریر کو درحقیقت من جمیع الوجوہ رد کر دیا ہے یا نہیں در صورت اولیٰ سجاد حسین کو مع علماء دیگر حاضرین جلسہ لازم ہوگا کہ تبدیل مذہب کرکے مذہب حضرات اہلسنت قبول کریں اور مولوی محمد قاسم کو زر ہرجانہ ادا کریں اور در صورت ثانیہ محمد قاسم صاحب کو یہ سب باتیں لازم ہونگی فریقین میں یہ بھی طے ہو گیا تھا کہ کچھ ہندو عیسائی جو عربی داں ہوں افسران جانچ مقرر ہوں لیکن دیگر حضرات اہلسنت کے نہ قبول کرنے سے یہ امر وقوع پذیر نہ ہو سکا غرضکہ اس جلسہ کی کارروائی کے متعلق بمشورت و پسندیدگی فریقین ایک دستور العمل مرتب ہوا اور ہر دو فریق نے اسپر اپنے دستخط ثبت کئے اور ۲۶ جمادی الثانیہ سنہ حال تاریخ انعقاد جلسہ مقرر ہوئی ۔

اب حالات جلسہ سنئے کہ تاریخ جلسہ سے دو تین دن پیشتر علمائے اہل تشیع مختلف مقامات سے تشریف لاکر بیرڑہ سادات میں مقیم ہوئے کہ جہاں کے مومنین نے اپنا فخر سمجھکر ان حضرات کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اسی طرح علمائے حضرات اہلسنت قبل از تاریخ جلسہ تشریف فرما ہو کر مقام گنگرولی میں فروکش ہوئے کہ جو بیرڑہ سادات سے میل ڈیڑھ میل فاصلہ پر ہے لیکن چونکہ وہاں کوئی ایسا مکان مہیا نہیں کیا گیا جس میں علمائے موصوفین بآسائش متمکن ہوسکیں اس باعث البحر العلام جناب مولوی سید غلام حسنین صاحب مترجم

قانون شیخ) نے علمائے اہل سنت کے پاس دوستانہ طور پر کہلا بھیجا کہ ہمیں نہایت مسرت ہوگی اگر آپ حضرات اسی مکان میں تشریف رکھیں جس میں علمائے شیعہ مقیم ہیں (اس لئے کہ اس مکان میں گنجایش بخوبی تھی) یا اسی کے مثل دوسرا مکان خالی کرادیا جائے اور اگر یہ منظور نہ ہو تو لکھنؤ ہی میں کوئی ایسا مکان خالی کرادیں جس میں آپ حضرات بفراغ تمام رہ سکیں اور جو کچھ ما حضر ہے وہ مثل علمائے شیعہ کے آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوگا۔ لیکن مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنے علماء کو ان میں سے ایک امر کو بھی قبول نہ کرنے دیا اور ہمیں یہ سنکر نہایت افسوس ہوا کہ حضرات علماء کو بسبب خرابی مکان ونیز طعام کی سخت اذیت ہوئی یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو دستور العمل اس جلسے کے لئے بنایا گیا تھا اس میں ایک یہ بھی دفعہ تھی کہ فریقین کو لازم ہوگا کہ جلسہ سے پیشتر باہم اُن کتب کی توثیق کرائیں جو جلسہ میں اپنے اپنے مطالب کی تائید میں پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ بروقت مناظرہ وجانچ توثیق وتضعیف کتب کی بحث نہ ... پیش ہوئی بنا بریں سید سجاد حسین صاحب نے ایک فہرست کتب حضرات اہلسنت کی کئی ہفتے پیشتر محمد قاسم صاحب کو دیدی تھی لیکن انھوں نے نہ کوئی جواب دیا نہ کتب اہل تشیع کی کوئی فہرست پیش کی ہاں تاریخ جلسہ سے ایک روز پیشتر علمائے اہل سنت نے سید سجاد حسین صاحب کو طلب کرکے وہ فہرست پیش کی جو سید صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب کو دی تھی اور دریافت کیا کہ اس فہرست سے آپ کا کیا مقصود ہے سید صاحب نے اصل حقیقت بیان کی جسپر حضرات علماء نے بعض کتب کی نسبت پوچھا کہ یہ کس امر کے ثبوت کے لئے پیش ہونگے سید صاحب نے کہا کہ یہ امر تو آپکو بروقت جلسہ معلوم ہوجائےگا اسوقت میں نہیں بتاسکتا پھر حضرات علماء نے سید صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کے یہاں کی کتب صحاح کون کون ہیں جواب دیا

کہ ہمارے یہاں کی کتب کی اصطلاح ہی نہیں ہے اور مجھے عمر بھر میں یہ پہلا
موقع اس امر کے سننے کا ملا ہے کہ شیعہ مذہب میں بھی کتب صحاح ہیں
نیز یہ بھی کہا کہ اگرچہ مناسب تو یہ تھا کہ جس طرح ہماری طرف سے پیشتر سے
فہرست کتب داخل کر دی گئی تھی تاکہ باطمینان تمام آپ حضرات اُنکی حالات سے
واقفیت حاصل کر کے توثیق یا تضعیف فرما سکیں اسی طرح ہمارے یہاں کی جو
کتب عند البحث پیش کرنا منظور تھیں اُن کی فہرست قبل سے دیدیجاتی لیکن ہم
اس وقت بھی اجازت دیتے ہیں کہ آپ کو جن کتب کی توثیق کرانا ہو اُن کے
نام لکھ دیجیے کہ ہم اپنے علما موجودین سے توثیق یا تضعیف کرا دیں تاکہ بروقت
مباحثہ ان جلدی مباحث میں تضییع اوقات نہ ہو لیکن حضرات اہلسنت کی طرف سے
تا شروع جلسہ کسی ایک کتاب کا نام بھی نہ ظاہر کیا گیا۔ ۲۲ جمادی الثانیہ
تاریخ جلسہ چونکہ روز جمعہ واقع ہوا تھا اس بنا پر حضرات علماء
اہل سنت نے علمائے اہل تشیع سے کہلا بھیجا کہ آج جلسہ اس وقت سے شروع
ہونا چاہیے جبکہ ہم نماز جمعہ وغیرہ سے فارغ ہو لیں جسکو بخوشی منظور کیا گیا
بعد زوال وقت موعود پر میر سجاد حسین صاحب مع بعض دیگر سادات کے حضرات
علمائے اہل السنن کے استقبال کے لیے گئے حضرات علما مع ایک کثیر اپنے ہمراہی
جماعت کے جانے دردولت سے باہر تشریف لاکر مقام مناظرہ سے متصل مکان کے دروازہ
پر متوقف ہوئے اور میر سجاد حسین صاحب سے کہا کہ جلسہ کسی ایسے کشادہ مقام
پر ہونا چاہیے جہاں ہمارے ساتھ کے سب لوگ شریک ہو جائیں۔ جواب دیا
کہ اول تو یہ امر دستور العمل کے خلاف ہے اس لئے کہ اس میں یہ مندرج ہے کہ علاوہ
علمائے کے صرف پچاس پچاس اشخاص فریقین سے کہ جو صاحب سواد و معزز
ہونگے شریک ہو سکیں دوسرے یہ کہ ایک علمی جلسہ ہے اس میں عوام الناس

کے شریک ہونے سے کیا لطف حاصل ہو سکے گا بلکہ ممکن ہو کہ اُن لوگوں کی جہالت کے سبب سے کوئی برہمی جلسہ میں پیدا ہو لہذا مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات اپنے ہمراہیوں سے صرف پچاس اشخاص منتخب کر لیں جیسا کہ ہمارے علما نے کیا ہے حضرات اہلسنت نے اس امر کو قبول نہ کر کے پھر اپنے قول پر اصرار کیا جس کے جواب میں آخر کو سید صاحب نے کہا کہ اگر آپ کو کچھ اور خیال ہماری طرف سے ہے تو ہم اپنی طرف کے پچاس اشخاص کو بھی جلسہ میں شامل نہ کریں گے بلکہ ہماری طرف کے صرف علما جلسہ میں آئیں گے اور آپ حضرات مع پچاس اشخاص کے تشریف لے چلیں لیکن حضرات علمائے اسے بھی منظور نہ کیا اور کہا کہ اگر ہمارے ساتھ کے تمام لوگ شریک نہ ہونگے تو ہم بھی نہ شریک ہونگے۔ اسی اثنا میں منشی انصار حسین خان صاحب سب انسپکٹر بھی بغرض حفاظت و انتظام کے آ گئے تھے اور وہ بھی حضرات علما کو سمجھاتے رہے کہ عوام کا ایسے جلسے میں شریک کرنا خلاف مصلحت ہے لیکن علما اپنے ہی قول پر جمے رہے یہاں تک کہ قریب غروب آفتاب اپنے محل ورود کو تشریف لے گئے۔

اگرچہ اس واقعہ سے عوام اہل تشیع کو بہت خوشی ہوئی خاصکر اس جہت سے کہ دستور العمل کی ایک دفعہ میں صراحت تمام یہ مندرج تھا کہ جو فریق تاریخ معین پر اپنے علماء کو شریک جلسہ نہ کر سکے گا وہ مغلوب سمجھا جائیگا لیکن ہمیں اس جزوی غلبہ سے کچھ انبساط نہ تھا بلکہ تاسف ہوتا تھا کہ جس غرض کے لئے اتنی زحمت گوارا کر کے آئے ہیں وہ فوت ہوتی ہے حضرات اہل سنت نے اپنے محل ورود پر پہنچ کر خود اپنی رائے پر غور و تامل کیا کچھ اپنے ہم مذہب اشخاص کی افہام و تفہیم سے ایسا اثر ہوا کہ اپنی پیشتر کی رائے واپس لی اور بعد نماز مغرب سید سجاد حسین صاحب کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اگر کل جلسہ کیا جائے تو ہم صرف پچاس اشخاص کے

ہمراہ حسب اقتضائے دستور العمل، شریک جلسہ ہوں گے لیکن آپ ہمیں ایک رقعہ متضمن ہماری طلب کا شرکت جلسہ کے لئے لکھدیجئے اگرچہ ایک شیعہ صاحب اس رقعہ کی تحریر سے مانع ہوئے اور اسے خلاف مصلحت کہا لیکن سید صاحب نے حضرات علماء کے اصرار سے انکار کا موقع نہ دیکھا اور نیاب نیتی سے حسب فرمائش حضرات علماء رقعہ لکھدیا اور واپس آئے اب ۲۷ جمادی الثانیہ روز شنبہ کو پھر علی الصباح جلسہ کا سامان کیا گیا علمائے اہل تشیع جس مکان میں فروکش تھے اس سے پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر ایک سر راہ مکان تھا جس کے بیرونی حصہ کے دالان میں فرش کیا گیا تھا اور سامنے دالان کے جو زمین تھی اس پر شامیانہ نصب تھا گرد قنات کھڑی تھی اہل کاران پولیس اپنی ڈیوٹی دفرض منصبی میں سرگرم تھے ۸ بجے صبح کے حضرات علمائے اہلسنت مع پچاس دیگر اشخاص کے تشریف لائے جبکا کچھ فاصلہ سے سید سجاد حسین صاحب مع بعض دیگر اہل تشیع کے استقبال کیا اور باحترام.... جلسہ میں لاکر بٹھایا بعدہ علمائے اہل تشیع اپنے محل ورود سے اُٹھ کر مقام جلسہ میں تشریف لائے اور علمائے اہل سنت کے محاذات میں متمکن ہوئے اسی اثنا میں حاضرین جلسہ کے اسمار کی فہرست لکھی گئی حضرات اہل سنت پچاس اشخاص تھے اور اہل تشیع مع علماکے بیس کے قریب تھے پولیس کی طرف سے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ جو اشخاص شریک جلسہ ہوں بعد کارروائی شروع ہو جانے کے ان کی آمدورفت موقوف ہو جائے چنانچہ مولوی محمد قاسم کے ساتھیوں میں سے جو کسی گاؤں کے پٹواری ہیں چونکہ گھڑی گھڑی جلسہ سے اُٹھ کر ہر کارروائی کی اُن اشخاص کو خبر کرنے جاتے تھے جو بیرون جلسہ کسی خاص مقام پر مجتمع تھے اس لئے اہل پولیس نے اُن کے ساتھ سخت برتاؤ کیا۔ تمام حاضرین جلسہ کی ہم فہرست نہیں دے سکتے بلکہ صرف عمائدین فریقین سے جن کے اسما معلوم ہو سکے لکھتے ہیں۔

علمائے اہل تشیع	حضرات علمائے اہلسنت
جناب مولوی سید غلام حسنین صاحب مترجم قانون شیخ ۔ جناب حکیم سید علی اظہر صاحب مولف ذوالفقار حیدر و کنز مکتوم وغیرہ جناب مولوی شیخ فدا حسین صاحب پروفیسر مدرسہ عالیہ اسلامیہ لکھنؤ جناب مولوی زین العابدین صاحب جناب مولوی محمد حسن صاحب جناب مولوی محمد حسین صاحب جناب مولوی محمد علی صاحب جناب مولوی غلام حسنین صاحب رئیس سہارنپور جناب مولوی محمد حسن صاحب نوگانوی جناب مولوی صغر حسین صاحب نوگانوی	جناب مولوی حاجی احمد علی صاحب مدرس مدرسہ سہارنپور جناب مولوی محمود حسن صاحب مدرس مدرسہ دیوبند جناب مولوی منفعت علی صاحب مدرس مدرسہ دیوبند جناب مولوی محمد خلیل صاحب مدرس مدرسہ دیوبند جناب مولوی احمد حسن صاحب رئیس امروہہ ضلع مرادآباد جناب مولوی ملا مراد صاحب جناب مولوی غلام رسول صاحب پنجابی جناب مولوی عبد المعبود صاحب تلمیذ جناب ابوالحسنات مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی

بعد تقسیم پان آغاز جلسہ اس طرح ہوا کہ اولاً جناب مولوی غلام حسنین صاحب مترجم قانون شیخ نے افتتاح جلسہ کے متعلق ایک تقریر کرنا چاہی لیکن قبل کلام شروع کرنے کے افسر پولیس نے بادب عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ قبل از آغاز جلسہ اپنے فرض منصبی کو ادا کروں لہذا آپ ابھی توقف فرمائیں بعدہ پولیس افسر نے سید سجاد حسین و مولوی محمد قاسم صاحبان سے کہا کہ قبل از آغاز جلسہ آپ دونوں حضرات کہ جو بانی جلسہ شمار کیئے جاتے ہیں ہمارا اطمینان کرا دیں کہ اس جلسہ میں عند البحث کسی قسم کا ہنگامہ اور فساد نہوگا سید سجاد حسین صاحب یہ سنکر ایستادہ ہوئے اور علمائے اہل تشیع و دیگر شیعہ حضرات سے مخاطب ہوکر نہایت مودبانہ حیثیت سے دست بستہ ہوکر کہا " یہ جلسہ حسن اتفاق سے بہ نیک نیتی بغرض احقاق حق منعقد ہوا ہے اور حضرات علمائے فریقین نے ایک دینی کام سمجھ کر

اس میں تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی ہے لہذا میں اپنے حضرات علماء سے خصوصًا اور دیگر شیعہ حاضرین سے عمومًا دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ آپ حضرات اگر اس جلسہ کا انعقاد چاہتے ہیں تو آپ کو اس امر پر آمادہ ہو جانا چاہیے کہ علماء یا دیگر حضرات اہل سنت کی طرف سے عند البحث کوئی کلمہ خلاف شان یا دلشکن بھی کہا جائے تو آپ حضرات اس سے درگذر فرمائیں اور صرف اپنے اس مقصد کی سرانجام دہی پر نظر رکھیں جسکے لئے صعوبات سفر اختیار کر کے تشریف لائے ہیں اگر آپ حضرات اس امر پر صدق دل سے آمادہ ہوں تو ارشاد فرمائیں تاکہ افسر پولیس کو ہماری جماعت سے پورا اطمینان ہو جائے"

بعد ختم تقریر حضرات علما و دیگر اہل تشیع شرکاء جلسہ نے حسب استدعا سید سجاد حسین صاحب الفاظ اطمینان بخش ارشاد فرمائے بعد ازاں مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنے معمولی لہجہ اور الفاظ میں علماء و دیگر حضرات اہلسنت سے مخاطب ہو کر تقریر سید سجاد حسین صاحب کا اعادہ کیا اور حضرات اہلسنت نے بھی مثل اہل تشیع کے الفاظ ارشاد فرمائے اس کارروائی سے افسر پولیس کو بظاہر اطمینان ہو گیا بعد اس کے مولوی منفعت علی صاحب نے ایستادہ ہو کر ہر دو فریق سے خطاب کر کے ایک تقریر کی جسکا ماحصل یہ تھا

"یہ جلسہ بہ نیک نیتی و صفائے قلب محض بغرض احقاق حق برپا ہوا ہے لہذا جملہ حاضرین جلسہ سے التماس ہے کہ جسقدر تقریر ہو وہ سب مہذب ہو اور حضرات اکابر دین کے اسماء گرامی تکریم زبان پر آئیں اور بحیثر فریقین (مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجاد حسین صاحب) کے متعلق لفظی اغلاط پر بحث و تعرض نہ کیا جائے اصل مطالب پر نظر رہے۔

اس کے بعد مولوی غلام حسنین صاحب (مترجم قانون شیخ) نے ایک تقریر فرمائی

جس کا منشا اظہار اتفاق و اتحاد باہمی تھا بعد ازاں جناب مولوی خلیل احمد صاحب نے ایک تقریر کی جس میں قریب قریب انہیں مضامین کا اعادہ کیا گیا تھا جو اُن کے قبل مولوی منفعت علی صاحب نے بیان فرمائے تھے اور اس امر پر زیادہ زور دیا کہ کوئی لفظ یا مضمون طرفین سے سخت نہ استعمال کیا جائے اس کے بعد سید سجاد حسین صاحب نے شرکاء جلسہ کو ایستادہ ہو کر وہ دستور العمل سنایا جو جلسہ کی کارروائی کے لئے فریقین نے مرتب کیا تھا اور جو دستخطی مولوی محمد قاسم صاحب تھا تاکہ بہ پابندی اُس کے شرائط و دفعات کے کارروائی شروع ہو سید سجاد حسین صاحب کے متصل مولوی محمد قاسم صاحب بھی کھڑے تھے اور جو نقل دستور العمل کی دستخطی میر سجاد حسین صاحب اُنکے پاس تھی اُسے مقابلہ کے لئے ہاتھ میں لئے تھے بعض دفعات کے متعلق حضرات علماء سنت نے کچھ استفسار فرمایا اور علمائے اہل تشیع نے اُن کے مطالب و مفہومات بیان کر دئے اسکے بعد جو گفتگو مابین علماء فریقین واقع ہوئی اُسے بہ تعین اسماء لکھنا کچھ ضروری نہیں سمجھا گیا بلکہ صرف علمائے اہلسنت و علماء فریقین لکھا جاتا ہے تاں یہ ظاہر کر دینا چاہیے کہ جو کچھ مباحثہ ہوا اسمیں علمائے اہل تشیع کی طرف سے زیادہ تر جناب مولوی حکیم سید علی اظہر صاحب و جناب مولوی سید زین العابدین صاحب نے تقریر کی اور علمائے حضرات اہلسنت کی طرف سے زیادہ تر جناب مولوی احمد علی صاحب و جناب مولوی منفعت علی صاحب و جناب مولوی خلیل احمد صاحب و جناب مولوی احمد حسن صاحب نے رد و بدل فرمایا تھا الغرض بعد دستور العمل پڑھے جانے کے حضرات علمائے اہلسنت کی طرف سے دریافت کیا گیا کہ اگر اس عہدنامہ میں کوئی دفعہ سید سجاد حسین صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب کی ناتجربہ کاری یا جہالت سے ایسی مندرج ہو گئی ہو جو غیر قابل قبول و مہمل ہو تو اُسکے اخراج کے بارے میں آپ

کیا کہتے ہیں۔
علمائے اہل تشیع کی طرف سے جواب ہوا کہ یہ عہد نامہ چونکہ مکمل ہو چکا ہے اب اس میں کسی قسم کی بحث کرنا مناسب نہیں علاوہ ازیں اسکی کوئی دفعہ ایسی نہیں ہے جیسا کہ آپ ارشاد کرتے ہیں بلکہ یہ عہد نامہ ملاحظہ کردہ و مقبولہ جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہے کہ جنھیں آپ حضرات اس زمانہ میں اکمل و افضل سمجھتے ہیں"
بعد اس کے سید سجاد حسین صاحب نے حسب منشا عہد نامہ ایک محضر تیار کیا جس کی عبارت یہ تھی۔
"یہ پابندی دستور العمل اپنے علمائے شیعہ و دیگر شرکا جلسہ سے تصدیق کرا کر یہ کاغذ پیش کیا جاتا ہے سید سجاد حسین بقلم خود

اقرار علمائے شیعہ مع دیگر شرکا جلسہ

اگر سید سجاد حسین صاحب کی تحریر بروقت جانچ ایسی ثابت ہو جائے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے رد جواب الجواب نے اسکو بجمیع الوجوہ باطل کر دیا ہے تو ہم لوگ وعدہ کرتے ہیں کہ اپنا مذہب تبدیل کر کے سنی ہو جائیں گے۔ دستخط علمائے شیعہ دستخط دیگر شرکا جلسہ
جب سید سجاد حسین صاحب نے اس اقرار نامے کو مکمل کرا کر پیش کرنا چاہا تو حضرات علمائے اہلسنت نے علمائے اہل تشیع سے مخاطب ہو کر نہایت منکسرانہ طور پر کہا کہ "اول تو ہم نے تحریرات باہمی مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجاد حسین صاحب کو اسوقت تک نہیں دیکھا ہے ثانیاً انصاف و اتحاد اس امر کا مقتضی نہیں ہے کہ محض مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کے غلط ثابت ہونے سے ہم لوگ بھی تبدیل مذہب پر مجبور کیے جائیں اسیطرح ہم آپ حضرات سے بھی یہ نہیں چاہتے کہ

اپ تحریر سجاد حسین کے غلط و باطل ثابت ہونے پر تبدیل مذہب پر امادہ ہوں علمائے شیعہ کی طرف سے جواب ہوا کہ آپ حضرات کو تحریرات کا ملاحظہ کرانا مولوی محمد قاسم صاحب کا فرض تھا اور آپ کو بھی لازم تھا کہ بغیر واقفیت حالات مناظرہ و بغیر ملاحظہ کرنے تحریرات فریقین کے اس جلسہ میں نہ شریک ہوتے اور چونکہ مولوی محمد قاسم و سید سجاد حسین صاحبان کی تحریریں ایک ایسے مسئلہ اختلافی کے متعلق ہیں جو اصل الاصول اختلاف اہل سنت و شیعہ ہے (یعنی خلافت) پس ضرور در صورت ثبوت صحت تحریر احد الفریقین اسکا مذہب اختیار کرنا عین انصاف و حق پژوہی ہے لہذا ہم لوگ مع اپنے دیگر ہم مذہب شرکائے جلسہ کے بطیب خاطر و صدق دل آمادہ ہیں کہ اگر ہم پر یہ ثابت کر دیا گیا کہ تحریر سید سجاد حسین کو مولوی محمد قاسم کی تحریر نے من جمیع الوجوہ درحقیقت باطل کر دیا ہے تو ہم اسی وقت سے اپنے مذہب کو ترک کر کے آپ کے زمرے میں شامل ہو جائیں گے اور در صورت اس کے برعکس نتیجہ ظاہر ہونے کے آپ حضرات کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے اور یہی منشاء جلسہ ہذا و معاہدہ مسلمہ فریقین ہے نیز کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ ہم تو سید سجاد حسین صاحب کی تحریر کے اعتماد پر کہ جنھیں آپ بھی جانتے ہیں کہ کوئی ذی علم شخص نہیں ہیں تبدیل مذہب پر آمادہ ہیں لیکن آپ مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر پر اعتماد نہیں کرتے کہ جو صاحب لیاقت کہے جاتے ہیں اسکے ہمیں یہ بیان کر دینا ضرور ہے کہ معاہدہ فریقین (سید سجاد حسین و مولوی محمد قاسم صاحب) میں ایک یہ بھی دفعہ تھی کہ اگر کسی فریق کے علماء نے بروقت مباحثہ بفرض اپنے ہم مذہب (سید سجاد حسین یا مولوی محمد قاسم صاحب) کی تحریر باطل ثابت ہونے کی تبدیل مذہب کے وعدہ کرنے سے انکار کیا تو وہ فریق مغلوب سمجھا جائے گا۔

پس ناظرین خود نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بموجب اس دفعہ کے غلبہ کس جانب رہا اور حضرات علماء اہل سنت کے تبدیل مذہب کے نہ وعدہ کرنے نے مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کی کیسی وقعت ظاہر کردی اگرچہ بعد کو حضرات علما بہت کچھ پیچ و تاب کھا گئے لیکن اُن تقریروں کو دیکھ کر جو بعد کو اُن حضرات نے محض اپنی بات رکھنے کے لئے فرمائیں خود اہل فہم نتیجہ نکال لینگے۔

الغرض حضرات اہلسنت کی طرف سے کہا گیا کہ اگر بالفرض ہم نے بوجہ پابندی عہد نامہ تبدیل مذہب فریق غالب کر لیا تو اسی عہد نامہ کی دفعہ ۱۰ کی تعمیل پھر کیونکر ہو سکے گی کہ جس میں یہ مندرج ہے کہ بعد اظہار نتیجہ جانچ دیگر مسائل میں بحث ہوگی جبکہ بعد ظہور نتیجہ جانچ ایک فریق دوسرے کا مذہب اختیار کرلے گا تو پھر مسئلہ اختلافی کون باقی رہے گا۔ لہذا تبدیل مذہب کی دفعہ کو جو کہ دفعہ ۱۰ سے متناقض ہے اس دستور العمل سے خارج کر دینا چاہیئے۔

علمائے اہل تشیع کی جانب سے جواب ہوا کہ اُن دونوں دفعات میں کچھ تعارض نہیں ہے چونکہ یہ پُر ظاہر ہے کہ جو شخص کسی مذہب کو اختیار کرتا ہے تو دفعتاً اُسکے جمیع اصول سے کماہی واقف نہیں ہوتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ اُسکے دل میں اُس مذہب کے اصول کے حقایق و دقایق و خوبیاں منقش ہوتی ہیں اسلئے یہ دفعہ ۱۰ رکھی گئی ہے تاکہ جب ایک فریق دوسرے کا مذہب اختیار کرلے تو مناسب یہ ہے کہ مذہب جدید کے جمیع اصول و اختلافی مسائل کو بحث و تحقیق کرکے سمجھ لے تاکہ کامل الایمان ہو جائے اور اسی لئے اُس دفعہ کی پابندی لازم نہیں کی گئی ہے بلکہ یہ لکھا ہے کہ علمائے فریقین کو اختیار ہوگا کہ بعد اظہار نتیجہ جانچ اگر مناسب سمجھیں تو دیگر مسائل اختلافی میں بحث کریں۔

اس اثنا میں حضرات اہل سنت سے ایک پنجابی مولوی صاحب اپنی جماعت

سے اُٹھ کر جوتا پہن جلسہ سے باہر جا کھڑے ہوئے اور کھڑے ہو کر دونو فریق کو مخاطب کر کے ایک خارج از بحث تقریر کرنا شروع کی جس میں سنی و شیعہ حاضرین جلسہ کو بہت کچھ الفاظ نرم و گرم کہے اور کہا کہ صاحبو نہ میں سنیوں کا طرفدار نہ شیعوں کا بلکہ مجھے دونوں کی حالت پر افسوس ہو رہا ہے ارے بھائیو یہ کیا لغو بحثوں میں پڑے ہو جاؤ اپنے اپنے کام لگو اسلام کی حمایت کرو۔

مولوی صاحب بظاہر بہت جوش میں بھرے ہوئے تھے اور بڑا طولانی لکچر دیتے معلوم ہوتے تھے لیکن حضرات علمائے اہلسنت نے انہیں منع کیا جس کے بعد پھر وہ اپنے علماء کی جماعت میں جا کر شامل ہو گئے اور اُنکی تائید فرمانے لگے بعد ازاں علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم چاہتے ہیں کہ بحث اس نہج سے ہو کہ سید سجاد حسین کی تحریر کا ہم خود جواب دیں مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے۔

علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ ہمیں بکمال خوشنودی منظور ہے لیکن چونکہ اسوقت کا جلسہ بغرض جانچ تحریر سید سجاد حسین و مولوی محمد قاسم صاحب منعقد ہوا ہے لہذا اولاً آپ یہ لکھدیں کہ تحریر مولوی محمد قاسم غلط و نامعتبر ہے اُسکے بعد پھر جس طرح آپ فرمائیں گے اُس عنوان سے ہم بحث کرنے کو موجود ہیں علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اگر یہ نہیں منظور ہے تو مناسب یہ ہے کہ پہلے ہمارے آپ کے جو اصول مذہب ہیں اُن میں گفتگو اور بحث کی جائے بعد ازاں بعد فریقین کی تحریر کی جانچ ہو

علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ جس معاہدے کی بنا پر یہ جلسہ منعقد ہوا ہے وہ اس امر پر مجبور کرتا ہے کہ پہلے تحریرات فریقین کی جانچ کی جائے لہذا پہلے یہ کام ختم کر دیجئے اُس کے بعد جبتک آپکا دل چاہے معقولی خواہ منقولی

جو منظور ہو بحث فرمائے اور جس زمانہ تک یہ بحث ختم ہو گی ہم لوگ یہیں مقیم رہیں گے۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم نے تحریر مولوی محمد قاسم صاحب کو نہیں دیکھا ہے بغیر دیکھے ہم کیونکر اُسے غلط کہدیں۔

علمائے شیعہ نے کہا کہ اول تو آپ حضرات کو اس جلسہ میں بغیر اُس تحریر کے ملاحظہ کرنیکے تشریف نہ لانا چاہیے تھا اس لئے کہ یہ جلسہ تو اُسی تحریر کی جانچ کے لئے منعقد ہوا ہے دوسرے ہم آپ کو مہلت دیتے ہیں کہ اسوقت یا یہاں سے واپس تشریف لیجاکر بجائے خود باطمینان تمام مولوی محمد قاسم صاحب کی تحریر کو ملاحظہ فرمائے اسکے بعد اگر آپ اُسے صحیح سمجھیں تو بشرط اسکے بروقت جانچ غلط ثابت ہونے کے تبدیل مذہب کا وعدہ فرمائے اور اگر آپ اُس تحریر کو نامعتبر پائیں تو اُسے بتصریح ظاہر کردیں اُس کے بعد جس طور سے اور جس مسئلہ میں آپ مناسب سمجھیں بحث فرمائیں۔

علمائے اہلسنت کی طرف سے استفسار ہوا کہ فریقین کی تحریروں کی جانچ کسطرح ہو گی آیا صرف تسلیم و انکار کا اظہار کردینا ہو گا یا اُن کے دلایل بھی بتائے جائیں گے

علمائے شیعہ کی جانب سے جواب ہوا کہ جانچ اس طور سے ہو گی کہ ہم اور آپ باہم ملکر تحریرات فریقین کو دیکھیں گے اور ہم نے ایک طویل الذیل فہرست ان مضامین کی مرتب کی ہے جو تحریر سید سجاد حسین صاحب میں جواب طلب تھی یا ایسی تھی کہ جن کا جواب دینا بحیثیت مجیب کے مولوی محمد قاسم صاحب کو ضروری تھا اُس فہرست کے موافق آپ حضرات سے دریافت ہو گا کہ ان میں کن کن باتوں کا جواب مولوی محمد قاسم صاحب نے دیا ہے اور کن کن کا نہیں دیا ہے جن کی نسبت آپکی جانب سے یہ کہا جائے گا کہ ان کا جواب تحریر مولوی محمد قاسم میں موجود ہے تو آپ کو یہ بھی ثابت کرنا ہو گا کہ درحقیقت یہ جواب صحیح و واقعی ہے

علمائے اہل سنت سے جناب مولوی احمد علی صاحب نے ارشاد کیا کہ چونکہ
میں تحریرات مولوی محمد قاسم صاحب و سید سجاد حسین صاحب کو دیکھ چکا ہوں
اس لئے میں تو تبدیل مذہب کے کاغذ پر دستخط کر دینے کو آمادہ ہوں لیکن
دیگر علمائے حاضرین نے ابھی تک نہیں دیکھا ہے اسلئے وہ دستخط سے انکار کرتے
ہیں اسپر دیگر علمائے اہلسنت و خود مولوی صاحب نے قبل علمائے شیعہ کے جواب
دینے کے فرمایا کہ صرف ایک شخص کے دستخط کر دینے سے جلسہ کی کارروائی
ممکن نہیں اسلئے کہ بموجب عہدنامہ کے پانچ پانچ علمائے فریقین ممبران جانچ
ہونا چاہئیں کہ جو تبدیل مذہب کا بھی وعدہ کریں
بعد اسکے از خود علمائے اہلسنت نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ عہدنامہ میں یہ مندرج
ہے کہ قبل از شروع جانچ فریقین کو لازم ہے کہ ایک دوسرے کو اس امر کا
اطمینان کرادے کہ درصورت مغلوبیت ہم مع علما و دیگر حاضرین جلسہ کے
مذہب فریق غالب اختیار کریں گے لہذا جب جلسہ جانچ شروع ہوگا تب ہم
دستخط تبدیل مذہب کردیں گے لیکن اسوقت حسب منشاء عہدنامہ دفعہ ۳ مناظرہ
سبھلہیڑہ کے متعلق بحث ہونا چاہئے اور یہ بحث چونکہ خارج از جانچ ہے لہذا
بلا دستخط تبدیل مذہب یہ بحث شروع ہونا چاہئے۔
علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ یہ جلسہ واسطے جانچ تحریرات سید سجاد حسین
و مولوی محمد قاسم صاحبان منعقد ہوا ہے جیسا کہ اس عبارت سے بھی بخوبی
واضح و روشن ہوتا ہے جو اس جلسہ کے دستورالعمل کی پیشانی پر لکھی گئی ہے پس
اس جلسہ کی کارروائی جب ہی شروع ہوسکتی ہے جبکہ تکمیل شرائط عہدنامہ
ہوجائے یعنی فریقین اپنے علما و دیگر حاضرین جلسہ سے درصورت مغلوبیت
تبدیل مذہب کا وعدہ کرادیں اور چونکہ تحریر سجاد حسین صاحب میں مناظرہ سبھلہیڑہ

کا ذکر بھی موجود ہے لہذا یہ مناظرہ اس تحریر سے خارج نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ اسکا ایک جزو ہے

بہت قیل وقال کے بعد آخر کو حضرات علمائے اہل سنت اپنی اس درخواست سے باز رہے لیکن چونکہ اب بغیر اسکے کوئی چارہ کار باقی نہ تھا کہ یا تو تحریر مولوی محمد قاسم کی غلطی کا اعتراف فرماتے یا اسکی صحت پر وثوق کر کے تبدیل مذہب کا اقرار کرتے اور یہ دو نو باتیں منظور نہ تھیں اس باعث سے نہایت افسوس کی بات ہے کہ حضرات علمائے اہل سنت نے اس قسم کا سلسلہ تقریر شروع فرما دیا جسکی بنسبت ہم اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں گے بلکہ ناظرین خود ہی دریافت کر لیں گے ہاں اتنا لکھنا ضرور ہے کہ کئی موقع اس قسم کے آ گئے تھے کہ علمائے اہل تشیع نے اپنے تئیں اور نیز دیگر شرکا جلسہ کو بہت امن پسند اور متحمل مزاج ثابت کرنے کی کوشش کی اور حذا کا شکر ہے کہ اس میں کامیاب بھی ہوئے ورنہ ممکن تھا کہ جلسہ میں ایک قسم کی برہمی پیدا ہو جاتی خاصکر حضرت قایم ال محمد عجل اللہ ظہورہ کا جب بموقع طور پر ذکر کیا گیا تھا۔ الغرض جب مناظرہ سمبھلیڑہ کی درخواست غیر قابل قبول ثابت ہوئی تو حضرات اہلسنت کیطرف سے یہ ارشاد ہوا کہ ہم تبدیل مذہب کا وعدہ کرتے ہیں لیکن آپ کے تبدیل مذہب پر ہمیں کیونکر اعتبار ہو سکتا ہے اس لئے کہ آپ کے مذہب میں تقیہ جائز ہے پس اگر اسوقت آپ نے تبدیل مذہب کا وعدہ کیا تو ہمیں کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اقرار تقیۃً نہیں ہے بلکہ اگر آپنے مذہب اہلسنت قبول بھی کر لیا اور تمام عمر اپنے کو سنی ظاہر کرتے رہے تب بھی یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ درحقیقت آپ سنی ہیں اس لئے کہ آپ کے اسلاف سے یہ ہوتا آیا ہے کہ اپنے تئیں سنی ظاہر کرتے تھے اور باطن میں شیعہ تھے۔

علمائے شیعہ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ آپ نے تقیہ کا جو نام لیا تو یہ بھی

آپ کو خیال کرنا چاہیے تھا کہ تقیہ ہمارے مذہب میں کن اوقات میں جائز ہے
یہ محل تقیہ کا نہیں ہے اس لئے کہ ہمیں آپ سے اپنی جان و مال کا کچھ خوف نہیں ہے
آپ ہمارے حاکم نہیں ہیں نہ ہم ایسی حالت میں ہیں کہ آپ حضرات سے ہمیں کسی قسم کا
خوف ہو اور اگر آپ کو ایسا ہی اصرار رہا تو ہم یہ ثابت کر دیں گے کہ تقیہ آپ
کے مذہب میں بھی ہے نہ صرف آیات و احادیث سے بلکہ سیرت سلف اور
ان علماء کے اقوال سے جو آپ کے اکابر و معتبرین سے ہیں۔
علمائے اہلسنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ جس وقت میں بموجب آپکے کہنے کے تقیہ
دونوں مذہبوں میں ہے تو ایک فریق کو دوسرے فریق کے تبدیل مذہب پر کسی
طرح اطمینان ہو ہی نہیں سکتا لہذا یہ ضرور ہے کہ عہدنامہ سے ایسی دفعہ کو
خارج کر دیا جائے کہ جس کا وقوع بنا بر آپ کے قول کے بھی دشوار ہے"
یعنی تبدیل مذہب
علمائے شیعہ نے فرمایا کہ اس دفعہ کا وقوع پذیر ہونا آپ دشوار بیان کرتے
ہیں ہمارے نزدیک تو کوئی بھی دشوار نہیں ہے۔
علماء اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ پھر صورت اطمینان کیا ہو سکتی ہے
علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ طرفین ایک تحریر اس امر کی لکھدیں کہ ہم در
صورت مغلوبیت مذہب غالب اختیار کریں گے یا معاہدہ مسلمہ فریقین پر ہم اور
آپ یہ لکھدیں کہ ہم اس معاہدہ کے از جز تا کل پابند رہیں گے۔
علمائے اہل سنت کی جماعت سے کہا گیا کہ آپ کی تحریر کا ہمیں اعتبار نہیں ہے
اسی اثنا میں مولوی محمد خلیل صاحب نے فرمایا کہ آپ امام غائب کا رقعہ منگا دیجیے
تو ہمیں اطمینان ہو۔
علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ امام عصر ارواحنا لہ الفدا کا ذکر اس بیہودہ طور سے

اور ایسے الفاظ نا ملایم سے کرنا اس سے آپ کا مقصود بجز تعریض و برہمی جلسہ کے اور کچھ نہیں ہے اور سراسر اُن عہود و مواثیق کے مخالف ہے جو طرفین سے قبل از شروع جلسہ ہو چکے ہیں۔

علمائے اہل سنت کی طرف سے مولوی احمد علی صاحب وغیرہ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ کلام نامناسب تھا لیکن معاف فرمائیے

اس کے بعد تھوڑے عرصہ تک حضرات علمائے اہلسنت میں آہستہ الفاظ میں کچھ مشورہ ہوا اور بعد اتفاق و تراضی باہمی کے علمائے شیعہ سے فرمایا کہ ہماری اطمینان کی یہ صورت ہے کہ آپ ہمکو ایک تحریر اس مضمون کی لکھدیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ درصورت مغلوبیت تبدیل مذہب کریں گے اور یہی طریقہ ہمارے ہاں اطمینان دلانے اور اقرار کرنیکا ہی

علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ ہمیں یہ تحریر منظور و قبول ہے لیکن اسمیں سے لفظ مخصا (یعنی یہی) نکالڈالنا چاہیئے کہ جو خارج از مبحث اور غیر ضروری ہے۔

علمائے اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یہ لفظ کسی طرح خارج نہیں ہو سکتی

علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ ایک غیر ضروری اور خارج از مبحث لفظ کے عدم اخراج پر ایسا اصرار کرنا بہت ہی تعجب خیز امر ہے۔

علمائے اہل سنت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہم ایسے سفیہ نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ ایک غیر ضروری لفظ کی بابت اصرار کرتے ہوں بلکہ اس لفظ سے ہمارا ایک مطلب ہی

علمائے شیعہ کی جانب سے کہا گیا کہ خود آپ کے ارشاد سے ظاہر ہو گیا کہ اس لفظ سے آپ کا کیا مطلب ہے پس ہم ایسے غافل نہیں ہیں کہ آپ کے اس مطلب پر نہ پہنچے ہوں۔ لہذا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ کی مطلب براری کے لئے ہم ایسی تحریر لکھدیں کہ جو خارج از مبحث بھی ہے۔

علمائے اہل سنت سے ارشاد ہوا کہ پھر کیا صورت اطمینان کی ہے۔

علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ سب سے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ طرفین سے حلفیہ اقرار تبدیل مذہب کا ہو جائے۔

علمائے اہلسنت کی جانب سے ارشاد ہوا کہ حلف کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ بہت سے لوگ جھوٹے حلف اٹھایا کرتے ہیں

علمائے شیعہ کی طرف سے کہا گیا کہ عام حلفوں کی ذکر نہیں آپ کو ہمارے حلف کا اعتبار ہے کہ نہیں

علمائے سنیہ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ ہمیں آپ کے بھی حلف کا اعتبار نہیں ہے حضرات ناظرین آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس حملہ کا شیعہ حاضرین پر کیسا اثر پڑا ہوگا۔ لیکن خوشی کی بات ہے کہ حضرات علمائے شیعہ نے اس مقام پر بھی تحمل سے کام کیا اور کوئی جواب ترکی بترکی نہ دیا بلکہ یہ تک بھی نہیں کہا کہ جن لوگوں کی صرف ایک تحریر پر بھی چند منٹ پیشتر اظہار اطمینان کیا گیا تھا اب اُن کے حلف پر بھی نہ اعتبار کرنے کا کیا سبب ہے۔ اس لئے کہ تمام حاضرین جلسہ پر بخوبی واضح ہو گیا تھا کہ حضرات علمائے اہلسنت کا کیا مقصود ہے اور ایسے ارشادات کہ جو متناقض بھی ہوتے تھے کیسلئے فرمائے جاتے تھے الغرض چونکہ ظہرین کا وقت بھی آگیا تھا اس لئے جلسہ ختم کر دیا گیا حضرات علمائے اہلسنت نے جاتے وقت علمائے اہل تشیع سے مصافحہ کرنا چاہا علمائے شیعہ نے بکمال خندہ پیشانی و مباسطت مصافحہ و معانقہ کیا افسر پولیس کے استفسار پر مولوی محمد قاسم و سید سجاد حسین صاحبان نے کہا کہ کل پھر ۸ بجے صبح سے ہوگا علمائے اہلسنت کے تشریف لیجانے کے بعد علمائے اہل تشیع بھی اپنے محل ورود پر تشریف لیگئے۔ دوسرے روز یعنی ۲۸ ماہ جمادی الثانیہ کو پھر حضرات علمائے اہلسنت بظاہر بغرض شرکت جلسہ تشریف لائے سید سجاد حسین صاحب بغرض استقبال گئے لیکن چونکہ آج حضرات اہلسنت کی طرف عوام الناس کی کثرت

۲۶ ویں سے بھی المضاعف تھی اسلئے افسر پولیس نے پھر فہمایش کی اور کہا کہ آج
چونکہ مجھے بلوہ کا خوف ہے لہذا سید سجاد حسین و مولوی محمد قاسم اپنے اپنے
گروہ سے کسی ذی اقتدار رئیس سے میرے سامنے اس امر کی ضمانت کرائیں کہ آج اس
بستی میں مابین شیعہ و سنی کوئی فساد ہوا تو ہم اسکے ذمہ دار ہیں اور بغیر اسکے
میں جلسہ کی اجازت نہیں دے سکتا سید سجاد حسین صاحب نے اسے منظور کیا لیکن مولوی
محمد قاسم صاحب نے انکار کیا اور شام تک کسی شخص کو ضمانت کے لئے نہ پیش کیا
اس جہت سے دوبارہ جلسہ نہ ہو سکا حالانکہ معاہدہ مرتبہ و مسلمہ فریقین میں ایک
یہ بھی دفعہ تھی کہ اگر سرکاری طور سے اس جلسہ کے انعقاد میں ممانعت کیجائے
تو فریقین کو چاہیے کہ ان کے ذی ثروت و معزز اشخاص پورے طور سے حکام کا
اطمینان کرا دیں ہر چند بنا بر اس دفعہ کے سید سجاد حسین صاحب مولوی محمد قاسم
سے بہت اصرار کرتے رہے کہ جس طرح میں اپنے معززین ہم مذہب کی ضمانت
کرانے پر آمادہ ہوں آپ کو بھی اسی طرح آمادگی کرنی چاہیے لیکن کوئی معقول
جواب مولوی محمد قاسم صاحب نے نہ دیا بلکہ ۲۹ تاریخ جب مولوی منفعت علی
صاحب ہمراہ چند اپنے ہم مذہب طلبہ کی علمائے اہل تشیع سے ملاقات کرنے
آئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ دیگر حضرات علماء اپنے اپنے وطن کو تشریف
بھی لے گئے اور خود مولوی صاحب بھی جاتے ہیں۔ علمائے اہل سنت کی تشریف
لیجانے کے بعد علمائے اہل تشیع بھی مقام لکرولی میں جناب سید ابو الحسین صاحب
قبلہ کے یہاں ایک روز مہمان رہ کر رخصت ہوئے۔

اے حضرات ناظرین انصاف فرمائے کہ تمام معاہدے میں اہم اور ضروری
اور قاطع معاملہ تبدیل مذہب کی دفعہ تھی اسی سے اہلسنت کو انکار ہوا۔ حالانکہ
معاہدہ جلسہ پاس کردہ مولوی رشید احمد صاحب تھاجین کے ارشاد کو تمام

علمائے سینہ موجودہ جلسہ لازم الاتباع جانتے تھے مگر شوکت رسالہ مرتبہ حقیر سے ایسے گھبرائے کہ اپنے عالم کامل کے اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

علاوہ بریں جو رسالہ کہ فاضل مخاطب نے لکھا تھا وہ ایسا نا قابل التفات تھا کہ اس کے دیکھنے سے سر جلسہ انکار کر دیا جو کہ بالکل خلاف تھا یہ کب قیاس میں آ سکتا ہے کہ علمائے دور دراز راستہ طے کر کے آئیں اور یہ نہ معلوم کر سکیں کہ ہم کیوں بلائے گئے ہیں اور اس مجمع کا سبب کیا ہے۔

میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ بجائے پانچ علمار کے گیارہ عالموں نے معہ پچاس روسا تحریری وعدہ پیش کیا کہ اگر رسالہ سجادیہ بروئے جانچ غلط قرار پا گیا تو ہم اپنا مذہب بدل کر سنی ہو جائیں گے۔ مگر افسوس ہے کہ میرے نزدیک اپنے علمار سے ایسی تحریر نہ پیش کرا سکے۔ اصل رسالہ جو کہ مولوی محمد قاسم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے مع معاہدہ مصدقہ جناب مولوی رشید احمد صاحب میرے پاس بہ حفاظت رکھا ہوا ہے جسکا دل چاہے دیکھ لیوے۔

اطلاع

جمیع علمائے اہل سنت اور خصوص اُن علما کو جو کہ جلسہ میں من جانب فریق مخالف تشریف رکھتے تھے مطلع کیا جاتا ہے کہ گو بوقت جلسہ جانچ تحریر محمد قاسم صاحب کے دیکھنے سے انکار کیا گیا تھا اب اس کو ملاحظہ فرما لیویں اگر قابل قبول ہے تو تکمیل شرط عہد نامہ کریں ورنہ اسکو نا قابل بنلا کر دیگر وجوہ سے میرے رسالے کے مضامین کو غلط ثابت کر کے خلفاء ثلثہ کی ذات سے عیب نفاق اُٹھا دیویں جو صاحب ایسا کریں اُن کو مبلغ ۲۵ ہزار کی جائداد

کا وثیقہ روسا وسادات باہرہ یا دیگر عماید ہندوستان سے انشاء اللہ تعالیٰ لکھادوں گا جس کو وہ بعد کامیابی بہ آسانی حاصل کرسکیں گے جب کسی کو حوصلہ ہو وہ میدان میں آئے ورنہ ثلاثہ کو منافق سمجھتا ہے۔

(راقم سید سجاد حسین)

تمت

اشتہار

اعجاز داودی کتب مناظرہ میں ایک جدید لطیف اور قابل دید اضافہ حسین جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کو جو شیعہ سنی کے درمیان معرکۃ الآرا نزاعی مسئلہ ہے۔ نصی ثابت کیا ہے۔ کتاب مستطاب جس کا نام اعجاز داودی ہے دراصل اس رسالہ کا جواب ہے جو مطرقۃ الکرامۃ کے نام سے موسوم ہے اور جو بقول اس کے مصنف مولوی خلیل احمد کے الہامی کتاب ہو لیکن آفرین اور صد آفرین ہے مولوی سید سجاد حسین صاحب کو جنھوں نے مطرقہ کی چوٹی کے مقامات کا اس خوبی سے اور انتہائے تہذیب سے رد کیا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے جس شیعہ علی کے گھر میں یہ کتاب نہ ہوگی سچ کہتے ہیں ہیں تو یقیناً افسوس ہوگا قیمت ایک روپیہ

مشعل ہدایت مولوی سید سجاد حسین صاحب مصنف تصویر غالب ومغلوب کو ریاست رامپور تشریف لیجانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جن کو ایک منصف مزاج سنی کہنا چاہیے انھوں نے مولوی صاحب موصوف سے ۹ سوال کئے جن کے جوابات مع ان سوالات کے قلمبند کئے گئے ہیں قیمت فی جلد ۴؍

مطبع یوسفی دہلی سے طلب کیجئے

فیض عام ترجمہ اردو حسینیہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد میں ایک تاجر تھا اس نے ایک کنیز جناب امام علیہ السلام کی نذر گذرانی اُس کا نام حسینیہ تھا مسماۃ حسنیہ ایک عرصہ تک خدمت بابرکت امام جعفر صادق علیہ السلام میں رہی اور تعلیم و تربیت پائی جناب امام شہید ہو گئے تو چونکہ یہ تاجر محبان اہل بیت میں سمجھا جاتا تھا اس کا مال و اسباب بھی لٹ گیا اور یہ فقیر ہو گیا وہ کنیز پھر اپنے پاس آئی اور اپنے آقا سے کہا کہ مجھکو ہارون رشید کے پاس لیچلو اور بعوض ایک لاکھ روپیہ کے فروخت کرڈالو اُس کے آقا نے کہا کہ میں ایک لاکھ روپیہ کیونکر کہہ سکتا ہوں مسماۃ حسینیہ نے کہا کہ تم یہ کہنا کہ جسقدر علما اور فضلا تیرے عہد میں ہیں اُن کا مجھ سے مقابلہ اور بحث مذہب کی تحقیق کیلئے کرایا جائے اگر میں غالب آؤں تو مجکو زر قیمت ایک لاکھ روپیہ دینا ورنہ خیر چنانچہ قاضی ابراہیم وغیرہ اور مسماۃ حسینیہ سے جو کچھ بحث اور جواب و سوال ہوئے ہیں وہ اس قصے میں مندرج ہیں تقطیع ۱۸+۲۲ قیمت ۵ر

اعجازِ داؤدی

کتب مناظرہ میں ایک جدید لطیف اور قابل دید اضافہ جس میں جناب امیر علیہ السلام کے خلافت کو جو شیعہ سنی کے درمیان معرکۃ الآرا نزاعی مسئلہ ہے نصی ثابت کیا ہے اس کتاب مستطاب کا نام اعجاز داؤدی ہے۔ یہ کتاب لاجواب در اصل اس رسالہ کا جواب ہے جو مطرقۃ الکرامۃ کے نام سے موسوم ہے اور جو بقول اُس کے مصنف جلیل احمد کے الہامی کتاب ہے لیکن صد آفرین ہے مولوی سید سجاد حسین صاحب کو جنھوں نے مطرقہ کی چوٹی کے مقامات کا اس خوبی اور علمیت اور انتہائے تہذیب سے رد کیا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے جس شیعۂ علیؑ کے گھر میں یہ کتاب نہو گی۔ سچ کہتے ہیں ہمیں تو یقیناً افسوس ہوگا۔ قیمت ۱عہ ر

امّ الائمہ فی جواب امہات الامۃ

اس کتاب کو تصنیف کرنے کی یوں ضرورت محسوس ہوئی کہ جناب شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی نے ایک رسالہ